

# الْحَقَائِقُ الْجَدِيدَةُ

في الردِّ على ابن تيميَّة في ما أورد في الفتاوى الحمويَّة

المؤلف

أحمد بن يحيى بن إسحاق

الشيخ شهاب الدين ابن جهيل الكلابي الحلبي الأضل

(التمهيد في الردِّ على ابن تيميَّة)

# ردُّ ابن تيميَّة

تحقيق وترجم

حضر مولانا ابو حفص عبد ارحم اشرفي شرفي غفرلك

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور



# الْحَقَائِقُ الْجَلِيَّةُ

فِي الرَّدِّ عَلَى ابْنِ تَيْمِيَّةٍ فِي مَا أُورِدَهُ فِي الْفُتُوَى الْحَمَوِيَّةِ

المؤلف

أحمد بن يحيى بن إسماعيل الشيخ شهاب الدين ابن  
جهل الكلابي الحلبي الأصل (التولد: ٤١٤هـ، التوفي: ٤٣٣هـ)

## روشن حقائق

تحقيق وترجمہ

حضرت مولانا ابو حفص اعجاز احمد اشرفی غفرلہ

فاضل جامعہ اشرفیہ، لاہور

الکتاب، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور

0333-4380926

042- 37124803

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
(جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں)

نام کتاب..... الْحَقَائِقُ الْجَلِيَّةُ فِي الرَّدِّ عَلَى ابْنِ تَيْمِيَّةٍ  
فِي مَا أُورِدَهُ فِي الْفُتُوَى الْحَمَوِيَّةِ

مصنف..... الشُّيْخُ شَهَابُ الدِّينِ ابْنُ جَهْبَلِ الْكَلَابِيِّ

اردو نام..... روشن حقائق

مترجم..... مولانا ابو حفص اعجاز احمد اشرفی عُفْرَلَه

صفحات..... 224

طبع اول..... ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ بمطابق اکتوبر ۲۰۱۴ء

ناشر..... الکتاب، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور

باہتمام..... اعجاز احمد اشرفی

### ملنے کے پتے

1: مکتبۃ الفرقان اردو بازار، گوجرانوالہ فون: 0333-4264487-055-4212716

2: جامعۃ الطیبات للبنات الصالحات، گلی نمبر 4، کنوڑ گڑھ، کالج روڈ، گوجرانوالہ فون: 0333-8150875

3: قاری محمود اختر مسجد شاہ جمال جی ٹی روڈ، گکھڑ فون: 0300-6440651

4: الکتاب، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور 042-37124803 0333-438092

5: اسلامی کتاب گھر، گلی جامع مسجد نودولی (نصرۃ العلوم)، فاروق گنج، گوجرانوالہ

فون: 0554446100; 03338165702; 0321-6432659

6: مکتبہ جمال قاسمی، بالمقابل مدرسہ گلشن عمر، مدرسہ امام محمد والی گلی میں، عقب سہراب گوٹھ، چورنگی

فیڈرل بی ایریا بلاک 22، نارٹھ کراچی فون: 0334 3441039

7: مکتبہ نعمانیہ، اردو بازار، گوجرانوالہ فون: 0321-7475072; 055-4235072

8: مکتبہ احرار، بالمقابل یوسف زئی فلائنگ کوچ، میڈیسن مارکیٹ، نزد افغان ہوٹل، نیواڈا، مردان

فون: 0321-9872067; 0937871837

ﷺ

## انتساب

پیرِ طریقت ، رہبرِ شریعت ، امامِ اہلِ سنت ، مُخِی السُنَّةِ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا

محمد سرفراز خان صفدر<sup>رح</sup>

(المتوفی ۱۴۳۰ھ)

کے نام

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے بلندی درجات کا باعث بنائے۔ آمین!

اعجاز احمد اشرفی

# اظہارِ تشکر

مصنف تہ دل سے حضرت مولانا سجاد الحجابی مدظلہ العالی (خادم الحدیث الشریف، مردان) کے تعاون اور حوصلہ افزائی کا مشکور ہے۔ حضرت مولانا سجاد الحجابی مدظلہ العالی کے خصوصی تعاون سے ان کے دو مقالے اور درج ذیل کتب میسر ہوئیں۔

- ۱ حضرت امام رازیؒ کی کتاب ”اساس التقديس في علم الكلام“
- ۲ حضرت امام غزالیؒ کی کتاب ”الاقتصاد في الاعتقاد“
- ۳ حضرت قاضی بدرالدین بن جماعتہؒ کی کتاب ”التنزيه في ابطال حجج التشبيه“
- ۴ علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن جہیل حلبیؒ کی کتاب ”الحقائق الجلية في الرد على ابن تيمية فيما أورده في الفتوى الحموية“
- ۵ سیف بن علی العصری مدظلہ کی کتاب ”القول التمام باثبات التفويض مذهباً للسلف الكرام“
- ۶ شیخ سلیم علوان مدظلہ کی کتاب ”تفسير أولى النهى لقوله تعالى: الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى“
- ۷ شیخ خلیل دریان الازہری مدظلہ کی کتاب ”غاية البيان في تنزيه الله عن الجهة والمكان“
- ۸ شیخ عبدالفتاح بن صالح قدیش الیافعی مدظلہ کی کتاب ”التجسيم والمجسمة وحقيقة عقيدة السلف في الصفات الالهية“
- ۹ شیخ سعید عبداللطیف فودة مدظلہ کی کتاب ”تهذيب شرح السنوية أم البراهين“
- ۱۰ حضرت امام بیہقیؒ کی کتاب ”القراءة خلف الامام“

# فہرست

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
11	پیش لفظ	
17	مقدمہ	
17	علم اصول و عقائد کی تاریخ	0.1
18	حافظ ابن تیمیہ کے تفردات	0.2
19	کچھ کتاب: "الفتویٰ الحمویہ" کے بارے میں	0.3
20	حافظ ابن تیمیہ کو کتاب: "الفتویٰ الحمویہ" کی وجہ سے قید و بند کی صعوبتیں	0.4
21	حافظ ابن تیمیہ کے بارے میں فرمان سلطانی	0.5
25	حافظ ابن تیمیہ کی توبہ کا حال	0.6
27	حافظ شمس الدین ذہبی کا نصیحت آموز خط	0.7
29	کچھ اس کتاب: "الحقائق الجلیبۃ فی الرد علی ابن تیمیہ فیما أوردہ فی الفتویٰ الحمویہ" کے بارے میں	0.8
31	اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مکان، زمان، جہت اور سمت نہیں	0.9
33	روشن حقائق، اردو ترجمہ: الحقائق الجلیبۃ فی الرد علی ابن تیمیہ فیما أوردہ فی الفتویٰ الحمویہ	حصہ اول
34	خطبہ حمد و ثنا	0.1
35	سبب تالیف	0.2
36	مقدمہ	باب 1

36	تہبید: مذہبِ حشویہ کی انواع اور ان پر رد	1.1
38	فتنوں کی سرکوبی کے لیے صحابہ کرام <small>رضی اللہ عنہم</small> کا اہتمام	1.2
43	علم توحید کے بارے میں سلف صالحین کا طریق	1.3
44	ایمانِ مطلوب	1.4
45	حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب	1.5
46	حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ کا مذہب	1.6
47	سلف صالحین کا طریقہ	1.7
48	مدعی کا دعویٰ اور اس کا رد	1.8
49	طریق سکوت ہی سلامتی والا طریقہ ہے	1.9
50	مذہبِ اہل السنۃ والجماعت	باب 2
51	مشائخِ طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ کا عقیدہ	2.1
53	آیاتِ صفات کے متعلق اہل السنۃ والجماعت کا موقف	2.2
54	سلف صالحین کا مخالف کون؟	2.3
56	حافظ ابن تیمیہؒ کے مذہب کے بارے میں مناقشہ	باب 3
56	حافظ ابن تیمیہؒ کے مذہب کے باطل ہونے کا بیان	3.1
56	حافظ ابن تیمیہؒ کے مذہب کے دلائل اور ان پر مناقشہ	3.1.1
59	قرآن مجید سے دلائل اور ان کے جوابات	3.2
59	”صعود“، ”رفع“ کے الفاظ سے استدلال اور اس کا جواب	3.2.1
63	”فوق“ کے لفظ سے استدلال اور اس کا جواب	3.2.2
65	استواءِ علی العرش سے استدلال اور اس کا جواب	3.2.3
69	فرعون کے قول سے استدلال اور اس کا جواب	3.2.4
72	”نزول“ کے لفظ سے استدلال اور اس کا جواب	3.2.5
74	احادیثِ مبارکہ سے دلائل اور ان کے جوابات	3.3
74	حدیثِ معراج سے دلیل اور اس کا جواب	3.3.1
74	لفظ: ”عند“ سے استدلال اور اس کا جواب	3.3.2

- 75 لفظ: ”الی“ سے استدلال اور اس کا جواب 3.3.3
- 76 لفظ: ”من“ سے استدلال اور اس کا جواب 3.3.4
- 76 لفظ: ”فی“ سے استدلال اور اس کا جواب 3.3.5
- 79 حدیثِ اوعال سے استدلال اور اس کا جواب 3.3.6
- 81 لفظ: ”مع“ سے استدلال اور اس کا جواب 3.3.7
- 83 حافظ ابن تیمیہ کے نزدیک ”معیت“ کا معنی اور اس کا جواب 3.3.8
- 84 حافظ ابن تیمیہ کے نزدیک ”اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں“ کا معنی اور اس کا جواب 3.3.9
- کا جواب
- 85 حافظ ابن تیمیہ کا عقیدہ ہے: اللہ تعالیٰ علو میں ہیں، نہ کہ بجلی جانب 3.3.10
- 86 لفظ: ”فی“ ”علی“ کے معنی میں ہے، سے استدلال 3.3.11
- 87 علامہ ابن جمیل کی طرف سے حافظ ابن تیمیہ کا تفصیلی رد 3.4
- 87 لفظ: ”مع“ سے استدلال اور اس کا جواب 3.4.1
- 88 ”فوق“ کے لفظ سے استدلال اور اس کا جواب 3.4.2
- 89 حافظ ابن تیمیہ کے نزدیک ”اللہ تعالیٰ آسمان میں حقیقی طور پر ہیں“ کا معنی اور اس کا جواب 3.4.3
- 91 حافظ ابن تیمیہ کے نزدیک ”اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں اور وہ عرش پر ہیں۔ اس سے مراد جہتِ علو ہی ہے“ کا معنی اور اس کا جواب 3.4.4
- 93 حافظ ابن تیمیہ کا مبہم کلام 3.4.5
- 94 حافظ ابن تیمیہ کے نزدیک لفظ: ”فی“ ”علی“ کے معنی میں ہے، سے استدلال اور اس کا جواب 3.4.6
- 97 آسمان کی تخصیص کی حکمت 3.4.7
- 98 یہ بات متواتر ہے: ”اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں“ 3.4.8
- 99 سلف صالحین سے یہ ثابت نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں 3.4.9
- 100 اللہ تعالیٰ بغیر مکان کے موجود ہیں 3.4.10
- 101 اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ دسیہ جائز نہیں ہے 3.4.11



101	حافظ ابن تیمیہ کی حواس باختگی	3.4.12
103	مقشایہ نصوص اور آیات صفات میں تاویل	3.4.13
108	حافظ ابن تیمیہ کے شبہات کا جواب	3.4.14
112	فرقہ ناجیہ: اہل السنۃ والجماعت	3.4.15
115	حافظ ابن تیمیہ کی غلط بیانی	3.4.16
116	حافظ ابن تیمیہ کے ذکر کردہ دلائل کا جواب	3.4.17
116	حضرت امام اوزاعیؒ (المتوفی ۱۵۷ھ) کا قول	1
118	حضرت امام ربیعہ الرائیؒ (المتوفی ۱۳۶ھ) اور حضرت امام مالکؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) کے اقوال	2
126	حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ الماسونیؒ (المتوفی ۱۶۳ھ) کا قول	3
130	حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ (المتوفی ۱۸۹ھ) کا قول	4
131	حضرت ابو عبید قاسم بن سلامؒ (المتوفی ۲۲۳ھ) کا قول	5
132	حضرت عبداللہ بن مبارکؒ (المتوفی ۱۸۱ھ) کا قول	6
132	حضرت حماد بن زیدؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) کا قول	7
133	حضرت امام ابن خزمیہؒ (المتوفی ۳۱۱ھ) کا قول	8
133	حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث	9
134	حضرت عبدالقادر جیلانیؒ (المتوفی ۵۶۱ھ) کا قول	10
135	حضرت ابو عمر بن عبدالبرؒ (المتوفی ۳۶۳ھ) کا قول	11
136	حضرت ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعریؒ (المتوفی ۳۲۲ھ) کا قول	12
136	آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے کی حکمت	3.4.18
139	نصوص صفات کے متعلق مسلمان کا عقیدہ	باب 4
140	تقدیس	4.1
141	ایمان اور تصدیق	4.2
142	اعتراف و اعجاز	4.3

143	سکوت کرنا	4.4
143	اساک	4.5
144	جہت و مکان سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرنا	4.2
144	فصل اول: حق و باطل کا معیار	4.2.1
151	اللہ تعالیٰ سے نفی جہت کے دلائل	4.3
151	برہان اول	4.3.1
152	برہان ثانی	4.3.2
153	برہان ثالث	4.3.3
154	برہان رابع	4.3.4
155	نفی جہت کی براہین کے خلاف دلائل کا رد	4.4
156	قرآن پاک سے نفی جہت کے دلائل	4.5
159	حافظ ابن تیمیہ کا رد	4.6
162	فصل ثانی: حافظ ابن تیمیہ کی طمع سازی اور اس کا رد	4.7
164	خاتمہ	
165	حصہ دوم الحقائق الجلیة فی الرد علی ابن تیمیة فیما أوردہ فی الفتوی الحمویة	
166	سبب تألیف هذا الكتاب وخطة البحث	0.1
167	مقدمہ	باب 1
167	تمہید: مذهب الحشویة وأنواعہم والرد علیہم	1.1
170	مذہب الامام أحمد بن حنبل فی الصفات	1.2
171	مذہب الامام مالک والشافعی فی الصفات	1.3
171	طریق السلف الصالحین	1.4
172	ادعاء المدعی والرد علیہا	1.5
173	طریق السکوت طریق الأسلم	1.6
176	عقیدة أهل السنة والجماعة	باب 2

174	عقيدة مشائخ الطريق رحمهم الله تعالى	2.1
176	موقف أهل السنة من آيات الصفات	2.2
178	<b>مناقشة ابن تيمية في مذهبه</b>	<b>باب 3</b>
178	أولاً: بيان فساد ما ذهب إليه ابن تيمية	3.1
178	عرض حجج الخصم ومناقشتها	3.1.1
180	الدلائل من القرآن	3.2
185	الدلائل من الأحاديث المباركة	3.3
191	رد ابن جهيلّ عليّ ابن تيمية تفصيلاً	3.4
199	نصوص المتشابهات والتاويل فيها	3.5
200	رد شبهات ابن تيمية	3.6
212	<b>واجب المسلم تجاه نصوص الصفات</b>	<b>باب 4</b>
215	فصل: في تنزيه الله تعالى عن الجهة	4.1
215	مقاييس الحق والباطل	4.2
217	براهين نفي الجهة عن الله عز وجل	4.3
217	البرهان الأول	4.3.1
218	البرهان الثاني	4.3.2
218	البرهان الثالث	4.3.3
219	البرهان الرابع	4.3.4
220	تعقيب عليّ براهين نفي الجهة	4.4
220	ماورد من القرآن في نفي الجهة	4.5
221	رد ابن تيمية	4.6
222	الفصل الثاني: في ابطال تمويه المدعي	4.7

## پیش لفظ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْوَاجِبِ وَجُودِهِ وَبِقَاوِهِ. الْمُتَمَتِّعِ تَغْيِيرِهِ وَفَنَائِهِ. الْعَظِيمِ قَدْرُهُ وَاسْتِعْلَاؤِهِ. الْعَمِيمِ نِعْمَاؤُهُ وَالْآوَةِ. الدَّالَّةِ عَلَى وَحْدَانِيَّتِهِ أَرْضِهِ وَسَمَاوِهِ. الْمُتَعَالِيَةِ عَنْ شَوَائِبِ التَّشْبِيهِ وَالتَّعْطِيلِ صِفَاتِهِ وَأَسْمَاؤِهِ. فَاسْتَوَاؤُهُ قَهْرَهُ وَاسْتِعْلَاؤُهُ. وَنَزُولُهُ بَرَّهُ وَعَطَاؤُهُ. وَمَجِيئُهُ حَكْمَهُ وَقَضَاؤُهُ. وَوَجْهَهُ وَجُودُهُ، أَوْ جُودُهُ وَحِبَاؤُهُ، وَعَيْنُهُ حَفْظُهُ، وَعَوْنُهُ اجْتِنَاؤُهُ، وَضَحْكُهُ عَفْوُهُ، أَوْ إِذْنُهُ وَارْتِبَاؤُهُ. وَيَدُهُ إِعْنَامُهُ وَإِكْرَامُهُ وَاصْطِفَاؤُهُ. وَلَا يَجْرِي فِي الدَّارَيْنِ مِنْ أَعْمَالِهِ إِلَّا مَا يُرِيدُهُ وَيَشَاؤُهُ. الْعِظْمَةُ إِزَارُهُ. وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَاؤُهُ.

أَحْمَدُهُ عَلَى جَزِيلِ نِعْمِهِ، وَجَمِيلِ كَرَمِهِ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. أَرْسَلَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ. وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ. صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

أَمَّا بَعْدُ! فَاغْوِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ. (الشورى: ١١)

اسلام مکمل اور جامع دین ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر تکمیل دین اور اتمام نعمت کا اعلان اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ فرمایا:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدہ: ٣)

ترجمہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کر لیا۔

دین اسلام کی تعلیمات اپنی جامعیت کے اعتبار سے دین کے تمام شعبوں عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق پر مشتمل ہیں اور یہی اس کی خوبی ہے۔ وہ انسان کی

پوری زندگی کے لیے راہنمائی کرتا ہے۔ زندگی کا کوئی موڑ اور کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں اس کی ہدایات موجود نہ ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے دین کے تمام شعبوں کے لیے بڑی جامع اور سنہری ہدایات عطا فرمائی ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر ایک انسان صحیح معنی میں کامل انسان بن سکتا ہے۔ دنیا اور آخرت کی فوز و فلاح اور حقیقی کامیابی اسی میں ہے کہ اسلام کی تعلیمات کو پورے طور پر اپنایا جائے۔

اسلام کے تمام شعبوں میں زیادہ اہم شعبہ ایمانیات اور عقائد و نظریات کا شعبہ ہے کیونکہ عقائد تمام اعمال کی بنیاد ہیں۔ اگر عقائد صحیح نہ ہوں تو اعمال بے کار ہیں۔ اس لیے عقائد کا صحیح ہونا انتہائی ضروری ہے۔

عقیدہ و نظریہ کسی بھی مذہب کی وہ بنیاد اور اساس ہے جس پر وہ مذہب قائم ہے۔ اگر عقیدہ متزلزل و مشکوک ہو جائے، تو مذہب کی بنیادیں استوار نہیں رہتیں۔

اسلامی تعلیمات میں بھی عقائد کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ قرآن و سنت میں عقائد کی اصلاح و درستگی پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر آیات قرآنیہ عقائد کی درستگی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ عقائد کی بظاہر معمولی سی غلطی اکثر اوقات دائرہ اسلام سے خروج کا باعث بن سکتی ہے۔ اعمال میں کمی و کوتاہی کا وہ نقصان نہیں ہوتا جو فسادِ عقیدہ کا ہوتا ہے۔

اہل السنۃ و الجماعت در حقیقت ایسے لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کے اعتقادات اور اعمال و مسائل کا محور قرآن حکیم، حضور اکرم ﷺ کی سنت صحیحہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار مبارکہ ہوں اور وہ اپنے عقائد اور اصول حیات اور اخلاق و عبادات میں اسی راہ پر چلتے ہوں جس پر حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام عمر چلتے رہے۔ اس راہ کے مخالف راستے کو بدعت اور ان پر چلنے والوں کو مبتدعین کہا جاتا ہے۔

یقیناً صحیح عقائد وہی ہیں جو اہل السنۃ و الجماعت کے عقائد ہیں۔ اس لیے کہ یہی جماعت نجات پانے والی اور حق پر ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے نجات پانے والی جماعت کے متعلق خود ارشاد فرمایا: ”ما انا علیہ و اصحابی“ الحدیث (جس طریقہ پر میں ہوں اور

میرے صحابہ (ﷺ) ہیں۔ اہل السنّت کے عقائد و نظریات کا اصل ماخذ تو قرآن و سنت نبویہ اور صحابہ کرام (ﷺ) کی تعلیمات ہیں۔ ان تعلیمات کو اپنے اپنے زمانہ میں اکابر علماء کرام بیان کرتے آئے ہیں وہ علم کلام و عقائد کی کتب میں موجود ہیں جو صدیوں سے متواتر طور پر ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتے آرہے ہیں اور قیامت تک (ان شاء اللہ!) یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے گا۔

اسلام میں سب سے زیادہ اہم و اقدم فرض عقائد کی درنگی ہے۔ اس کے بعد عبادات و احکام و فرائض و واجبات اور منہیات وغیرہ، ان کے بعد معاملات کی درنگی، ان کے بعد اخلاق ظاہری و باطنی کی اصلاح، پھر معاشرت ہے۔ مذکورہ بالا ہر اسلامی شعبہ کو اپنے اپنے مرتبہ میں رکھنا بہت ضروری ہے۔ ان میں سے عقائد کو اصول کا درجہ اور دیگر امور کو فروع کا مرتبہ حاصل ہے۔ اسی لیے اصول و عقائد میں سے کسی ایک جز کا بھی انکار اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور احکام میں سے بھی فرائض و واجبات اور منہیات شرعیہ قطعاً میں سے کسی کا انکار اسلام سے خارج کر دیتا ہے، کیونکہ ان کا بھی دین اسلام کا یقینی طور سے جز ہونا متعین ہے۔ البتہ ان میں عمل کی کوتاہی کی وجہ سے اسلام سے خارج نہ ہوگا۔

**توحید:** وحدت سے مشتق ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں فرد اور یگانہ ہے۔ ذات اور صفات میں کوئی اس کا شریک اور سہم نہیں اور علم اور قدرت میں کوئی اس کا ہم پلہ نہیں۔ ایک وہی معبود برحق ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تمام صفات کمال کے ساتھ موصوف ہے اور بے مثل اور بے مثال اللہ تعالیٰ سے صفات کمال کی نفی کرنا یہ تعطیل ہے اور اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ بتانا تشبیہ اور تمثیل ہے اور تعطیل اور تشبیہ دونوں کی نفی توحید ہے۔

علامہ عبدالقادر بغدادی فرماتے ہیں:

فَقَالَ اهل السنّة: قد جاءت السنّة الصّحيحة بأنّ لله تعالى تسعة وتسعين اسماً. وان من احصاها دخل الجنّة. ولم يُرد باحصائها ذكر عددها والعبارة عنها فان الكافر قد يذكرها حاكياً لها ولا يكون من اهل الجنّة وانما

اراد باحصائها العلم بها واعتقاد معانيها من قولهم فلان ذو خصاصة واطابة كذا اذا كان ذا علم وعقل.

(الفرق بين الفرق وبيان الفرق الناجية، ص ۳۲۶، ۳۲۷- تالیف: عبد القاهر بن طاهر بن محمد بن عبد الله البغدادي التميمي الاسفراييني، ابو منصور (التونسي) ۳۲۹ھ)۔ الناشر: دار الآفاق الجديدة، بيروت، ۱۹۷۷ء)

اہل السنّت فرماتے ہیں: صحیح حدیث میں ہے: ”اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) نام ہیں جو ان کو یاد کرے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔“ مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو مانے۔ اس کی ذات کو قدیم اور ازلی اور یکتا مانے اور اس کو موصوف بہمہ اسماء وصفات جانے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام صفات کاملہ کے ساتھ موصوف ہے، وہ مؤمن ہے اور جنت میں داخل ہوگا۔ ایمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان تمام صفات کاملہ پر ایمان لائے جن کا اس حدیث میں ذکر ہے۔

علم العقائد میں سب سے زیادہ اہم درجہ توحید ذات و صفات کا ہے۔ جس کو سمجھنے اور یقین کرنے کے لیے کمال علم و عقل ضروری ہے۔ اس لیے جو لوگ علم و عقل کے لحاظ سے کم ماہ تھے، وہی اس گتھی کو سلجھانے سے زیادہ عاجز رہے۔

اسلام میں سب سے بنیادی عقیدہ ”توحید“ ہے۔ اس ناچیز کی اس بارے میں ایک نہایت ہی مفید اور جامع کتاب: **عِقْدُ الْجِدِّ فِي عَقِيدَةِ التَّوْحِيدِ** (عقیدہ توحید) ہے۔ توحید کا ایک دوسرے عنوان ”صفات باری تعالیٰ“ ہے۔ اس میں میری یہ پانچ کتابیں ہیں:

1 **إيضاح الدليل في صفات الربّ الجليل:** ”صفات باری تعالیٰ اور مسلک اہل السنّت والجماعت“

2 **التنزيه في الردّ على أهل التشبيه في قوله تعالى: الرحمن على العرش استوى** ”استواء علی العرش“

3 **أحسن البيان في تنزيه الله عن الجهة والمكان:** ”اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں“

4 التَّنْزِيَهُ فِي الرَّدِّ عَلَى عَقَائِدِ أَهْلِ التَّجْسِيمِ وَالتَّشْبِيهِ: "صفات تشابہات اور غیر مقلدین کے عقائد"

5 روشن حقائق اردو ترجمہ: "الْحَقَائِقُ الْجَلِيَّةُ فِي الرَّدِّ عَلَى ابْنِ تَيْمِيَّةٍ فِي مَا أوردَهُ فِي الْفُتُوَى الْحَمَوِيَّةِ". مصنف علامہ ابن چہبل

یہ کتاب: "الحقائق الجلیة" چونکہ حافظ ابن تیمیہ کے رد میں ان کے ہم عصر علامہ ابن چہبل نے لکھی ہے۔ اس میں تقریباً انہی دلائل کا رد کیا گیا ہے جن کو آج کل غیر مقلدین اور ان کے ہم نوا پیش کرتے ہیں۔ علامہ ابن چہبل نے بہت ہی عمدہ پیرائے میں اہل السنۃ والجماعت کے عقائد کو بیان کیا ہے اور ساتھ ہی حافظ ابن تیمیہ کے پیش کردہ دلائل کا رد بھی کیا ہے۔

## تحقیق و ترجمہ میں پیش نظر امور

۱ اس کتاب کی تحقیق اور ترجمہ کرتے ہوئے حتی الامکان تصحیح کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ طباعت کی اغلاط کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۲ آیات و احادیث کی تخریج کی گئی ہے۔ پوری آیات اور احادیث کا پورا متن مع حوالہ جات دیا گیا ہے۔

۳ بعض جگہ مشکل اور منعلق عبارات کو حل کیا گیا ہے۔ وہاں "تشریح" کا عنوان لکھا دیا ہے۔ اسی طرح بعض آیات کی تشریحات کتب تفسیر بھی نقل کر دی گئی ہیں۔

۴ بعض جگہ حافظ ابن تیمیہ کی کتاب سے بھی عبارات کو نقل کر کے اس کو جواب دیا گیا ہے۔

۵ ترجمہ با محاورہ اور سلیس زبان میں کیا گیا ہے۔

اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

حصہ اول میں علامہ ابن چہبل کی کتاب: "الحقائق الجلیة فی الرد علی ابن تیمیة فیما اوردہ فی الفتوی الحمویة" کا اردو ترجمہ بنام "روشن حقائق" پیش کیا گیا



ہے۔ مضمون کی مناسبت سے موزوں عنوان بھی لگائے گئے ہیں۔ آیات و احادیث کی تخریج بھی کی گئی ہے۔ چند مشکل مقامات کی تشریح بھی کی گئی ہے۔ آسانی کے لیے اس حصہ کو چار (۴) ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔

باب 1 میں مقدمہ میں بعض اہم امور کو بیان کیا گیا ہے۔  
باب 2 میں مذہب اہل السنّت والجماعت اور بعض مشائخ طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ کے عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے۔

باب 3 میں حافظ ابن تیمیہ کے مذہب کے بارے میں مناقشہ کو بیان کیا گیا ہے۔

باب 4 میں نصوص صفات کے متعلق مسلمان کے عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔

حصہ دوم میں علامہ ابن جہل کی کتاب: "الحقائق الجلیة فی الرد علی ابن تیمیة فیما أوردہ فی الفتوی الحمویة" کا عربی متن پیش کیا ہے۔ بعض جگہ عنوانات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اسے ذریعہ نجات اخروی بنائے۔

آمین ثم آمین!

اعجاز احمد اشرفی

جمعرات، ۲۲۔ ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۸۔ ستمبر ۲۰۱۴ء

## مقدمہ

مقدمہ میں چند امور بیان کیے جاتے ہیں۔

### 0.1: علم اصول و عقائد کی تاریخ

علم اصول و عقائد کی تاریخ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام، ائمہ اربعہ اور اصحاب ائمہ کے دور تک زیادہ ضرورت پیش نہ آنے کے باعث بہت کم مسائل کی تحقیق و تنقیح ہو سکی تھی۔ البتہ بعد کے حضرات نے حسب ضرورت و اہمیت زیادہ توجہ کی۔ چنانچہ حضرت امام احمد کے بعد علامہ محدث محمد بن یحییٰ ذہلی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۵۹ھ) تلمیذ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تلفظ بالقرآن والی مساحت بھی برداشت نہ کر سکے۔ اور اعلان کر دیا کہ لفظی بالقرآن مخلوق کہنے والا بھی مبتدع ہے۔ اس طرح استاذ محترم کی طرف سے اپنے وقت کے امام حدیث بلکہ امیر المؤمنین فی الحدیث کو ابتداء کا داغ لگ گیا کیونکہ باب عقائد میں بال کی کھال نکالی جاتی ہے اور کسی کے ساتھ ادنیٰ رعایت بھی نہیں کی جاتی۔

امام ذہلی کے بعد اکابرین میں سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۲۲ھ) نے عقائد پر مستقل کتابیں: عقیدۃ الطحاوی، کتاب فی النحل و احکامہا ۴۰ جزو، تالیف کیں۔ پھر ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۲۴ھ) نے ”ابانۃ، مقالات الاسلامیین“ وغیرہ کتابیں لکھیں۔ پھر علامہ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۳۳ھ) نے تمام مسائل اصول و عقائد پر عمدہ کتابیں لکھیں۔

ان کے بعد مندرجہ ذیل حضرات کبار محدثین و متکلمین و محققین امت کی خدمات سامنے آئیں۔ علامہ ابوالقاسم لاکائی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۱۸ھ)، شیخ ابوالخضر اسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۱۸ھ)، علامہ ماروردی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۵۰ھ)، علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۵۸ھ)، علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۶۳ھ)، علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۶۵ھ)، علامہ ابوالمنظر اسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۷۱ھ)، جن کی التہمیر فی الدین علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیقات کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ نہایت مفید کتاب

ہے)، علامہ باجی (التونى ۲۷۶ھ)، امام الحرمین شافعی (التونى ۲۷۸ھ، استاذ امام غزالی)، شیخ الاسلام ہروی (التونى ۲۸۸ھ)، امام غزالی (التونى ۵۰۵ھ)، علامہ کلوزائی (التونى ۵۱۰ھ)، علامہ ابن عقیل حنبلی (التونى ۵۱۳ھ)، قاضی عیاض (التونى ۵۲۳ھ)، علامہ ابوبکر بن العربی (التونى ۵۳۶ھ، مصنف عارضۃ الاحوذی شرح سنن الترمذی، العواصم والقواصم)، علامہ ابن جوزی حنبلی (التونى ۵۹۷ھ)، علامہ موفق الدین بن قدامہ حنبلی (التونى ۶۲۰ھ)، علامہ ابن نقطہ حنبلی (التونى ۶۲۹ھ)، علامہ عزالدین بن عبد السلام (التونى ۶۶۰ھ، انہوں نے متاخرین حنابلہ کے ابتداء حرف و صوت کے خلاف احقاق حق کیا)، علامہ فضل اللہ توربشتی (التونى ۶۶۶ھ)، علامہ قرطبی (التونى ۶۶۵ھ)، علامہ نووی (التونى ۶۷۶ھ)، علامہ نسفی (التونى ۶۸۶ھ) وغیرہ۔

## 0.2: حافظ ابن تیمیہ کے تفردات

ان سب اکابر امت نے جن مسائل اصول و عقائد کے محققانہ فیصلے کر دیئے تھے، حافظ ابن تیمیہ (التونى ۷۲۸ھ) نے آکر ان سب کو الٹ پلٹ دیا اور بہت سے اہم معتقدات میں اپنی الگ رائے قائم کر لی اور اپنے تفردات پر اس قدر سختی سے جم گئے کہ کسی کی نہ سنی۔ ہر فرد کے ساتھ بڑے بڑے دعوے کیے جو ثابت نہ ہو سکے۔ اپنی تائید میں بڑوں کے اقوال پیش کیے تو وہ صحیح نہ نکلے۔ اپنے نظریات خلاف جمہور کے لیے ضعیف اور شاذ و منکر احادیث کا سہارا لیا اور دوسروں کی حسن و ضعیف حدیثوں کو باطل قرار دیا جس کے لیے حافظ ابن حجر عسقلانی "کی شہادت کافی ہے کہ حافظ ابن تیمیہ نے رد شیعہ کے زور میں آکر احادیث زیاد (عمدہ و معتبر روایات) کو بھی رد کر دیا (لسان المیزان ج ۶ ص ۳۱۹)۔

حافظ ابن تیمیہ نے امام الحرمین اور حجۃ الاسلام امام غزالی کی تکفیر کی بلکہ ان کے کفر کو یہود و نصاریٰ کے کفر سے بھی سخت بتلایا۔ تمام علمائے مذہب اور سلاطین مصر و شام وغیرہ نے حافظ ابن تیمیہ سے متفقہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ آیات و صفات باری تعالیٰ سے تعرض نہ کریں اور ان کے بارے میں اپنے متفرد نظریات لوگوں میں نہ پھیلائیں۔

بقول حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حافظ ابن تیمیہؒ ہی کے زمانہ میں بڑے بڑے علماء مصر و شام و مغرب نے ان کے تفرّد کا رد کیا تھا اور ان کے تفرّدات علماء اہل سنت کی نظر میں مردود تھے، تو ان کی مخالفت پر اب کیا رد و قدح کا موقع ہے؟ جب حافظ ابن تیمیہؒ کی نظر میں امام الحرمینؒ اور امام غزالیؒ کے عقائد کفریہ تھے اور تمام علماء وقت کے متفقہ مطالبہ کو ٹھکرا کر ان سب کو بھی مرتد و زندیق بتلایا گیا تو کیا ہمارے واسطے اس امر کی کھوج لگانا ضروری نہیں ہو جاتی کہ حافظ ابن تیمیہؒ اور ان کے مقابل جمہور علماء متقدمین و متاخرین کے باہم اختلاف اتنا شدید کیسے ہوا؟ اور بنیادی نکات اختلاف کیا کیا ہیں؟ اور آج جو تفرّدات حافظ ابن تیمیہؒ کی طرف دعوت عام بڑے وسیع پیمانے پر دی جا رہی ہے۔ اس سے جمہور امت کے مسلک پر کیا کچھ اثرات پڑیں گے؟ ظاہر ہے کہ ان سے غفلت برتنا سخت مضر ہوگا (انوار الباری ج ۱۴ ص ۱۵، ۱۶)۔

### 0.3:۔ کچھ کتاب: ”الفتویٰ الحمویة“ کے بارے میں

حافظ ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) کے مفصل عقائد کا بیان اور ان کا رد میری دوسری کتاب: ”التَّنْزِيْهُ فِي الرَّدِّ عَلَى عَقَائِدِ أَهْلِ التَّجْسِيْمِ وَالتَّشْبِيْهِ: ”صفات تشابہات اور غیر مقلدین کے عقائد“ میں موجود ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے شاگرد ابن عبدالبہادی (المتوفی ۷۴۳ھ) لکھتے ہیں:

وَلِهَ الحُمُوِيَةِ الكُبْرَى وَالحُمُوِيَةِ الصُّغْرَى. فَأَمَّا الحُمُوِيَةُ الكُبْرَى فَأَمْلَاهَا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ. وَهِيَ جَوَابٌ عَن سُّؤَالٍ وَرَدَ مِنْ حِمَاةِ سَنَةِ ثَمَانٍ وَتَسْعِينَ وَسِتْمِائَةَ. وَجَرَى بِسَبَبِ تَأْلِيفِهَا أُمُورٌ وَمَحَنٌ وَتَكَلَّمَ الشَّيْخُ فِيهَا عَلَى آيَاتِ الصُّفَاتِ وَالْأَحَادِيثِ الْوَارِدَةِ فِي ذَلِكَ.

(العقود الدرية من مناقب شيخ الإسلام أحمد بن تيمية، ص ۸۳.)

المؤلف: شمس الدين محمد بن أحمد بن عبد الهادي بن يوسف الدمشقي الحنبلي (المتوفى ۷۴۴ھ). المحقق: محمد حامد الفقي. الناشر: دار الكاتب العربي، بيروت)

ترجمہ حافظ ابن تیمیہ کی تصانیف میں بھی الحمویۃ النکبریٰ والحمویۃ الصغریٰ ہیں۔ الحمویۃ النکبریٰ کو ظہر اور عصر کے درمیان میں الملاء کروایا۔ یہ جواب ہے ایک سوال کے صفات کے متعلق جو شہر حماة (ملک شام کے ایک شہر کا نام ہے) سے ۶۹۸ھ میں آیا تھا۔ اس تالیف کی وجہ سے حافظ ابن تیمیہ کو کئی امور اور مصائب کا سامنا پڑا۔ حضرت شیخؒ نے اس میں آیات صفات اور احادیث صفات پر کلام کیا ہے۔

## 0.4: حافظ ابن تیمیہ کو کتاب: ”الفتویٰ الحمویۃ“

### کی وجہ سے قید و بند کی صعوبتیں

اس فتویٰ میں حافظ ابن تیمیہ نے متکلمین پر طعن کیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت علویٰ اور پر کی طرف میں ہیں۔ اس فتویٰ کے سبب سے فقہاء کی ایک جماعت حافظ ابن تیمیہ کے مخالف ہو گئی۔ آپ سے مباحثہ کیا گیا ہے۔ اور آئندہ فتویٰ دینے سے روک دیا گیا۔ قید و بند کی صعوبتوں سے کئی دفعہ دوچار بھی ہونا پڑا۔ علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:

وَلَمَّا وَقَعَ مِنْ ابْنِ تَيْمِيَّةٍ فِي الْمَسْئَلَةِ الْحَمَوِيَّةِ مَا وَقَعَ. وَعَقْدَ لَهُ الْمَجْلِسِ بَدَارِ السُّعَادَةِ بَيْنَ يَدَيِ الْأَمِيرِ تَنْكُزَ. وَجَمَعَتِ الْعُلَمَاءُ، أَشَارُوا بِأَنَّ الشَّيْخَ الْهِنْدِيَّ يَحْضُرُ فَحَضَرَ. وَكَانَ الْهِنْدِيُّ طَوِيلَ النَّفْسِ فِي التَّقْرِيرِ. إِذَا شَرَعَ فِي وَجْهِ يَقْرُرُهُ لَا يَدْعُ شُبْهَةً وَلَا اعْتِرَاضًا إِلَّا قَدْ أَشَارَ إِلَيْهِ فِي التَّقْرِيرِ، بِحَيْثُ لَا يَتِمُّ التَّقْرِيرُ إِلَّا وَقَدْ بَعْدَ عَلَى الْمُعْتَرِضِ مَقَاوِمَتَهُ. فَلَمَّا شَرَعَ يَقْرُرُ أَخَذَ ابْنُ تَيْمِيَّةٍ بِعَجَلٍ عَلَيْهِ عَلَى عَادَتِهِ وَيَخْرُجُ مِنْ شَيْءٍ إِلَى شَيْءٍ. فَقَالَ لَهُ الْهِنْدِيُّ: مَا أَرَاكَ يَا ابْنَ تَيْمِيَّةَ! إِلَّا كَالْعَصْفُورِ حَيْثُ أَرَدْتَ أَنْ أَقْبِضَهُ مِنْ مَكَانٍ، فَرِإِلَى مَكَانٍ آخَرَ. وَكَانَ الْأَمِيرُ تَنْكُزَ يَعْظُمُ الْهِنْدِيَّ وَيَعْتَقِدُهُ. وَكَانَ الْهِنْدِيُّ شَيْخَ الْحَاضِرِينَ كُلِّهِمْ. فَكُلُّهُمْ صَدَرَ عَنْ رَأْيِهِ. وَحَسِبَ ابْنُ تَيْمِيَّةٍ بِسَبَبِ تِلْكَ الْمَسْئَلَةِ. وَهِيَ الَّتِي تَضَمَّنَتْ قَوْلَهُ بِالْجَهَةِ. وَتَوَدَّى عَلَيْهِ فِي الْبَلَدِ وَعَلَى

أصحابه وعزلوا من وظائفهم.

(طبقات الشافعية الكبرى، ج ۹ ص ۱۶۳، ۱۶۴. المؤلف: تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين السبكي (المتوفى ۷۷۰ھ). المحقق: د. محمود محمد الطناحي. د. عبد الفتاح محمد الحلوي. الناشر: هجر للطباعة والنشر والتوزيع. الطبعة: الثانية ۱۴۱۳ھ)

ترجمہ جب مسئلہ حمویہ حافظ ابن تیمیہ سے وقوع میں آیا جو آیا۔ تو دارالسعادت میں امیر تیکز (سیف الدین) کے سامنے اس کے لیے ایک مجلس منعقد کی گئی، اور علماء جمع کیے گئے۔ انہوں نے شیخ ہندی کے بلانے کا مشورہ دیا۔ پس شیخ موصوف حاضر ہوئے۔ شیخ ہندی تقریر میں طویل الکلام تھے۔ جب کسی وجہ سے تقریر شروع کرتے۔ تو اثناء تقریر میں کسی شبہ یا اعتراض کو ذکر کیے بغیر نہ چھوڑتے۔ جب تقریر ختم ہوتی، تو معترض کے لیے آپ کا مقابلہ دشوار ہوتا۔ جب آپ نے تقریر شروع کی۔ تو ابن تیمیہ حسب عادت جلدی کرنے لگے۔ ایک شے سے دوسری شے کی طرف نکلنے لگا۔ شیخ ہندی نے کہا: ابن تیمیہ! میں تجھے صرف ایک چڑیا کی مثل دیکھتا ہوں جسے ایک جگہ سے پکڑنا چاہتا ہوں، تو سو درجہ پھدک جاتی ہے۔ امیر تیکز شیخ ہندی کی تعظیم کیا کرتا تھا اور اس کا معتقد تھا۔ اور شیخ ہندی تمام حاضرین کا شیخ تھا۔ سب نے حافظ ابن تیمیہ کی رائے سے رجوع کیا۔ حافظ ابن تیمیہ اس مسئلہ کے سبب قید ہوا۔ یہی وہ مسئلہ ہے جس میں مذکور ہے کہ حافظ ابن تیمیہ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کا قائل ہے۔ حافظ ابن تیمیہ اور اس کے اصحاب کے خلاف شہر میں ڈھنڈورا پیٹوایا گیا اور وہ اپنی ملازمتوں سے معزول کیے گئے۔“

## 0.5: حافظ ابن تیمیہ کے بارے میں فرمان سلطانی

جو فرمان جامع دمشق میں سنایا گیا وہ کئی اور جگہ بھی پڑھ کر سنایا گیا۔ چنانچہ شیخ محمد زاہد کوثری یوں لکھتے ہیں:

”فرامین سلطانی جو اکابر علماء وقت کے سامنے محاکمہ کے بعد ابن تیمیہ کے حق میں صادر ہوئے۔ وہ کتب تاریخ اور خاص کتابوں (مثل عیون التواریخ، نجم المجدی اور دوح الشہب

وغیرہ) میں منقول ہیں۔ میں ان میں سے ایک یہاں نقل کرتا ہوں۔ یہ فرمان حافظ شمس الدین بن طولون کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ جیسا کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔

## نسخہ فرمان شریف سلطانی ملکی مورخہ ۲۸ رمضان ۱۰۵۰ھ

سب سائنس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو شبیہ و نظیر سے پاک ہے اور مثال سے برتر ہے۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ. وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوریٰ: ۱۱)

ترجمہ کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔ اس کی حمد کرتے ہیں کہ اس نے ہمارے دل میں کتاب و سنت پر عمل کرنا ڈال دیا اور ہمارے زمانے میں شک و شبہ کو دور کر دیا اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ مثل شہادت اس شخص کے جو اخلاص کے ساتھ حسن عاقبت کا امیدوار ہو اور اپنے خالق کو ایک جہت میں محدود ہونے سے پاک سمجھتا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ. وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ. (الحديد: ۴)

ترجمہ اور تم جہاں کہیں ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کام بھی تم کرتے ہو، اللہ اس کو دیکھتا ہے۔

جنہوں نے اللہ کی رضا کے طریق کے سالک کے لیے نجات کا طریقہ بتا دیا اور خدائی نعمتوں میں غور و فکر کا حکم دیا اور اس کی ذات میں تفکر سے منع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا درود ہو آپ پر اور آپ کے آل و اصحاب پر، جن کے ذریعہ سے ایمان کا مینار بلند ہو گیا اور قواعد شریعت مضبوط ہو گئے اور گل ہو گیا کلمہ اس کا جس نے حق سے انحراف کیا۔ اور بدعتوں کی طرف مائل ہوا۔

اما بعد! شریعت کے عقائد اور اسلام کے قواعد اور ایمان کے عالی ارکان اور دین کے مذاہب مرضیہ بنیاد ہیں، جن پر بنا کرنی چاہیے اور مرجع ہیں جس کی طرف ہر ایک کو رجوع کرنا چاہیے اور طریق ہیں کہ جو ان پر چلا، بڑا کامیاب ہو اور جو ان سے منحرف ہو وہ عذاب الیم کا مستوجب ہوا۔ اس لیے واجب ہے کہ ان کے احکام جاری کیے جائیں اور ان کے دوام کی تاکید کی جائے اور اس ملت کے عقائد اختلاف سے بچائے جائیں اور اتفاق سے مزین کیے جائیں۔

بدعتوں کے شعلے بجھائے جائیں اور ان کے فرقوں سے جو جمع ہیں، پراگندہ کر دیئے جائیں۔  
 تقی الدین ابن تیمیہؒ نے اس زمانہ میں اپنے قلم کی زبان دراز کی اور اپنے کلمات کی  
 باگ ڈھیلی چھوڑ دی۔ اور صفات و ذات کے مسائل میں کلام کیا۔ اور اپنے کلام میں غیر مشروع  
 امور کو ظاہر کیا۔ اور کلام کیا اس میں جس میں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ خاموش رہے۔ اور زبان  
 سے وہ کلام کیا جس سے سلف صالحینؒ نے پرہیز کیا اور اس بارے میں وہ کچھ سامنے لایا جسے ائمہ  
 اسلام نے بڑا ہی منکر اور ناپسندیدہ جانا ہے، اور جس کے خلاف پر علماء و حکام کا اجماع منعقد  
 ہو گیا۔ اور اس کے فتاویٰ سے مشہور ہوا وہ جسے بندوں کی عقلوں نے سبک سمجھا۔ اس بارے میں  
 اس نے اپنے ہم عصر علماء اور فقہائے شام و مصر کی مخالفت کی۔ اور اپنے رسالے ہر جگہ بھیجے اور  
 اپنے فتاویٰ کو ایسے ناموں کے ساتھ نامزد کیا جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔

جب ہمیں یہ اطلاع پہنچی کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے حق میں حرف و صوت اور تجسیم  
 کی صراحت کر دی ہے، تو ہم اس بڑی خبر سے ڈر کر اللہ تعالیٰ کے واسطے اُٹھے۔ ہم نے اس بدعت  
 کا انکار کیا اور ہمیں یہ بات بڑی ناگوار گزری کہ یہ عمل ان اشخاص کی طرف سے شائع ہو جو ہماری  
 سلطنت میں ہیں۔ ہم نے اس بات کو بڑا ہی اوپڑا اور منکر جانا جو ان باطل لوگوں نے زبان سے  
 نکالا۔ اور ہم زبان پر لائے اللہ تعالیٰ کا قول:

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ. (الصف: ۱۸۰)

ترجمہ تمہارا پروردگار، عزت کا مالک، اُن سب باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بناتے ہیں!  
 کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں عدیل و نظیر سے پاک ہے۔ فرمان باری تعالیٰ  
 ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ. وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ.  
 (الانعام: ۱۰۳)

ترجمہ نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں، اور وہ تمام نگاہوں کو پالیتا ہے۔ اس کی ذات اتنی ہی لطیف  
 ہے، اور وہ اتنا ہی باخبر ہے۔

ہمارے فرامین تقی الدین ابن تیمیہؒ کو اپنے دروازے پر بلانے کے لیے صاوار



ہوئے، جب کہ اس کے فتاویٰ شام و مصر میں شائع ہوئے۔ ان میں اس نے ایسے الفاظ کے ساتھ تصریح کی کہ جس عقل مند نے ان کو سنا، یہ آیت پڑھ دی:

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا نُكْرًا. (الکہف: ۷۳)

ترجمہ یقیناً آپ نے بڑی بے جا حرکت کی ہے۔

جب وہ حاضر ہوا۔ ہم نے اہل حل و عقد اور اصحاب تحقیق و نقل کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ قضاة و حکام و علماء و فقہاء حاضر ہو گئے۔ اور انہوں نے اس کے لیے ائمہ کے گروہ اور جماعت میں ایک مجلس شرع منعقد کی۔ اس وقت وہ سب جو اس کی طرف منسوب تھا، ثابت ہو گیا۔ خود اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے سے، جس سے اس کا بڑا عقیدہ ظاہر تھا، وہ مجلس برخواست ہوئی، اس حال میں کہ وہ اس پر اور اس کے برے عقیدے پر انکار کرنے والے تھے۔ اور اس کا مواخذہ کر رہے تھے، اس امر پر جس پر اس کا قلم شاہد تھا۔ اور وہ کہہ رہے تھے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

سَتَكْتَبُ شَهَادَتَهُمْ وَيُسْأَلُونَ (الزخرف: ۱۹)

ترجمہ ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جائے گا، اور ان سے باز پرس ہوگی۔

ہم نے سنا کہ پہلے بھی کئی بار اس سے توبہ کرائی گئی۔ شرع نے اسے مہلت دی، جب اس نے یہ اقدام اٹھایا۔ مگر وہ منع کے بعد باز نہ آیا اور وہ نواہی اس کے کان میں نہ پہنچے۔ جب قاضی مالکی کی مجلس میں اس کا جرم ثابت ہو گیا۔ تو شریعت کا حکم ہے کہ ایسے شخص کو قید کیا جائے اور تصرف و ظہور سے منع کیا جائے۔ لہذا ہم آج سے حکم دیتے ہیں کہ کوئی شخص اس کے مسلک پر نہ چلے۔ اور منع کرتے ہیں اس سے کوئی ایسے اعتقاد میں اس کا مشابہ ہو، یا اس قول میں اس کا تبع ہو، یا ان الفاظ کے قبول کرنے والا بنے، یا تجسیم میں اس کے طریقہ پر چلے، یا خاص جہتِ علوی میں محدود کرے جیسا کہ اس نے کہہ دیا، یا کوئی انسان صوت یا حرف میں کلام کرے، یا ذات یا وصف میں کلام کو فراخ کرے، یا تجسیم کے ساتھ کلام کرے، یا صراطِ مستقیم سے انحراف کرے، یا ائمہ کی رائے سے نکل جائے اور علماء امت سے منفرد ہو جائے، یا اللہ تعالیٰ کو ایک جہت میں محدود بتائے، یا حیث و کیف کے ساتھ پیش آئے جو اس مجموعہ کا عقیدہ رکھتا ہو اس کے لیے ہمارے پاس

سوائے تلوار کے اور کچھ نہیں ہے۔

پس ہر شخص اس حد پر قائم رہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہے امر پہلے اور پیچھے۔ تمام حنا بلہ کو چاہیے کہ اس عقیدے سے جسے ائمہ نے بہت ہی بڑا اور اوپر کہا ہے، رجوع کرے اور ان تشبیہات شریکہ کو چھوڑ دے اور امر الہی کو لازم پکڑے اور اہل مذاہب حمیدہ سے تمسک کرے کیونکہ جس نے امر الہی کو چھوڑ دیا وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا اور اس کا ٹھکانا سوائے کسی قید کے اور کچھ نہیں۔ اس لیے ہم نے لکھ دیا ہے کہ دمشق و بلادِ شام اور ان جہات میں سخت ممانعت اور تخویف و تہدید کے ساتھ منادی کر دی جائے کہ اس امر میں جس کی ہم نے وضاحت کر دی ہے کوئی تقی الدین ابن تیمیہ کی پیروی نہ کرے۔ اور جو اس کی پیروی کرے گا ہم اسے ابن تیمیہ کی طرح جیل میں ڈال دیں گے۔ اور اُمت کی نظروں سے گرا دیں گے جیسا کہ ہم نے اسے گرا دیا ہے۔ جو لوگ باز رہنے سے روگردانی کریں اور ٹال مٹول سے کام لیں۔ ہم نے حکم دے دیا ہے کہ وہ مدارس اور مناصب سے معزول کر دیئے جائیں اور اپنے مراتب سے گرا دیئے جائیں۔ اور ان کے لیے ہمارے شہروں میں نہ حکم لیتے رہیں۔ نہ قضا، نہ امامت، نہ شہادت، نہ ولایت اور نہ اقامت۔ کیونکہ ہم نے اس بدعتی کی دعوت اپنے شہروں سے زائل کر دی ہے۔ اور اس کے عقیدہ کو جس سے لوگ گمراہ ہوئے یا ہونے کو تھے، باطل کر دیا ہے۔ حنا بلہ سے اس عقیدہ سے رجوع کے متعلق محاضر شرعیہ لکھائیں جائیں جو قاضیوں کی مہر و دستخط سے مزین ہو کر ہمارے پاس آنے چاہیں۔ ہم معذور ہیں۔

ہم نے نصیحت کر دی اور ہم نے انصاف کیا ہے کہ لوگوں کو ڈرا دیا ہے۔ چاہیے کہ ہمارا یہ فرمان منبروں پر پڑھا جائے تاکہ یہ کمال درجہ کا واعظ و زاجر اور نہایت عمدہ آمر و ناہی ہو اور اعتماد اس خط شریف پر ہے جس کے اوپر الحمد للہ ہے۔ صلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وسلم۔  
(العقیدۃ و علم الکلام ص ۵۰۱، ۵۰۲۔ طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

## 0.6: حافظ ابن تیمیہ کی توبہ کا حال

حافظ ابن حجر نے حافظ ابن تیمیہ کی توبہ کا حال یوں بیان کیا ہے:

وَلَمْ يَزَلْ ابْنُ تَيْمِيَّةٍ فِي الْحَبِّ إِلَى أَنْ شَفَعَ فِيهِ مَهْنَا أَمِيرِ آلِ فُضَلٍ

فَأُخْرِجَ فِي رَبِيعِ الْأَوَّلِ فِي الثَّلَاثِ وَعَشْرِينَ مِنْهُ وَاحْتَضَرَ إِلَى الْقَلْعَةِ  
وَوَقَعَ الْبَحْثَ مَعَ بَعْضِ الْفُقَهَاءِ. فَكُتِبَ عَلَيْهِ مُحَضَّرٌ بِأَنَّهُ قَالَ: أَنَا  
أَشْعَرِي. ثُمَّ وَجَدَ خَطَّهُ بِمَا نَصَّه الَّذِي اعْتَقَدَ: أَنَّ الْقُرْآنَ مَعْنَى قَائِمٍ  
بِذَاتِ اللَّهِ وَهُوَ صِفَةٌ مِنْ صِفَاتِ ذَاتِهِ الْقَدِيمَةِ وَهُوَ غَيْرُ مَخْلُوقٍ وَكَيْسَ  
بِحَرْفٍ وَلَا صَوْتٍ. وَأَنَّ قَوْلَهُ: "الرُّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى" كَيْسَ  
عَلَى ظَاهِرِهِ وَلَا أَعْلَمُ كَنَّهُ الْمُرَادُ بِهِ بَلَّ لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللَّهُ وَالْقَوْلُ فِي  
النُّزُولِ كَالْقَوْلِ فِي الْاِسْتَوَاءِ. وَكُتِبَ أَحْمَدُ بْنُ تَيْمِيَّةٍ ثُمَّ أَشْهَدُوا عَلَيْهِ  
أَنَّهُ تَابَ مِمَّا يُنَافِي ذَلِكَ مُخْتَارًا وَذَلِكَ فِي خَامِسِ عَشْرَى رَبِيعِ  
الْأَوَّلِ سَنَةِ ٤٠٤ هـ وَشَهِدَ عَلَيْهِ بِذَلِكَ جَمْعٌ جَمَّ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَغَيْرِهِمْ  
وَسَكَنَ الْحَالُ وَأَفْرَجَ عَنْهُ وَسَكَنَ الْقَاهِرَةَ.

(الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة، ج ١ ص ١٤٢، ١٤٣. المؤلف: أبو

الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (التونسي

٨٥٢ هـ). المحقق /مزاينة: محمد عبد المعيد ضان. الناشر: مجلس دائرة

المعارف العثمانية، حيدرآباد، الهند. الطبعة: الثانية، ١٣٩٢ هـ)

ترجمہ حافظ ابن تیمیہ نجیل کے کنویں میں ہی قید رہے یہاں تک مہنا (حسام الدین مہنا

بن عیسیٰ بن مہنا امیر آل فضل، التونسی ٤٣٥ هـ) امیر آل فضل نے ان کے

بارے میں شفاعت کی، تو ان کو تیس (٢٣) ربیع الاول کو نجیل سے رہا کیا گیا اور ان کو

قلعہ میں لایا گیا تو وہاں بعض فقہاء سے ان کا بحث و مباحثہ ہوا، تو وہاں ایک محضرت نامہ

تیار کیا گیا جس کا مضمون یہ تھا:

1 میں اشعری ہوں۔

پھر ان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی یہ تحریر پائی گئی۔

2 میں اس کا اعتقاد رکھتا ہوں: "قرآن مجید کا معنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم

ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی ذات کی قدیمی اور ازلی صفات میں سے ہے۔ قرآن

مجید مخلوق نہیں ہے۔ یہ حرف بھی نہیں ہے اور نہ صوت۔

3 اور جس چیز کا میں اعتقاد رکھتا ہوں اس بارے میں جو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى. (سورت طہ: ۵)

ترجمہ وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے۔

اس آیت میں استواء اپنے ظاہر پر نہیں ہے۔ میں اس کی مراد کی گنہ اور حقیقت کو نہیں جانتا، بلکہ اس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی نہیں جانتا۔

4 نزول باری تعالیٰ کے بارے میں وہی قول ہے جو استواء کے بارے میں ہے۔

اس عبارت کو احمد ابن تیمیہ نے لکھا ہے۔

پھر تمام لوگ اس پر گواہ بنے کہ ابن تیمیہ نے اس کے منافی عقائد سے توبہ کر لی ہے۔ اور اب یہی اس کا مختار عقیدہ ہے۔ یہ تحریر بہ تاریخ پچیس (۲۵) ربیع الاول ۷۰۷ھ کو لکھی گئی۔ اس تحریر پر علمائے کرام کے ایک جم غفیر نے گواہی دی ہے۔ تو ان سے تمام قیود کو ہٹا لیا گیا اور وہ قاہرہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔

اس کی کچھ تفصیل میری دوسری کتاب: التَّنْزِيْهُ فِي الرَّدِّ عَلَى عَقَائِدِ أَهْلِ التَّجْسِيْمِ وَالتَّشْبِيْهِ: "صفات متشابہات اور غیر مقلدین کے عقائد" میں موجود ہے۔

## 0.7: حافظ شمس الدین ذہبیؒ کا نصیحت آموز خط

علامہ ذہبیؒ نے ایک ناصحانہ خط حافظ ابن تیمیہؒ کو لکھا ہے۔ اس کے بعض جملے ملاحظہ فرمائیں:

تم کب تک اپنے بھائی کی آنکھ کے چمکے کو دیکھو گے، اور اپنی آنکھ کے شہتیر کو بھول جاؤ گے۔ کب تک آپ اپنی تعریف کرتے رہو گے اور علماء کی مذمت کرتے رہو گے؟

تم بیوے ہی کٹ حجت اور چرب زبان ہو، نہ تمہیں قرار ہے اور نہ تمہیں نیند ہے۔ دین میں غلطیاں کرنے سے بچو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنی امت میں مجھے سب سے زیادہ ڈرا اس شخص سے ہے جو دوڑ خا اور چرب زبان ہو۔

تم کب تک ان فلسفیانہ باتوں کی اڈھیڑ میں لگے رہو گے تاکہ ہم اپنی عقل سے ان کی تردید کرتے رہیں؟ تم نے کب فلسفہ کا اتنا زیادہ مطالعہ کیا کہ ان کا زہر تمہارے

جسم میں سرایت کر گیا اور زہر کے زیادہ استعمال سے انسان اس کا عادی ہو جاتا ہے۔  
واللہ! وہ اس کے بدن کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔  
حجاج کی تلوار اور ابن حزم کی زبان دونوں بہنیں تھیں۔ تم نے ان دونوں کو اپنے ساتھ  
نتھی کر لیا ہے۔ ہماری مجلسیں ردِ بدعات سے خالی ہو گئیں اور ہم میں خود ایسی بدعات  
آگئی ہیں، جن کو ہم ضلالت و گمراہی کی جڑ سمجھتے تھے۔ اور اب وہ ایسی خالص توحید اور  
اصل سنت بن گئیں کہ جو ان کو نہ جانے، وہ کافر یا گدھا ہے، بلکہ جو دوسروں کی تکفیر نہ  
کرے، وہ فرعون سے زیادہ کافر ہے۔

تم نصرانیوں کو ہمارے برابر کہتے ہو۔ واللہ! دلوں میں اس سے شکوک پیدا ہوتے  
ہیں۔ اگر شہادت کے دونوں کلموں کے ساتھ تمہارا ایمان صحیح و سالم رہ جائے تو یقیناً تم  
سعید ہو گے۔ افسوس تمہارے پیروں کی ناکامی و نامرادی کہ وہ زندقہ اور انحلال کے  
شکار ہو گئے۔ خصوصاً ان میں کے کم علم دین کے کچے اور شہوانی باطل پرست لوگ، جو  
ظاہر میں تمہارے حامی و ناصر اور پشت پناہ ضرور ہیں، لیکن حقیقتاً وہ تمہارے دشمن ہیں  
اور تمہارے اتباع میں اکثریت کم عقل اور نادانوں وغیرہ کی ہے۔

تم کب تک اپنی ذاتی تحقیقات کی اتنی زیادہ تعریف کرو گے کہ اس قدر تعریف  
احادیث صحیحین کی بھی تم نہیں کرتے؟ کاش! احادیث صحیحین ہی تمہارے ناذک بقید  
سے بچی رہتیں۔ تم تو اس وقت ان پر تضعیف و اہدار اور تاویل و انکار کے ذریعہ یلغار  
کرتے رہتے ہو۔

اب تم عمر کے ستر کے دہے میں ہو اور کوچ کا وقت قریب ہے۔ تمہیں سب باتوں سے  
توبہ کر کے خدا کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

(نص رسالة الامام الی شیخ الاسلام ابن تیمیة، العقیدة و علم  
الکلام، ص ۵۵۷، ۵۵۸، طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

## 0.8:- کچھ اس کتاب: ”الحقائق الجلیة فی الرد

علی ابن تیمیة فیما أوردہ فی الفتوی

### الحمویة“ کے بارے میں

حضرت شیخ أحمد بن یحییٰ بن إسماعیل الشیخ شهاب الدین ابن جہل 1  
الکلابی الحلبي الأضل (التولد ۶۰۰ھ، المتوفی ۷۳۳ھ) بہت بڑے عالم  
دین اور متکلم اسلام تھے۔ علامہ ابن جہل، حافظ ابن تیمیہ کے ہم عصر اور ہم وطن  
ہیں۔ وہ ان کی حرکات و سکنات سے خوب واقف تھے۔ انہوں نے حافظ ابن تیمیہ  
کے خیالات کا خوب رد کیا ہے۔ ان کی ایک تصنیف علامہ ابن تیمیہ کے رد میں تھی  
جہت کے بارے میں ہے۔ اس کا نام: ”الحقائق الجلیة فی الرد علی ابن  
تیمیة فیما أوردہ فی الفتوی الحمویة“ ہے جو ڈاکٹر طرہ الدسوقی حبیشی مدظلہ کی  
تحقیق اور تقدیم سے ۱۹۸۷ء میں مصر سے شائع ہوئی ہے۔ علامہ تاج الدین عبد  
الوہاب بن تقی الدین السبکی (المتوفی ۷۷۷ھ) نے بھی اس کو بنام و کمال  
طبقات الشافعیة الکبریٰ میں علامہ ابن جہل کے حالات میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب  
علمائے کرام کے لیے ایک نعمت سے کم نہیں ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے: طبقات الشافعیة الکبریٰ ج ۹ رقم ۱۳۰۲. المؤلف: تاج  
الدین عبد الوہاب بن تقی الدین السبکی (المتوفی ۷۷۷ھ). المحقق: د.

محمود محمد الطناحی د. عبد الفتاح محمد الحلو. الناشر: ہجر

للطباعة والنشر والتوزيع. الطبعة: الثانية، ۱۳۱۳ھ)

عصر قریب کے محقق اور مدقق علامہ شیخ زاہد الکوثری نے اپنی کتاب: ”حاشیہ السیف  
الصقلی“ میں اس کتاب کی فضیلت اور اہمیت کو خوب نمایاں کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ  
کتاب اس کی مستحق ہے کہ اس کو سونے کے پانی سے لکھا جائے۔ چند اقتباسات

ملاحظہ فرمائیں:

۱ لما ذكر في العقيدة الحموية التي رد عليها ابن جهبل واسطية وغيرهما. كقوله: ان اليد والقدم والساق والوجه صفات حقيقية لله، وانه مستور على العرش بذاته. فقبل له: يلزم من ذلك التحيز والانقسام. فقال: انا لا اسلم ان التحيز والانقسام من خواص الأجسام. فالزم بانه يقول بالتحيز في ذات الله تعالى.

(حاشية السيف الصقيل، العقيدة وعلم الكلام ص ۲۷۵؛ طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

۲ والمسألة الحموية هذه تتضمن القول بالجهة..... هذه المسألة هي التي رد عليها العلامة ابن جهبل رداً مشبعاً.

(حاشية السيف الصقيل، العقيدة وعلم الكلام ص ۲۷۶؛ طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

۳ ذكره ابن جهبل فيما رد به على العقيدة الحموية لابن تيمية. وهذا الرد يحق أن يكتب بماء الذهب. ومن حاول الرد عليه من الحشوية فقد وقع على أم رأسه وكتاب ابن جهبل حقه أن يفرد بالطبع من طبقات ابن السبكي. ونسخة مخطوطة من كتاب ابن جهبل هذا توجد بمكتبة "لاله لي" بأسطنبول.

(حاشية السيف الصقيل، العقيدة وعلم الكلام ص ۲۸۴؛ طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

اسی طرح عصر قریب ہی کے ایک اور محقق شیخ علامہ سلامہ القضاہی نے بھی اس قسم کے خیالات کی ترجمانی کی ہے۔ انہوں نے اپنی کتابوں: "فرقان القرآن بین صفات الخالق و صفات الأكوان" اور "براہین الكتاب والسنة" پر علامہ ابن جہیل کی کتاب کے بہت سے اقتباس نقل کیے ہیں۔ فرماتے ہیں:

فانتدب العلماء - شكر الله سيحهم - في عصره وبعده - لتصنيف المصنفات الممتعة المؤيدة بالبراهين الصادعة بتنزه الحق تعالى عن الجسمية ولو ازمها وتزييف تلك الأوهام التي نسجها خياله. منها العلامة شهاب الدين أحمد بن يحيى الكلابي المتوفى سنة ثلاث

وثلاثين وسبع مائة. صنف رضى الله عنه رسالة قيمة فى الرد عليه فى القول بالجهة. أفاد وأجاد. وقد نقلها التاج السبكي فى طبقاته بحروفها لتستفاد. ولا بأس أن نذكر لك قليلاً من عباراتها لتعرف كيف نظر العلماء المحققون المحدثون كهذا الشهاب رضى الله الى أهل هذا المذهب الزائف“.

## 0.9: اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مکان، زمان، جہت اور سمت

### نہیں

اللہ تعالیٰ کے لیے نہ کوئی مکان ہے، نہ کوئی زمان ہے، اور نہ اس کے لیے کوئی سمت اور جہت ہے کیونکہ وہ غیر محدود ہے۔ مکان اور جہت محدود کے لیے ہوتے ہیں۔ مکان اور زمان مکین کو احاطہ کیے ہوئے اور گھیرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سب کو محیط ہے۔ زمین، زمان اور کون و مکان سب اسی کی مخلوق ہیں اور اس کے احاطہ قدرت میں ہیں۔ ”کان اللہ ولم یکن شیء غیرہ“۔ یعنی ازل میں صرف اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی۔ اسی نے اپنی قدرت سے زمین، زمان، مکین اور مکان کو پیدا کیا۔ جس طرح وہ مکان اور زمان کے پیدا کرنے سے پہلے بغیر مکان اور بغیر جہت کے تھا، اب بھی اسی شان سے ہے جس شان سے وہ پہلے تھا۔

نیز جہات امور اضافیہ اور نسبیہ میں سے ہیں۔ مثلاً فوق، تحت، یمین اور شمال یہ سب چیزیں حادث ہیں۔ نسبت کے بدلنے سے ان میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ ایک شیء کسی اعتبار سے فوق ہے اور کسی اعتبار سے تحت ہے۔ پس یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل میں کسی جہت یا سمت کے ساتھ مخصوص ہو۔ جہت اور سمت حادث کے لیے ہوتی ہیں۔ ازلی کے لیے نہیں ہوتی۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہ کوئی مکان ہے، نہ کوئی جہت ہے اور نہ کوئی سمت ہے۔ مکان، جہت اور سمت تو محدود اور متناہی کے لیے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی نہایت ہے۔



اس کی ہستی سمت، جہت، مکان اور زمان کی حدود اور قیود سے پاک ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کب سے ہے؟ اس لیے کہ وہ مکان اور زمان سے سابق اور مقدم ہے۔ مکان اور زمان سب اسی کی مخلوق ہیں۔ وہ تو لامکان اور لازمان ہے۔ اس کی ہستی مکان اور زمان پر موقوف نہیں بلکہ زمان اور مکان کی ہستی اس کے ارادہ پر موقوف ہے۔ مشبہ اور مجسمہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت ہے اور وہ جہت فوق میں ہے اور اللہ تعالیٰ عرش پر متمکن ہے: سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُصِفُونَ. (الانعام: ۱۰۰)

1 حضرت امام طحاویؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

وَتَعَالَىٰ عَنِ الْخُلُودِ وَالْغَايَاتِ وَالْأَرْكَانِ وَالْأَعْضَاءِ وَالْأَدْوَاتِ، لَا تَحْوِيهِ الْجِهَاتُ السِّتُّ كَسَائِرِ الْمُبْتَدِعَاتِ.

اللہ تعالیٰ حدود غایت، اعضاء و ارکان اور آلات سے بلند و برتر ہے۔ جہات ستہ (فوق، تحت، قدام، خلف، یمن، یسار) اس کا احاطہ نہیں کرتیں، جیسا کہ تمام مخلوقات کا احاطہ کرتی ہیں۔ (عقیدۃ الطحاوی ص ۱۱ طبع مکتبۃ البشری، کراچی)

2 علامہ شہاب الدین ابن جبیل کلابیؒ (المتوفی ۳۳۳ھ) فرماتے ہیں:

ہم اہل السنۃ والجماعت اس بارے میں یہی کہتے ہیں:

”ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم اور ازلی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کے مشابہ نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مشابہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی جہت اور مکان نہیں ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر وقت اور زمانہ کا گزر ہو سکتا ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ کہاں اور کیسے ہے؟ اللہ تعالیٰ کی رویت ہوگی مگر وہ سامنے سے اور بالمقابل نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس وقت بھی تھی جب مکان و زمان نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے مکان اور زمان کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ اب بھی اسی شان سے ہے جیسا کہ وہ پہلے تھا۔“

(الحقائق الجلیۃ فی الرد علی ابن تیمیۃ فیما أوردہ فی الفتوی الحمویۃ، ص ۴۲)

حصہ اول



# روشن حقائق

محقق و مترجم

حضرت مولانا ابو حفص اعجاز احمد شرفی غفرلہ

## 0.1:۔ خطبہ حمد و ثنا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَظِیْمِ شَآءَهُ، اَلْقَوِیُّ سُلْطٰنَهُ الْقٰهَرُ مَلِكُوْتَهُ، الْبٰهَرُ  
 جَبْرُوْتَهُ، اَلْغَنِیُّ عَنِ كُلِّ شَیْءٍ وَكُلِّ شَیْءٍ مُّفْتَقرٌ اِلَیْهِ، قَلٰمٌ مُّعْرَلٌ لِّشَیْءٍ  
 مِنْ الْبِكٰنٰتِ اِلَّا عَلیْهِ.

اُرْسِلْ مُحَمَّدًا صَلٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَحْجَةِ الْبِیْضَاءِ، وَالْمِلَّةِ  
 الزَّهْرَاءِ، فَاتٰی بِاَوْضَحِ الْبَرٰهِنِ، وَنُوْرٍ مَّحْجَةِ السَّالِكِیْنَ، وَوَصْفِ رَبِّهِ  
 تَعَالٰی بِصِفٰتِ الْجَلٰلِ، وَنَفٰی عَنهُ مَا لَا یَلِیْقُ بِالْكِبْرِیَاءِ وَالْكَمَالِ،  
 فَتَعَالٰی اللّٰهُ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالِ، عَمَّا یَقُوْلُهُ اَهْلُ الْغٰی وَالضَّلٰلِ، لَا یَحْمِلُهُ  
 الْعَرْشُ بَلِ الْعَرْشُ وَحَمَلْتَهُ مَحْمُوْلُوْنَ بِلَطْفِ قُدْرَتِهِ، مُقَهْوَرُوْنَ فِی  
 قَبْضَتِهِ، اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا، وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا، مُطَّلِعٌ عَلٰی  
 هَوَاجِسِ الضَّمٰثِرِ، وَحَرَكَاتِ الْخَوَاطِرِ، فَسَبْحَانَهُ مَا اَعْظَمَ شَآءَهُ، وَاعْزَ  
 سُلْطٰنَهُ، "یَسْأَلُهُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" لِاِفْتِقَارِهِمْ اِلَیْهِ: "كُلُّ  
 یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ" لِاِقْتِدَارِهِ عَلَیْهِ.

وَصَلٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی سَیْدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ اَنْبِیَآئِهِ وَمَبْلَغِ اَنْبِآئِهِ  
 وَعَلٰی آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ  
 سب حمد و ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس کی شان بڑی اور جس کی حجت و قدرت  
 قوی اور جس کا تصرف غالب اور جس کی عظمت و بزرگی ظاہر ہے۔ وہ ہر چیز سے بے  
 نیاز اور ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ کائنات کی ہر چیز کا سہارا اسی پر ہے۔ اس نے  
 حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو روشن، راہ راست اور شریعت واضح دے کر بھیجا۔ تو حضور  
 اکرم ﷺ نے بڑی واضح براہین پیش کیں اور نسا لکوں کا راستہ روشن کر دیا اور اللہ  
 تعالیٰ کے لیے صفات جلال (وجہال) بیان فرمائیں۔ اور اس ذات پاک سے ایسی  
 صفات کی نفی کر دی جو شان کبریاء و کمال نہ تھیں۔ سو اللہ تعالیٰ کبیر، متعال، عالی اور برتر

ہے، اس سے جو گمراہ لوگ بتاتے ہیں۔ عرش اُس کو اٹھائے ہوئے نہیں، بلکہ عرش اور حاملین عرش اس کی لطیف قدرت سے محمول اور اس کے قبضہ قدرت میں مقہور و مغلوب ہیں۔ اس نے علم سے ہر شے کو گھیرا ہوا ہے اور ہر چیز کو خوب شمار کیا ہوا ہے۔ وہ دلوں کے وسوسوں اور خواطر کی حرکات سے آگاہ ہے۔ اس کی شان کیسی بڑی اور اس کی حجت و قدرت کیسی غالب و قوی ہے!! زمین و آسمان میں جو بھی ہیں اُسی سے (اٹنی حاجتیں) مانگتے ہیں۔ کیونکہ اس کے محتاج ہیں۔ وہ ہر روز کسی شان میں ہے! کیونکہ اس پر قادر ہے۔

ذرد و سلام ہو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں سب سے آخر میں آئے اور اس کی خبریں پہنچانے والے ہیں اور آپ ﷺ کے آل و اصحاب پر۔

## 0.2: سبب تالیف

جو چیز اس مختصر تالیف کا سبب بنی، وہ واقعات ہیں جو ان ایام میں پیش آئے۔ بعض لوگ (ابن تیمیہؒ) اثباتِ جہت میں سماعی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت اور طرف ثابت ہے۔ اس کی تحریر سے ایسے لوگوں نے دھوکہ کھایا ہے جن کو علمِ دین میں رسوخ نہیں ہے، ان کو معرفت کا آخری حصہ بھی نصیب نہیں ہوا ہے، اور نہ ان کو عقل و فہم کی لگام نے کسی جگہ ٹھہرایا، اور نہ حکمت اور دانائی سے انہوں نے راہنمائی حاصل کی ہے۔ اس لیے میں نے اس کو پسند کیا کہ:

۱ میں اہل السنّت و اجماعت کے عقیدہ کو بیان کروں۔

۲ پھر میں اس فاسد عقیدہ کو بیان کروں جو اس نے بیان کیا ہے۔ باوجودیکہ کہ اس نے جو بھی دعویٰ بیان کیا ہے اس کو خود ہی توڑ دیا ہے۔ اور کوئی قاعدہ ایسا نہیں بنایا ہے جس کو خود اس نے ہی گرانہ دیا ہو۔

۳ پھر میں عقیدہ اہل السنّت اور اس کے امور متعلقہ کے دلائل ذکر کروں گا۔

اب میں پہلے ایک مقدمہ کا بیان کروں گا جو کہ اس مذکورہ مسئلہ کی وضاحت کرے گا۔ میں اللہ تعالیٰ سے مدد و اعانت کا طلب گار ہوں۔

## مقدمہ

### 1.1.1:- تمہید: مذہبِ حشویہ کی انواع اور ان پر رد

1 جہت کے اثبات میں حشویہ کا مذہب نہایت ہی واہی اور گراہوا ہے۔ معمولی غور و تامل سے اس کا فساد و باطل ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔ ائمہ دین نے یہاں تک کہہ دیا ہے: ”اگر عوام کے بہک جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی اس کی طرف عنانِ فکر نہ کرتے، اور نہ قلم سے کچھ لکھتے۔“

مذہبِ حشویہ کے لوگ دو (۲) گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں: ایک فریق اپنے مذہبِ حشو (عقیدہ تشبیہ و تجسیم) کے اظہار کرنے سے بالکل گریز نہیں کرتا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ يَنْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ. (المجادلہ: ۱۸)

ترجمہ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو زندہ کرے گا تو اُس کے سامنے بھی یہ اسی طرح قسمیں کھائیں گے جیسے تمہارے سامنے کھاتے ہیں، اور یہ سمجھیں گے کہ انہیں کوئی سہارا مل گیا ہے۔ یاد رکھو یہ لوگ بالکل جھوٹے ہیں۔

۲ دوسرا فریق سلفِ صالحینؒ کے مذہب کو چھپا دیتا ہے تاکہ مالِ حرام کھاتا رہے، دنیاوی ساز و سامان سمیٹتا رہے، یا جاہل، کمینے اور بیوقوف لوگ ان کے گرد جمع رہیں۔ جب کہ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ابلیس لعین کا تو یہی کام ہے کہ اُمتِ محمدیہ کو گمراہ اور رسوا کرے۔

2 اسی لیے عوام الناس کے دل تو بدعت اور ضلالت پر ہی جمع ہوتے ہیں جس سے دین کی عمارت ہی منہدم ہو جاتی ہے اور ایمان و یقین میں فساد آ جاتا ہے۔ لہذا تو تاریخ میں یہی بات سنے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان گمراہ فرقوں کو رسوا ہی کیا ہے جیسے خواہجہ، رافضی، ملحدین اور قرامطہ فرقہ کے لوگ۔ رہے اہل السنّت والجماعت تو وہ تو صرف کتاب اللہ، جو روشن اور مضبوط رسی ہے، پر جمع ہوتے ہیں۔

3 یہ فریق مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اور اولین پر بھی جھوٹ بولتا ہے۔ اور گمان کرتا ہے کہ ان حضرات نے بھی اس فریق کے مذہب کی حمایت میں کوئی بات کہہ دی ہے۔

4 اگر یہ لوگ پوری زمین کے بقدر بھی سونا خرچ کریں، پھر بھی یہ لوگ اس قابل نہ ہو سکیں گے کہ یہ لوگ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ایسا کلمہ ثابت کر سکیں جو ان کی دلیل بن جائے۔ یہ فریق اپنے آپ کو سلف صالحین کے پردے میں چھپاتا ہے تاکہ اپنی سرداری کو برقرار رکھے اور دنیاوی ساز و سامان کو سمیٹتا رہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

سَتَجِدُونَ آخِرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا بِكُمْ وَيَأْمِنُوا قَوْمَهُمْ (النساء: ۹۱)  
ترجمہ (منافقین میں) کچھ دوسرے لوگ تمہیں ایسے ملیں گے جو یہ چاہتے ہیں کہ وہ تم سے بھی محفوظ رہیں اور اپنی قوم سے بھی۔

یہ لوگ ریا اور زاہدانہ زندگی سے اپنے آپ کو آراستہ رکھتے ہیں۔ اس لیے یہ لوگ مینگنی کے اوپر چاندی کا ملمع چڑھاتے ہیں، گندی جگہ کو صاف اور روشن کر کے پیش کرتے ہیں۔ یہ لوگ ذرہ سے بے رغبتی دکھاتے ہیں تاکہ موتی جیسی قیمتی چیز حاصل کریں۔

أظهروا للناس نسكا وعلى المنقوش داروا

ترجمہ یہ لوگوں کے سامنے تو دین کو ظاہر کرتے ہیں جب کہ درہم و دینار پر فریفتہ ہیں۔  
5 سلف صالحین کا مذہب تو صرف توحید اور تنزیہ باری تعالیٰ ہی ہے۔ ان کے ہاں تجسیم و تشبیہ ہرگز نہیں ہے۔ یہ بدعتی لوگ یہی گمان کرتے ہیں کہ سلف صالحین کے مذہب پر ہیں۔

ولیلی لا تقر لہم ہذا کا

وکل یدعون وصال لیلی

ترجمہ ہر ایک یہی دعویٰ کرتا ہے کہ اس کو ایلیٰ سے وصال پار ہو گیا ہے، حالانکہ ایلیٰ اس سے انکاری ہے۔

6 یہ لوگ سلف صالحین کا عقیدہ کیسے رکھ سکتے ہیں؟! حالانکہ یہ لوگ تشبیہ کا عقیدہ رکھتے ہیں، یا یہ لوگ اہل بدعت کے ظہور کے وقت بالکل خاموش رہتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے۔

۱ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْفُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ. (البقرة: ۴۲)  
ترجمہ اور حق کو باطل کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو، اور نہ حق بات کو چھپاؤ جب کہ (اصل حقیقت) تم اچھی طرح جانتے ہو۔

۲ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنَنَّ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ. فَبَيَّنَّوهُ وَرَأَىٰ ظُهُورِهِمْ وَأَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبَسَّ مَا يَشْتَرُونَ.

(آل عمران: ۱۸۷)  
ترجمہ اور (ان لوگوں کو وہ وقت نہ بھولنا چاہیے) جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا تھا کہ: ”تم اس کتاب کو لوگوں کے سامنے ضرور کھول کھول کر بیان کرو گے اور اس کو چھپاؤ گے نہیں“۔ پھر انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی۔ اس طرح کتنی بری ہے وہ چیز جو یہ مول لے رہے ہیں!

۳ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لَتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ. (النحل: ۴۴)

ترجمہ اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر بھی یہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے ان باتوں کی واضح تشریح کر دو جو ان کے لیے اتاری گئی ہیں، اور تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔

## 1.1.2: فتنوں کی سرکوبی کے لیے صحابہ کرامؓ کا اہتمام

7 صحابہ کرامؓ تو ان چیزوں میں ہرگز غور و غوض نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ وہ ایسی بات کو بھی جانتے تھے کہ مسلمانوں کی جماعت کو مجتمع رکھنا تمام امور سے زیادہ ضروری ہے،

لیکن اس کے باوجود ان کے دلائل قاطعہ کی تلواریں تیز تر اور ان کے نیزوں کی دھاریں بڑی تیز تھیں۔

8 اسی لیے جب دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خوارج کا ظہور ہوا تو ان سے مناظرہ کے لیے حبر الامہ اور اُمت کے سب سے بڑے عالم، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو چچا زاد بھائی امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما گئے۔ جب ان کے ساتھ مناظرہ ہوا تو بہت سے لوگ راہِ راست پر آ گئے، لیکن کچھ لوگ عناد اور دشمنی کے طور پر اپنے غلط عقیدہ پر ہی اڑے رہ گئے، تو ان پر تلوار کو مسلط کیا گیا۔

وَلٰكِنْ حَكَمَ السَّيْفُ فِيكُمْ مَسْلَطًا      فَرَضِيْ اِذَا مَا اَصْبَحَ السَّيْفُ رَا ضِيَا  
ترجمہ اور لیکن تلوار کا حکم تم پر مسلط کیا گیا ہے، تو ہم بھی راضی ہیں جب تلوار تم سے راضی ہو گئی۔

9 اسی طرح جب تقدیر کے انکار کا فتنہ ظاہر ہوا اور اس فتنے کو لے کر معبدِ منجی نمودار ہوا تو اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی اُمت کے زاہد اور فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو منتخب کیا، جنہوں نے اس فتنہ کی سرکوبی کی۔

مسلم شریف کی اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیں:

حَدَّثَنِي أَبُو خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ كَثْمَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذِ الْعَنْبَرِيُّ - وَهَذَا حَدِيثُهُ - حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا كَثْمَسٌ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، قَالَ: كَانَ أَوَّلَ مَنْ قَالَ فِي الْقَدْرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبِدُ الْجُهَنِيِّ، فَاَنْطَلَقْتُ اَنَا وَحَمِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجَمَيْرِيُّ حَاجِّينَ - اَوْ مُعْتَمِرَيْنَ - فَقُلْنَا: لَوْ لَقِينَا اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلْنَاهُ عَمَّا يَقُوْلُ هٰؤُلَاءِ فِي الْقَدْرِ، فَوَقَّفَ لَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو بِنِ الْخَطَابِ دَاخِلًا الْمَسْجِدَ، فَاسْتَفْتَنَاهَا وَصَاحِبِيْ اَحَدُنَا عَنْ يَمِيْنِهِ، وَالْاٰخَرُ عَنْ شِمَالِهِ، فَظَنَنْتُ اَنْ صَاحِبِيْ سَيَكِلُ الْكَلَامَ اِلَيَّ، فَقُلْتُ: اَبَا



عَبْدِ الرَّحْمَنِ! إِنَّهُ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ يَقْرَأُ وَنَ الْقُرْآنَ، وَيَعْقِفُونَ الْعِلْمَ،  
وَذَكَرَ مِنْ شَأْنِهِمْ، وَانَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنْ لَا قَدَرَ، وَأَنَّ الْأَمْرَ أُلْفٌ، قَالَ:  
فَبِذَا لَقِيتَ أَوْلِيكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّي بَرِيءٌ مِنْهُمْ، وَانَّهُمْ بُرَاءٌ مِنِّي،  
وَالَّذِي يَخْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَوْ أَنَّ لِأَحَدِهِمْ مِثْلَ أُخْدِ ذَهَبًا،  
فَأَنْفَقَهُ مَا قَبِلَ اللَّهُ مِنْهُ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ. ثُمَّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عُمَرُ بْنُ  
الْحَطَّابِ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ  
يَوْمٍ، إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الشَّيْبِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، لَا  
يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فِخْذَيْهِ،  
وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ: الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ،  
وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا. قَالَ: صَدَقْتَ. قَالَ: فَعَجِبْنَا لَهُ  
يَسْأَلُهُ، وَيُصَدِّقُهُ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ؟ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ،  
وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ.  
قَالَ: صَدَقْتَ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ؟ قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ  
تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ؟ قَالَ: مَا  
الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَتِهَا؟ قَالَ: أَنْ  
تَلِدَ الْأُمَّةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّيْءِ يَتَطَاوَلُونَ  
فِي الْبُنْيَانِ. قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ لِي: يَا عُمَرُ! أَتَدْرِي مَنْ  
السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ، أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ  
دِينَكُمْ. (مسلم كتاب الايمان رقم ۸)

ترجمہ  
حضرت یحییٰ بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے بصرہ میں معبد جہنی نے انکار تقدیر  
کا قول کیا۔ حضرت یحییٰ بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ اتفاقاً میں اور حضرت حمید بن عبد

الرحمن جُمُورِی، ساتھ ساتھ، حج یا عمرہ کرنے گئے۔ اور ہم نے آپس میں کہہ لیا تھا کہ اگر کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو اُن سے تقدیر الہی کا انکار کرنے والوں کے قول کے متعلق دریافت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے۔ ہم دونوں نے ذائیں بائیں سے گھیر لیا۔ چونکہ میرا خیال تھا کہ میرا ساتھی سلسلہ کلام میرے ہی سپرد کرے گا اس لیے میں نے کہنا شروع کیا: ”اے ابو عبد الرحمن! ہمارے ہاں کچھ آدمی ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں (اور راوی نے تعریف کی) مگر ان کا خیال ہے کہ تقدیر الہی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہر بات بغیر تقدیر کے ہوتی ہے اور سارے کام ناگہاں ہوتے ہیں۔“ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اگر تمہاری ان لوگوں سے ملاقات ہو جائے تو کہہ دینا کہ نہ میرا اُن سے کوئی تعلق ہے، اور نہ اُن کا مجھ سے۔“ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا: ”اگر ان میں سے کسی کے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ سب کا سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دے، تب بھی اللہ تعالیٰ اس کی خیرات قبول نہیں کریں گے یہاں تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے۔“ مجھ سے میرے باپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی تھی، وہ فرماتے تھے: ایک روز ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، اچانک ایک شخص نمودار ہوا۔ نہایت سفید کپڑے، بہت سیاہ بال، سفر کا کوئی اثر (گرو وغبار وغیرہ) اس پر نمایاں نہ تھا۔ اور ہم میں سے کوئی اُس کو جانتا بھی نہ تھا۔ بالآخر وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوڑا تو ہو کر بیٹھ گیا۔ اپنے دونوں ہاتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رانوں پر رکھ دیئے اور عرض کیا: ”یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اسلام کی کیفیت بتائیے؟“ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسلام یہ ہے کہ تم کلمہ توحید یعنی اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، نماز پابندی سے بہ تعدیل ارکان ادا کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر استطاعت زاوراہ ہو تو حج بھی کرو۔“ آنے والے نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ ہم کو تعجب بھی ہوا کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور

خود ہی تصدیق کرتا ہے۔ اس کے بعد اُس شخص نے عرض کیا: ”ایمان کی حالت بتائیے؟“۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایمان کے معنی یہ ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا اور قیامت کا یقین رکھو۔ تقدیر الہی کو یعنی ہر خیر و شر کے مقدم ہونے کو سچا جانو“۔ آنے والے نے عرض کیا: ”آپ ﷺ نے سچ فرمایا“۔ پھر اس نو وارد نے کہا: ”احسان کی حقیقت بتائیے؟“۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”احسان کی حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو (کم از کم) اتنا یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے“۔ اس نو وارد نے عرض کیا: ”قیامت کے بارے میں بتائیے؟“۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ اس بات سے واقف نہیں ہے“۔ اس نے عرض کیا: ”اچھا! قیامت کی علامات بتائیے؟“۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کی علامات میں سے یہ بات ہے کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی اور ٹو دیکھے گا کہ ننگے پاؤں، ننگے جسم، ننگ دست چرواہے، بڑی بڑی عمارتوں پر اترائیں گے“۔ اس کے بعد وہ آدمی چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”میں کچھ دیر ٹھہرا رہا“۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے عمر! کیا تم جانتے ہو کہ یہ سوال کرنے والا کون تھا؟“۔ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتا ہے“۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ حضرت جبریل امینؑ تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لیے آئے تھے“۔

10 اگر یہ دونوں بدعتیں ظاہر نہ ہوتیں تو حضرات صحابہ کرام ہرگز ان کا رد نہ کرتے اور نہ ان کو باطل قرار دیتے۔ ان کا طریقہ تو صرف تقویٰ، جہاد اور اعمال خیر کی ترغیب دینا ہی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور نہ ہی کسی اور صحابیؓ سے یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے لوگوں کو کسی مجمع عام میں جمع کیا ہو، پھر لوگوں کو اس کا حکم کیا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا اور ایسا عقیدہ رکھو۔

11 شاید بہت سے دوسرے احکام میں ایسا ہوا ہے۔ ہاں آپ ﷺ نے ایسے احکام کو بیان کیا ہے جس کو خاص لوگ سمجھ جاتے تھے اور عام لوگ اس کا انکار نہ کرتے

تھے۔ اللہ کی قسم! ایسا ایک دفعہ نہیں بلکہ ہزاروں مرتبہ ہوا ہے۔ ہاں سید الرسل ﷺ نے ایک دفعہ بھی یہ نہ کہا: اے لوگو! یہ اعتقاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ جہتِ صلوٰۃ میں ہیں اور نہ ایسا خلفائے راشدین ﷺ اور نہ صحابہ کرام ﷺ میں سے کسی نے ایسا فرمایا ہے۔

12 بلکہ لوگوں کو اسی حال میں رہنے دیا اور ان کو عبادات اور احکام ہی کا حکم و تلقین کرتے رہے۔ لیکن جب بدعتیں ظاہر ہونا شروع ہوئیں تو سلف صالحین نے ان کا قلع قمع کرنا شروع کر دیا۔ رہی عقائد کی تحریک، اس کا اظہار و ترغیب اور اس سے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانا، ایسا تو کسی نے بھی نہیں کیا بلکہ بدعتوں کے ظہور کے وقت ان کا قلع قمع خوب کیا ہے۔

13 پھر حشویہ مذہب والے جب بھی کسی مخالف سے اصول دین کے بارے میں بات کرتے ہیں تو عقلیات سے بات کرتے ہیں اور منقولات میں تصرف و تبدل کرتے ہیں۔ پھر جب کبھی ان کے عقیدہ حشویہ کی طرف بات جاتی ہے، تو کند ذہن ہو جاتے ہیں اور افسوس کا اظہار کرنے لگ جاتے ہیں۔ تو اس وقت تو ان کو دیکھنے لگتا ہے کہ وہ نہ تو عربی زبان کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی کسی عجمی زبان کو۔ خدا کی قسم! ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! اگر یہ بات کو سمجھتے ہوتے تو دین سے محبت کرتے۔ لیکن خواہشات کا سمندر ان کے سامنے حائل ہو گیا، پھر وہ مشقت میں پڑ گئے اور اسی میں تیرتے رہے۔ اور انہوں نے ہر کم عقل اور کند ذہن کو اپنی باتیں سنانی شروع کر دیں۔ ان لوگوں نے عوام الناس کو ان مسائل میں پڑ جانے سے روکنے میں سلف صالحین کی مخالفت بھی کی ہے۔

### 1.1.3:- علم توحید کے بارے میں سلف صالحین کا طریق

14 حضرت حسن بصریؒ (التونیؒ) جب علم توحید کے متعلق کلام کرتے تو نا اہل لوگوں کو وہاں سے نکال دیتے۔

15 حضرات سلف صالحین بھلم توحید کی بات صرف اہل السنۃ والجماعت سے ہی کرتے تھے۔ کیونکہ یہی اہل علم و تحقیق کا قاعدہ ہے۔ وہ کم سن لوگوں سے اس بارے میں بات کرنے سے بچل کرتے تھے۔

16 سلف صالحین کہتے تھے:

”کم سن وہ لوگ ہیں جو نئے نئے کاموں سے واقف ہوئے ہیں۔ جو اس راستے میں مبتدی ہیں، ان کو معاملات کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ وہ راسخ القدم نہیں ہیں، اگرچہ وہ ستر (۷۰) سال کے بھی ہو جائیں۔“

17 حضرت سہل بن عبد اللہ تستریؒ (المتوفی ۲۸۳ھ) فرماتے ہیں:

”کم سن لوگوں کو اسرار و رموز کی باتوں پر مطلع نہ کرو، اس اعتقاد کے مضبوط ہونے سے پہلے کہ معبود ایک ہی ہے۔ اور یہ کہ احد اور یکتا ہے، بے نیاز ہے، وہ کیفیت اور ”اَیْن“ (کہاں) سے منزہ ہے۔ فکر و شعور اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ عقل اس کی کیفیت نہیں بتلا سکتی۔“

## 1.1.4: ایمان مطلوب

18 یہ فریق (ابن تیمیہ وغیرہ) لوگوں کے ایمان کو کافی نہیں سمجھتا جب تک جہت کا اعتقاد نہ ہو۔ گویا کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی صحیح حدیث نہیں سنی: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ کلمہ: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہنے لگیں۔“

تخریج ”حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنَا عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا تُوْفِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ؟ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”أَمْرٌ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ“

(بخاری، کتاب الزکوٰۃ، رقم ۱۳۹۹)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: جب جناب رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنے۔ عرب کے بہت سے لوگ کافر ہو گئے (ان

سے لڑائی کا مرحلہ پیش آیا۔ مانعین زکوٰۃ سے لڑائی کی نوبت آئی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: آپ ان لوگوں سے قتال کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ کلمہ: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہنے لگیں۔ پھر جس شخص نے اس کلمہ کو پڑھ لیا تو اس نے مجھ سے اپنے مال اور جان کو بچا لیا مگر اس کے حق کے ساتھ۔ اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔“

کیا اس شخص (حافظ ابن تیمیہ) نے اس پر اکتفاء نہ کیا جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکتفا کیا ہے؟ یہاں تک کہ اس (ابن تیمیہ) نے ایک لٹے اور معذور شخص کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ اس سمندر میں کود جائے جس کا کوئی ساحل ہی نہیں ہے۔ اس نے ان چیزوں کی تفتیش و جستجو کا بھی ان لوگوں کو حکم دے دیا جن کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حکم نہ دیا تھا اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک نے بھی حکم دیا ہے۔ اس شخص نے اس پر اکتفاء نہ کیا جو حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

19

## 1.1.5:- حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا مذہب

حضرت امام احمد فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کی کوئی ایسی صفت بیان نہیں کی جاسکتی مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہو، یا اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہو۔ ہم قرآن و حدیث سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصاف بیان کیے ہیں وہ حق اور سچ ہیں، اس میں کسی بھی قسم کا کوئی معممہ اور پہیلی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا وہی معنی ہے جو متکلم کے کلام سے مقصود ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی ذات اس آیت کی مصداق ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ. وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوریٰ: ۱۱)

کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ اپنے اسماء و صفات اور افعال کے ساتھ کسی کے بھی مثل نہیں

ترجمہ

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات حقیقی ہے، اس کے افعال بھی حقیقی ہیں۔ اسی طرح اس کی صفات بھی حقیقی ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی ذات، صفات اور افعال میں: "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" کا مصداق ہے۔ ہر وہ چیز جو نقص اور حدوث کا باعث ہو، اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے منزہ اور پاک ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر اس کمال کی مستحق ہے جس سے اوپر کوئی درجہ نہیں ہے۔ فنا و حدوث اللہ تعالیٰ کی ذات سے ممتنع ہے کیونکہ عدم اس پر ممنوع ہے۔ حدوث کو لازم قرار دینا، عدم قرار دینا ہی ہے اور ایک مُحدث کا دوسرے مُحدث کا محتاج ہونا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بنفسِ نفس موجود ہے۔ وہ ذات تو واجب الوجود ہے۔"

☆ یہ اس شخص (ابن تیمیہ) کے امام یعنی حضرت امام احمد بن حنبل سے نص ہے۔ تو اس (ابن تیمیہ) نے اپنے امام کے قول پر اکتفا کیوں نہیں کیا ہے؟!۔

☆ اس شخص (ابن تیمیہ) کے امام نے یہاں جوامع الکلم سے کلام فرمایا ہے۔ اور متکلمین کے دلائل کا بھی بہت ہی احسن رد اور واضح معانی سے بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی قابل غور بات ہے کہ جس چیز کا یہ فریق (ابن تیمیہ وغیرہ) حکم دیتا ہے، اس کا حضرت امام نے کوئی حکم نہیں دیا ہے۔

## 1.1.6: حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی کا مذہب

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں:

میں نے حضرت امام مالک سے توحید کے بارے میں سوال کیا، تو حضرت، امام مالک نے فرمایا: "یہ محال ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ گمان کریں کہ آپ ﷺ نے امت کو استیحاء کی تو تعلیم دی ہو اور آپ ﷺ نے ان کو توحید سکھائی ہو۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

"أَمْرٌ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَا عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ"۔

(بخاری، کتاب الزکوٰۃ، رقم ۱۳۹۹)

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات حقیقی ہے، اس کے افعال بھی حقیقی ہیں۔ اسی طرح اس کی صفات بھی حقیقی ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی ذات، صفات اور افعال میں: "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" کا مصداق ہے۔ ہر وہ چیز جو نقص اور حدوث کا باعث ہو، اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے منزہ اور پاک ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر اس کمال کی مستحق ہے جس سے اوپر کوئی درجہ نہیں ہے۔ فنا و حدوث اللہ تعالیٰ کی ذات سے ممتنع ہے کیونکہ عدم اس پر ممنوع ہے۔ حدوث کو لازم قرار دینا، عدم قرار دینا ہی ہے اور ایک محدث کا دوسرے محدث کا محتاج ہونا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بنفس نفس موجود ہے۔ وہ ذات تو واجب الوجود ہے۔"

☆ یہ اس شخص (ابن تیمیہ) کے امام یعنی حضرت امام احمد بن حنبل سے نص ہے۔ تو اس (ابن تیمیہ) نے اپنے امام کے قول پر اکتفا کیوں نہیں کیا ہے؟!!

☆ اس شخص (ابن تیمیہ) کے امام نے یہاں جوامع الکلم سے کلام فرمایا ہے۔ اور متکلمین کے دلائل کا بھی بہت ہی احسن رد اور واضح معانی سے بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی قابل غور بات ہے کہ جس چیز کا یہ فریق (ابن تیمیہ وغیرہ) حکم دیتا ہے، اس کا حضرت امام نے کوئی حکم نہیں دیا ہے۔

## 1.1.6:- حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی کا مذہب

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں:

1

میں نے حضرت امام مالک سے توحید کے بارے میں سوال کیا، تو حضرت، امام مالک نے فرمایا: "یہ محال ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ گمان کریں کہ آپ ﷺ نے امت کو استیحاء کی تو تعلیم دی ہو اور آپ ﷺ نے ان کو توحید سکھایا ہو، حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

"أَمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ"۔

(بخاری، کتاب الزکوٰۃ، رقم ۱۳۹۹)



”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ کلمہ: ”لا إله إلا الله“ کہنے لگیں۔ پھر جس شخص نے اس کلمہ کو پڑھ لیا تو اس نے مجھ سے اپنے مال اور جان کو بچا لیا مگر اس کے حق کے ساتھ۔ اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔“

حضرت امام مالکؒ نے بیان فرمایا ہے کہ لوگوں سے صرف وہی توحید مطلوب ہے، جو اس حدیث میں موجود ہے۔ اور آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: توحید تو یہ اعتقاد رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جہتِ علو میں ہیں۔

2

حضرت امام شافعیؒ سے صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا:

”عقلوں پر یہ حرام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمثیل اور تشبیہ بیان کریں، فکر و وہم پر حرام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے حدود بیان کریں، ظن و گمان کرنے والوں پر حرام ہے کہ وہ کوئی قطعی بات کریں۔ انسانی نفوس پر حرام ہے کہ ذاتِ باری میں تفکر کریں، دلوں پر حرام ہے کہ وہ تعمق یعنی گہرائی تک پہنچیں، قلوب پر حرام ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کا احاطہ کریں، ہاں مگر وہ جو صفات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے فرمایا ہو۔“

## 1.1.7:- سلفِ صالحین کا طریقہ

جس شخص نے بھی اسلامی علوم میں تفتیش و تحقیق اور بحث و تمحیص کو اپنا شعار بنایا ہے تو وہ اس بات کو معلوم کر لے گا کہ حضراتِ صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور صدرِ اول کے سلفِ صالحین کا معمول ان امور کے بارے میں غور و خوض کرنے کا نہ تھا۔ وہ لوگوں کے اجتماعات میں ان صفاتِ متشابہات کو بیان نہ کرتے تھے۔ وہ عوام الناس کو ان مسائل میں پھنساتے نہ تھے۔ وہ ان مسائل کو منبروں پر بھی بیان نہیں کرتے تھے۔ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے اور اندیشے پیدا نہیں کرتے تھے۔ یہ سلفِ صالحین کی عادات اور ان کی سیرتوں سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ ہم نے بھی اپنے عقیدہ کی بنیاد اسی پر استوار کی ہے۔ اسی پر ہم نے اپنے مذہب کو قائم کیا ہے۔ ان شاء اللہ

تعالیٰ عنقریب تو سلف صالحین کے ساتھ ہماری موافقت کو معلوم کر لے گا۔ اور مخالفین کے مذہب کو سلف صالحین کے خلاف ہی پائے گا، اگرچہ یہ لوگ ان کی اتباع کا دعویٰ کرتے نہ تھکیں۔ یہ لوگ تو بدعت کے راستے پر چلنے والے ہیں۔

## 1.1.8۔ مدعی کا دعویٰ اور اس کا رد

1 اس مدعی کا یہ قول کہ انہوں نے اس (صفات تشابہات) کو ظاہر کیا اور پھیلا یا ہے۔ اس مدعی کا یہ کہنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہر چیز کو سکھلایا یہاں تک کہ بیت الخلاء کے آداب بھی سکھلائے ہیں۔ اور آپ ﷺ نے کیسے اس کی تعلیم نہ دی ہوگی؟! ان کا یہ قول باطل ہے۔ محقق اور حق و باطل کی تمیز کرنے والا کبھی اس کو اختیار نہیں کرے گا۔ کیا یہ مدعی اس بات کو نہیں جانتا کہ بیت الخلاء کی حاجت اور ضرورت تو ہر انسان کو ہر روز ہوتی ہے۔ بلکہ اکثر اوقات یہ حاجت اور ضرورت دن میں کئی بار بھی پیش آتی ہے۔ اور عوام الناس کے ساتھ ان صفات تشابہات میں غور و خوض کرنے کی کون سی ضرورت وابستہ ہے؟! ہاں وہ تو اس توحید باری کے محتاج ہیں جس کو اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُسْنَدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو رَوْحٍ الْحَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ.

(بخاری کتاب الایمان رقم ۲۵)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے لوگوں کے ساتھ قتال کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ لوگ کلمہ طیبہ "لا إله إلا الله مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ" کی گواہی دینے والے، نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ دینے

والسنة بن جائیں۔ جب وہ ایسا کر لیں تو انہوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ بنالیا مگر اسلام کے حق کے ساتھ۔ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔"

2 یہی کلام مندی کے مذہب کی بنیاد کو منہدم اور اس کے ستونوں کو گرا دیتا ہے۔ اس لیے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بیت الخلاء کے آداب کو تو صراحت سے بتا دیا ہے اور لوگوں کو یہ بات ہرگز نہیں بتلائی کہ اللہ تعالیٰ جہتِ علو میں ہیں۔

3 عرش، آسمان اور استواء کے متعلق جو کچھ نصوص میں وارد ہوا ہے، جس پر اس مندی نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے اور اس کی سب سے مضبوط دلیل ہے کہ یہ دونوں ایک ہی چیزیں ہیں اور وہ جہتِ علو ہے۔ جس چیز کا مندی دعویٰ کرتا ہے، جناب رسول اللہ ﷺ نے تو امت کو ہرگز اس کی تعلیم نہیں دی ہے، حالانکہ امت کو آپ ﷺ نے بیت الخلاء کے آداب بھی سکھائے ہیں۔

4 پس مندی کے نزدیک حدیثِ جہت کی تعلیم دینا لازمی اور ضروری تھا جب کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی تعلیم ہرگز نہیں دی ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو بیت الخلاء کے آداب تو سکھا دیئے ہیں، تو اس مندی (ابن تیمیہ) کے قول کے مطابق لوگوں کو حدیثِ جہت کی تعلیم دینا لازمی امر تھا؟؟!

## 1.1.9:- طریق سکوت ہی سلامتی والا طریقہ ہے

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ان جیسے امور میں غور و خوض نہیں کرنا چاہیے!!۔ ان امور کے بارے میں سکوت کرنا ہی بہتر ہے جہاں جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سکوت کیا ہے۔ اس کی ہمیں بھی وسعت ہے جہاں نبی اکرم ﷺ نے وسعت دی ہے۔ اس لیے ہم یہ بات نہیں پاتے کہ کسی نے بھی عوام الناس کو یہ حکم دیا ہو کہ وہ ان صفات کے بارے میں غور و خوض کریں۔ اس قوم (ابن تیمیہ) نے یہ انوکھا راستہ اپنایا ہے کہ وہ خود بھی اس راہی میں داخل ہو گئے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کا حکم کرتے ہیں۔ کاش کوئی مجھے یہ بتائے کہ کون سلف صالحین سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے؟؟!

## مذہبِ اہل السنّت والجماعت

ہم اہل السنّت والجماعت اس بارے میں یہی کہتے ہیں:

”ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم اور ازلی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کے مشابہ نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مشابہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی جہت اور مکان نہیں ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر وقت اور زمانہ کا گزر ہو سکتا ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ کہاں اور کیسے ہے؟ اللہ تعالیٰ کی رویت ہوگی مگر وہ سامنے سے اور بالمقابل نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس وقت بھی تھی جب مکان و زمانہ نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے مکان اور زمانہ کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ اب بھی اسی شان سے ہے جیسا کہ وہ پہلے تھا۔“

تشریح کسی چیز کو دیکھنے کے لیے یہ شرطیں ہیں۔ وہ چیز دیکھنے والے کی جہت میں ہو اور اس کے مقابل اور محاذی ہو۔ دونوں کے درمیان مسافت مقررہ ہو، نہ نہایت قریب، نہ نہایت بعید۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز دیدارِ الہی میں مقابلہ و مواجہہ اور قرب و بعد نہ ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ جہت و مقابلہ و مسافت سے منزہ ہے۔ غرض! اہل ایمان آج خدا تعالیٰ کو بے کیف و بے چگونہ مانتے ہیں۔ کل قیامت کو اسے بے کیف دیکھیں گے۔

یہ ہے اہل السنّت والجماعت کا مذہب اور مشائخِ طریقت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

## 2.1۔ مشائخ طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ کا عقیدہ

1 حضرت جنید بغدادی (المتوفی ۲۹۷ھ) فرماتے ہیں: ”خالق کائنات جس کی نہ کوئی شبیہ اور نظیر ہے۔ اس سے مخلوق کیسے اتصال رکھ سکتی ہے جس کی مشابہت اور نظیر موجود ہے؟“۔

2 حضرت یحییٰ بن معاذ رازی (المتوفی ۲۵۸ھ) سے کہا گیا: ”آپ ہمیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بتلائیے؟“

فرمایا: وہ ایک ہی معبود ہے۔

پھر ان سے کہا گیا: وہ کیسا ہے؟

فرمایا: وہ ہر چیز کا مالک اور قدرت رکھنے والا ہے۔

پھر ان سے پوچھا گیا: وہ کہاں ہے؟

فرمایا: وہ سب کو نظر میں رکھے ہوئے ہے۔

سوال کرنے والا کہنے لگا: میں آپ سے اس بارے میں سوال نہیں کر رہا ہوں!

فرمایا: اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ تو مخلوق کی صفت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے

اس کی خبر تو میں نے دے دی ہے۔

3 حضرت ابن شاہین نے حضرت جنید بغدادی (المتوفی ۲۹۷ھ) سے ”مع“ کے معنی کے بارے میں سوال کیا؟ حضرت جنید نے فرمایا: ”مع“ کے دو معنی ہیں:

1 انبیاء کے ساتھ ”مع“ کا معنی نصرت اور حفاظت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قَالَ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ (طہ: ۴۶)

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ڈرو نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں، سن بھی رہا ہوں، اور دیکھ بھی رہا ہوں۔“

2 مخلوق کے ساتھ ”مع“ کا معنی علم اور احاطہ کرنا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ

وَلَا أَدْنَىٰ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا. (المجادلہ: ۷)

ترجمہ کبھی تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ نہ ہو، اور نہ پانچ آدمیوں کی کوئی سرگوشی ایسی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو۔ اور چاہے سرگوشی کرنے والے اس سے کم ہوں یا زیادہ، وہ جہاں بھی ہوں، اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔ حضرت ابن شاہینؒ فرماتے ہیں: امت کے لیے یہی معنی مناسب اور زیادہ واضح ہیں۔

4 حضرت ذوالنون مصریؒ (التوفی ۲۴۵ھ) سے اللہ تعالیٰ کے فرمان:

الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى. (سورت طہ: ۵)

ترجمہ وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے۔

کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو انہوں نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کی ذات کا اثبات ہے اور مکان کی نفی ہے۔ لہذا اس کی ذات موجود ہے اور چیزیں اس کی حکمت اور رضا سے موجود ہیں۔“

5 حضرت شبلی بغدادیؒ (التوفی ۳۳۴ھ) سے اسی کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ جو رحمن ہے، وہ تو ازل سے موجود ہے۔ عرش تو محدث (مخلوق) ہے۔ عرش تو اللہ تعالیٰ، جو رحمن ہے، کی بدولت قائم ہے۔“

6 حضرت جعفر بن نصیر بغدادیؒ (التوفی ۳۴۸ھ) سے بھی اس بارے میں سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو احاطہ کیے ہوئے ہے اور کوئی چیز اس کے زیادہ قریب نہیں ہے۔“

7 حضرت امام جعفر صادقؒ (التوفی ۱۴۸ھ) فرماتے ہیں:

”جس شخص نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں ہیں یا وہ کسی چیز پر ہیں تو اس نے شرک کیا۔ اس لیے کہ جب وہ کسی چیز میں ہوں گے تو وہ محصور ہوں گے۔ اور اگر وہ کسی چیز پر ہوں گے تو وہ محمول (اٹھائے ہوئے) ہوں گے۔ اگر وہ کسی چیز میں سے ہوں گے تو محدث (مخلوق) ہوں گے۔“

8 حضرت ابو عثمان المغربی (التونی ۳۷۳ھ) کے خادم خاص حضرت محمد بن محبوبؒ فرماتے ہیں: مجھے ایک دن حضرت ابو عثمان المغربیؒ نے فرمانے لگے: ”اے محمد! اگر کوئی کہنے والا تجھے کہے: تیرا معبود کہاں ہے؟ تو تو کیا کہے گا؟“ میں نے کہا: ”وہ وہ ہیں ہے جہاں ہمیشہ سے ہے۔“ پھر حضرت ابو عثمان المغربیؒ نے فرمایا: ”پھر اگر وہ تجھ سے یہ کہے: ازل سے اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو تو کیا کہے گا؟“ میں نے کہا: ”وہ آج بھی وہیں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ موجود تھا جب کوئی مکان نہیں تھا۔ پس وہ آج بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔“ حضرت محمد بن محبوبؒ فرماتے ہیں: ”حضرت ابو عثمان المغربیؒ میری اس بات سے بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے اپنی قمیص اتاری اور مجھے عنایت فرمائی۔“

9 حضرت ابو عثمان المغربیؒ فرماتے ہیں: ”میں حدیثِ جہت کے بارے میں ایک عقیدہ رکھتا تھا۔ پھر جب میں بغداد آیا تو میرے دل سے وہ غلط عقیدہ زائل ہو گیا۔ تو میں نے مکہ میں اپنے ساتھیوں کی طرف خط لکھا کہ میں توبہ کر کے ابھی ابھی مسلمان ہوا ہوں۔“ تو حضرت ابو عثمان المغربیؒ فرماتے ہیں: ”تو وہ تمام لوگ بھی جو اس عقیدہ کو اپنائے ہوئے تھے، وہ سب کے سب اس عقیدہ سے رجوع کرنے والے بن گئے۔“

یہ اہل توحید یعنی مسلمانوں کے چوٹی کے علماء اور جمہور اُمت کا اجماعی عقیدہ ہے، سوائے اس قلیل جماعت کے جو راہِ راست سے ہٹی ہوئی ہے۔ ان لوگوں کا رو بے شمار علماء نے کیا ہے۔ ہماری غرض یہاں اہل السنّت والجماعت کے مذہب کو بیان کرنا ہے۔

## 2.2: آیاتِ صفات کے متعلق اہل السنّت والجماعت کا

موقف

ہم کہتے ہیں:

”آیات صفات اور احادیث صفات کو جو شخص بھی سنے، اس کا فریضہ: (۱) تقدیس و تزیہ باری تعالیٰ کا عقیدہ رکھنا، (۲) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کے دین کو ماننا، (۳) اس معنی کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مراد ہے، تصدیق کرنا، (۴) اپنی عاجزی کا اعتراف کرنا، (۵) سکوت کرنا، (۶) قرآن و حدیث کے الفاظ و معانی میں تصرف کرنے سے احتراز کرنا، (۷) صفات باری تعالیٰ کے بارے میں تفکر سے اپنے آپ کو بچانا، اور (۸) یہ اعتقاد رکھنا کہ جو اس پر مخفی ہے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے مخفی نہیں ہے۔“

### 2.3: سلف صالحین کا مخالف کون؟

- کاش کوئی مجھے بتائے:
- 1 ہم سلف صالحین سے کس بات کے مخالف ہیں؟
  - 2 کیا وہ ہمارے اس قول: ”اللہ تعالیٰ تھے، جب کہ مکان بھی نہ تھا“ کے مخالف ہیں؟
  - 3 کیا وہ ہمارے اس قول: ”اللہ تعالیٰ نے ہی مکان کو بنایا“ کے مخالف ہیں؟
  - 4 کیا وہ ہمارے اس قول: ”اللہ تعالیٰ آج بھی اسی شان سے ہے جیسا کہ وہ پہلے تھا“ کے مخالف ہیں؟
  - 5 کیا وہ ہمارے اس قول: ”اللہ تعالیٰ جسمیت اور اس کی مشابہت سے پاک ہے“ کے مخالف ہیں؟
  - 6 کیا وہ ہمارے اس قول: ”جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے، اس کی اس معنی کے ساتھ تصدیق کرنا جو ان کی مراد ہے“ کے مخالف ہیں؟
  - 7 کیا وہ ہمارے اس قول: ”اعتراف عجز کے واجب ہونے“ کے مخالف ہیں؟
  - 8 کیا وہ ہمارے اس قول: ”جس کی ہمیں طاقت نہ ہو، اس کے سوال اور اس میں غور و خوض سے سکوت“ کے مخالف ہیں؟
  - 9 کیا وہ ہمارے اس قول: ”ظواہر میں زیادتی یا نقصان کے ساتھ تغیر کرنے سے زبان کو روکنا“ کے مخالف ہیں؟



کاش کوئی مجھے بتائے:

- 1 یہ لوگ کن چیزوں میں سلف سے موافقت رکھتے ہیں؟
  - 2 کیا ان لوگوں کا ان میں غور و خوض کرنا؟ ان لوگوں کا بحث و مباحثہ پر لوگوں کو اُکسانا، نئی نئی بدعتیں پیدا کرنا، عوام کو ان مسائل میں الجھا دینا جو غسل و طہارت اور نماز کے مسائل سے بھی ناواقف ہیں؟
  - 3 کیا یہ سلف صالحینؒ کے ساتھ تزییہ باری تعالیٰ اور جہت کے مسئلہ میں موافقت کرتے ہیں؟
  - 4 کیا ان لوگوں نے کتاب اللہ یا سلف صالحینؒ کے علم میں سے کوئی دلیل سن لی ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو جہتِ علو سے متصف کر دیا ہے؟ وہ گمراہ ہیں اور دوسروں کو کرنے والے ہیں۔
  - 5 وہ گمراہ ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ کو اس سے متصف نہیں جانتا ہے جو انہوں نے فلسفیوں کے علوم اور ہندی و یونانی فلسفہ سے اخذ کیا ہے۔
- فرمان باری تعالیٰ ہے:
- أَنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ. وَكَفَىٰ بِهِ إِثْمًا مُّبِينًا  
(النساء: ۵۰)۔
- ترجمہ دیکھو ایہ لوگ اللہ تعالیٰ پر کیسے کیسے جھوٹے بہتان باندھتے ہیں؟!!! اور کھلا گناہ ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے۔

# حافظ ابن تیمیہؒ کے مذہب کے بارے

## میں مناقشہ

اب ہم اس فسادِ عقیدہ کو بیان کرنا شروع کرتے ہیں جس کو حافظ ابن تیمیہؒ نے بیان کیا ہے۔ پھر اس کے بعد ہم جہت اور تشبیہ کی نفی کے اوپر دلائل قائم کریں گے، اور ان تمام دعووں کا بھی رد کریں گے جو اس نے کیے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

### 3.1: حافظ ابن تیمیہؒ کے مذہب کے باطل ہونے کا بیان

#### 3.1.1: حافظ ابن تیمیہؒ کے مذہب کے دلائل اور ان پر مناقشہ

1 حافظ ابن تیمیہؒ نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ وہی بات کہیں گے جس کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور مہاجرین ﷺ اور انصار ﷺ میں سے اسلام میں سب سے پہلے سبقت کرنے والوں نے کہی ہے، اس کے علاوہ وہ کچھ نہ کہیں گے۔

2 حافظ ابن تیمیہؒ کا یہ مذہب تو قرآن و سنت کے صریح خلاف ہے، اس کا بیان تو ہم عنقریب کریں گے۔

3 رہی بات صحابہ کرام ﷺ میں سے اسلام میں سب سے پہلے سبقت کرنے والے مہاجرین ﷺ اور انصار ﷺ کی، تو یہ بات ابن تیمیہؒ نے استعارہ کے رنگ میں صرف مرعوب کرنے کے لیے کہی ہے، جب کہ اس نے ان میں سے کسی ایک کا بھی قول، نہ نفی میں، نہ اثبات میں، ذکر کیا ہے۔ جب اس کا کلام اس سے روگردانی کر رہا ہے،

جس کو تو نے جان لیا ہے۔ ہاں اس کی ایک ہی توجیہ ممکن ہو سکتی ہے کہ اس کی مراد مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین اس کے مشائخ عقیدہ ہوں نہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

4 اس دعوے کے بعد اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا شروع کر دی ہے، پھر دین اسلام کی مدح، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح۔ پھر یہ بات کہ یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

5 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح و ثنا تو کسی شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ مدح و ثنا کرنے والے کیسے ان کی مدح و ثنا کا حق ادا کر سکتے ہیں؟!۔ لیکن حافظ ابن تیمیہ کا یہ کلام ویسا ہی ہے جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "كَلِمَةٌ حَقٌّ أُرِيدُ بِهَا بَاطِلٌ"۔ کلمہ تو حق ہے مگر اس سے مراد ان کی باطل ہے۔

6 پھر حافظ ابن تیمیہ نے ائمہ دین اور اُمت کے جلیل القدر علماء کی مذمت بیان کرنی شروع کر دی ہے، حالانکہ اس نے خود بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ادراک سے عاجز ہے۔ جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس کا اقرار کیا ہے: "میں تیری ویسی تعریف کر ہی نہیں سکتا جیسا کہ تو نے خود اپنی تعریف بیان کر دی ہے"۔

تخریج حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ مِنَ الْفِرَاشِ فَأَلْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُورَتَانِ وَهُوَ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِعَافَاتِكَ مِنْ غَضَبِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِكَ".

(مسلم: کتاب الصلوٰۃ: باب ما يقال فی الركوع والسجود، رقم ۲۲۲: ۲۸۶، ترقیم فتاویٰ عبدالباقی)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتے ہیں: ایک رات میں نے حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارک کو بستر پر نہ پایا تو میں آپ ﷺ کو تلاش کرنے لگی۔ تو میرے ہاتھ حضور اکرم ﷺ کے پاؤں کے تلووں پر لگے۔ آپ ﷺ کے پاؤں سجدے کی حالت میں کھڑے ہوئے تھے۔ اور آپ ﷺ یہ دعا مانگ رہے تھے: "اے اللہ میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں، اور تیرے غصہ سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں تجھ سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں۔ میں تیری ویسی تعریف کر رہی نہیں سکتا جیسا کہ تو نے خود اپنی تعریف بیان کر دی ہے۔"

7 حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "الْعَجْزُ عَنِ الدَّرَاكِ إِذْرَاكٌ"۔

ترجمہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ادراک کرنے سے عاجز سمجھنا ہی صحیح معنی میں ادراک ہے۔  
8 اس مدعی معرفت باری تعالیٰ کے دعویٰ کرنے کی جسارت ملاحظہ فرمائیں!!۔۔۔  
ضعیف و ذلیل انسان کا یہ دعویٰ کہ اس نے اس ذات قدیم کو پہچان لیا ہے!! یہ دعویٰ کرنے والا کیسا دعویٰ کر رہا ہے!! اس سے بڑا دھوکہ اور جہالت کون سی ہو سکتی ہے!! ہم اس رسوائی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں!

9 پھر حافظ ابن تیمیہ نے جمہور امت محمدیہ کے مذہب کی نسبت فلسفیوں کی اولاد، یونانیوں اور یہود کے پیروکاروں کی طرف کی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

سَتَكْتَبُ شَهَادَتَهُمْ وَيَسْتَلُونَ (الزخرف: ۱۹)

ترجمہ ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جائے گا، اور ان سے باز پرس ہوگی۔  
10 پھر حافظ ابن تیمیہ کہتے ہیں: کتاب اللہ اول سے لے کر آخر تک، سنت رسول اللہ ﷺ اول سے لے کر آخر تک، پھر عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین، پھر سارے ائمہ کا کلام اس سے بھرا ہوا ہے: چاہے نص کے طور پر ہو یا ظاہر کے طور پر ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے بلند ہے، وہ ہر چیز سے بلند ہے، وہ عالی ہے، وہ ہر چیز کے اوپر ہے، وہ عرش کے اوپر ہے، وہ آسمانوں کے اوپر ہے۔

11 پھر کلام کے دوران اور بھی باتیں کی ہیں۔ آخر میں اس نے یہ اپنے گمان سے ہی کہا:

”وہ عرش کے اوپر حقیقی طور پر ہے۔“ ایک اور موقع پر یہ بات سلف سے بھی کہی ہے۔  
 12 کاش کوئی مجھے بتائے! اس صورت میں یہ بات کتاب اللہ میں کہاں ہے، جس کو حافظ  
 ابن تیمیہ کتاب اللہ اور سنت نبوی سے نقل کرتے ہیں؟!؟

13 کیا کتاب اللہ میں کوئی ایسا کلمہ موجود ہے جس کے بارے میں اس نے ایسی بات کہی  
 ہے؟ بلکہ یہاں تک کہہ دیا ہے: اس بارے میں نص موجود ہے؟! نص وہ ہوتی ہے  
 جس میں کسی بھی قسم کی تاویل نہ ہو سکتی ہو۔ کیا اس کی یہی مراد ہے؟ کیونکہ اس نے  
 اس کو ”ظاہر“ کے خلاف قرار دیا ہے، کیونکہ اس کا اس پر عطف کیا ہے۔ کتاب اللہ میں  
 کون سی آیت اس اعتبار سے نص ہے؟

## 3.3.2: قرآن مجید سے دلائل اور ان کے جوابات

### 3.3.2.1: ”صعود“، ”رفع“ کے الفاظ سے استدلال اور

#### اس کا جواب

1 اس مدعی نے اپنے استدلال کے لیے اس آیت سے تاویل لی ہے  
 ”إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ“ (فاطر: ۱۰)  
 ترجمہ پاکیزہ کلمہ اسی کی طرف چڑھتا ہے، اور نیک عمل اُس کو اوپر اٹھاتا ہے۔  
 کاش کوئی مجھے بتائے کہ قرآن مجید کی کس آیت کی نص یا اس کا ظاہر اس بارے میں  
 ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں یا عرش پر ہے؟!

اس کی آخری دلیل جس سے اس نے ”علو“ کی دلیل پکڑی ہے کہ لفظ ”صعود“ کے  
 مفہوم میں یہ بات ہے۔ ہائے افسوس! علم کا گدھا گیلی مٹی میں پھسل گیا ہے۔ کلام  
 میں لفظ: ”صعود“ حقیقی طور پر کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ حقائق کے مفہوم میں یہ بات  
 بھی ہے کہ صعود تو اجسام کی صفات میں سے ہے۔ اس سے مراد تو صرف قبول ہونا ہی  
 ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ذات باری تعالیٰ کے لیے کوئی حد اور مکان بھی نہیں

ہے۔

تفسیر ماجدی میں ہے: يَرْفَعُهُ فِي ضَمِيرٍ "ة" الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ كِي جَانِبٍ هِيَ۔  
 تشریح  
 هُوَ الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ اَي: الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ يَرْفَعُ الْعَمَلُ الصَّالِحُ (تفسیر کبیر)  
 (تفسیر ماجدی ص ۸۷۴۔ طبع تاج کپنی، لاہور، کراچی)

2 اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ. (آل عمران: ۵۵)

ترجمہ میں تمہیں صحیح سالم واپس لے لوں گا، اور تمہیں اپنی طرف اٹھا لوں گا۔

میں نہیں جانتا کہ اس آیت سے اس نے کہاں سے یہ مستنبط کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں؟! کیا یہ دلیل مطابقی ہے، یا ضمنی ہے، یا التزامی، یا اس دلیل کو اس نے بطور کشف یا قلبی القاء کے طور پر اخذ کیا ہے؟ شاید اس نے یہ عقیدہ بتالیا ہے کہ رفع تو صرف علو میں ہو تو وہ جہت میں ہی ہوگا۔ اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کے ذہن میں آیا ہے تو پھر یہ بھی ایسی بات ہے جو صرف جسمیت پر ہی صادق آتی ہے۔ اگر اس نے ان دونوں باتوں کو نہیں کہا ہے تو جو اس نے دلیل پکڑی ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اگر اس نے ان باتوں کو کہا ہے تو پھر اس مغالطے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ شاید اس شخص نے یہ نہیں سنا ہے کہ "رفع" تو مرتبے اور درجے میں قریب ہونے سے بھی ہوتا ہے۔ یہ اہل عرب اور عرف میں مستعمل ہے۔ شاید اس نے یہ بھی نہیں سنا ہے: "فَلَان رَفَعَ اللَّهُ شَأْنَهُ"۔ فلاں شخص کی اللہ تعالیٰ نے شان بلند کر دی ہے۔

تشریح دلالت مطابقی یہ ہے کہ لفظ اپنے موضوع لہ کی جزء پر دلالت کرتے جیسا کہ لفظ انسان کی دلالت حیوانِ ناطق پر، جو اس کا موضوع لہ ہے۔ دلالت تضمنی یہ ہے کہ لفظ اپنے موضوع لہ کی جزء پر دلالت کرے، جیسا کہ لفظ انسان کی دلالت حیوان، یا ناطق پر۔ دلالت التزامی یہ ہے کہ لفظ اس چیز پر دلالت کرے جو اس کے موضوع لہ سے جملہ جملہ ہو، مگر اس کا لازم ہو جیسا کہ لفظ انسان کی دلالت کاتب یا ضاحک پر۔

تفسیر ماجدی میں ہے: "إِلَيَّ" یعنی آسمان کی طرف۔ ملأ العلیٰ کی جانب۔ حضرت امام رازیؒ نے فرمایا ہے: قرآن مجید میں یہ محاورہ عام ہے۔ جہاں تعظیم و تفسیر خیم

مقصود ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی جانب منسوب کر دیتا ہے۔ مثلاً ہجرت ابراہیم کی عظمت کا اظہار مقصود تھا تو پیرایہ بیان یہ رکھا گیا۔ اِنِّیْ ذَاہِبٌ اِلَیْ رَبِّیْ۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ ہجرت ابراہیم عراق سے شام کی طرف ہوئی تھی۔ ای: الی سمانی ومقر ملائکتی (کشاف)، ای: الی محل کرامتی ومقر ملائکتی (بیضاوی)، ای: الی سمانی ومقر ملائکتی (مدارک)۔

(تفسیر ماجدی ص ۱۳۷۔ طبع تاج کہنی، لاہور، کراچی)

حافظ ابن تیمیہ نے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے:

اَأْمِنْتُمْ مِّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّخْفِیْ بِکُمْ اَلْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرٌ  
(الملک: ۱۶)

ترجمہ کیا تم آسمان والے کی اس بات سے بے خوف ہو بیٹھے ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے، تو وہ ایک دم تھر تھرانے لگے؟

اس شخص نے ”مَنْ“ سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی تخصیص کر کے اپنی دلیل بنایا ہے۔ شاید اس شخص نے اس ”مَنْ“ سے مراد اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو لیفا جائز قرار نہیں دیا ہے۔ شاید اس کا کہنا یہ ہو کہ فرشتے ایسا نہیں کر سکتے۔ اس کا کہنا یہ بھی ہو کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قوم لوط کو سدوم میں غرق نہیں کیا ہے؟ اسی لیے اس نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے۔ شاید اس کی ”نص“ سے مراد یہی ہو جس کی طرف اس نے اشارہ کیا ہے؟

تشریح تفسیر ماجدی میں ہے:

”مَنْ فِی السَّمَآءِ“ سے یہ مراد تو ہو ہی نہیں سکتی کہ وہ آسمان پر کہیں بیٹھا ہوا ہے۔ ہذِہ الْاٰیۃ لَا یُمْکِنُ اِجْرَاؤُہَا عَلٰی ظَاہِرِہَا بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (کبیر)۔ مراد وہ ذات اعظم ہے جس کا حکم و تصرف آسمان پر چل رہا ہے۔ تَقْدِیْرُ الْاٰیۃ: مَنْ فِی السَّمَآءِ سُلْطٰنٌ وَّمَلٰئِکَہُ وَقُدْرَتُہُ۔ وَالْغَرَضُ مِنْ ذِکْرِ السَّمَآءِ تَفْخِیْمُ سُلْطٰنِ اللّٰہِ وَتَعْظِیْمُ قُدْرَتِہِ۔ (کبیر)۔ ای: مَنْ مَلٰکُوْتِہِ فِی السَّمَآءِ لِاَنَّہَا مَسْکِنٌ مَلٰئِکَۃً وَمِنْہَا تَنْزِلُ قَضَایَاہُ وَکِتٰبَہُ وَاٰمِرَہُ وَنَوَاحِیَہُ (مدارک)۔

بعض نے ”مَنْ هِيَ السَّمَاءُ“ سے مراد آسمانی ملائکہ عذاب سے لی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ”السَّمَاءُ“ کا لفظ محض جہتِ علو اور عافیتِ شرف کے اظہار کے لیے ہے (تفسیر ماجدی ص ۱۱۲۔ طبع تاج کمپنی، لاہور، کراچی)

☆ جب یہ احتمال ثابت ہو گیا۔ تو مدعی کا اس کے ساتھ اپنے مدعا پر استدلال باطل ہو گیا۔  
4 اس آیت کے بعد اس نے اس آیت مبارکہ کو نقل کیا ہے:

تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ  
(المعارج: ۴)

ترجمہ فرشتے اور رُوح القدس اُس کی طرف ایک ایسے دن میں چڑھ کر جاتے ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

عروج اور صعود ایک ہی ہیں۔ اس آیت میں اس پر کوئی دلالت نہیں ہے کہ عروج آسمانوں کی طرف ہے، اور نہ عرش کی طرف۔ اور نہ اس کے دعووں کے لیے کسی قسم کی دلیل ہے۔ اس لیے کہ اس کی حقیقت جو لغت عرب میں مستعمل ہے وہ اجسام کا ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل ہونا ہے۔ اس لیے کہ اہل عرب اس کے سوا کسی اور معنی سے متعارف ہی نہیں ہیں۔

کاش یہ شخص ان باتوں کو ظاہر ہی نہ کرتا اور اس کے چھپانے میں عافیت سمجھتا!  
تشریح اللہ تعالیٰ مکانی نہیں۔ اس لیے اس آیت میں لفظ: ”إِلَيْهِ“ کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔ تفسیر ماجدی میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

”إِلَيْهِ“ مراد عالم بالا کے وہ مقامات ہیں جو فرشتوں اور روحوں کے منہائے عروج ہیں۔ ای: الی عرشہ و مہبطہ (مدارک)۔ لفظ الی سے حق تعالیٰ کی تجسیم و مکانیت پر استدلال سرتاسر لغو ہے۔ الی کا منسوب الیہ جب کبھی بھی غیر مادی یا غیر مکانی ہوتا ہے، تو الی کے مفہوم میں صرف توجہ و التفات شامل رہتا ہے۔ مثلاً الی الکفر، الی الایمان، الی الخیر و غیرہ۔ اور خود قرآن مجید کی اس قسم کی آیات میں: وَالِيَهُ يُرْجَعُ الْأُمُورُ كُلُّهُ، وَالِي اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ وَغَيْرُهُ۔ فَلْيَسْ الْمُرَادُ مِنْهُ الْمَكَانُ بَلِ الْمُرَادُ انْتِهَاءُ الْأُمْرِ الِي مُرَادِهِ۔ (تفسیر کبیر)



(تفسیر ماجدی ص ۱۱۴۰۔ طبع تاج کتبھی، لاہور، کراچی)

## 3.3.2.2:۔ ”فوق“ کے لفظ سے استدلال اور اس کا

### جواب

5 اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے:

يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (النحل: ۵۰)

ترجمہ وہ اپنے اُس پروردگار سے ڈرتے ہیں جو اُن کے اوپر ہے، اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

اس آیت میں بھی آسمان اور عرش کی کوئی دلالت نہیں ہے، اور نہ کوئی حقیقت کا لفظ ہے۔

پھر فوقیت دو معنوں میں مستعمل ہے:

اول ایک جسم کی دوسرے جسم کی طرف نسبت، اس لحاظ سے کہ ایک ان میں سے اوپر ہے اور دوسرا نیچے، اس معنی کے لحاظ سے کہ اعلیٰ کا اسفل، اسفل کے سر کی جانب ہوتا ہے۔ ایسا اس کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا جو جسم نہ رکھتا ہو، یعنی یہ اجسام کی خاصیت میں سے ہے۔ اگر اس معنی کو مان لیا جائے کہ یہی معنی مراد ہے، تو اللہ تعالیٰ تو جسم نہیں ہیں۔ تو پھر یہ جائز کیوں نہیں ہے کہ ”مِنْ فَوْقِهِمْ“، ”يَخَافُونَ“ کا صلہ ہو، اور تقدیر کلام یوں ہو: ”يَخَافُونَ مِنْ فَوْقِهِمْ رَبَّهُمْ“۔ یہ اوپر کی جانب سے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ یعنی خوف جہت علو سے ہے۔ اور عذاب اس جانب سے آتا ہے۔

دوم فوق رتبے کے معنی میں ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: ”خليفة سلطان کے اوپر ہے“ اور ”سلطان امیر کے اوپر ہے“۔ اور جیسے کہا جاتا ہے: فلاں فلاں کے اوپر بیٹھا ہے۔ علم عمل سے اوپر ہے۔ صباغت، دباغت سے اوپر ہے۔ یہی معنی اس آیت میں بھی مراد ہے:

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ. لَنَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ  
الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سَخِرِيًّا.  
وَرَحِمْتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ. (الزخرف: ۳۲)

ترجمہ بھلا کیا یہ لوگ ہیں جو تمہارے پروردگار کی رحمت تقسیم کریں گے؟ دُنویٰ زندگی میں ان کی روزی کے ذرائع بھی ہم نے ہی ان کے درمیان تقسیم کر رکھے ہیں، اور ہم نے ہی ان میں سے ایک کو دوسرے پر درجات میں فوقیت دی ہے، تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ اور تمہارے پروردگار کی رحمت تو اُس (دولت) سے کہیں بہتر چیز ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں۔

اور وہ ایک دوسرے کے کندھوں پر نہیں چڑھ بیٹھتے تھے۔ اور اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے:

وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ. (الاعراف: ۱۲۷)

ترجمہ اور ہمیں ان پر پورا پورا قابو حاصل ہے۔

قبطی بنی اسرائیل کے کندھوں اور پشتوں پر سوار تو نہیں ہوتے تھے۔

تشریح ”مِنْ فَوْقِهِمْ“ میں فوق سے یہاں کھلی ہوئی مراد فوقیت معنوی یا غلبہ ہے۔ در نہ محض سمت یا جہت کے فوق سے تو خوف پیدا ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

المراد بالفوقية: الفوقية بالقهر والقدرة لأنها هي الموجبة للخوف. (کبیر) مَنْ فَوْقِهِمْ: أى: عالياً عليهم بالقهر. (جلالین)۔

امام راغب نے فوق کے استعمال کے چھ مواقع بتائے ہیں: مکان، زمان، جسم، عدد، منزلت، اور انہی میں سے ایک معنی فوقیت باعتبار قبہ و غلبہ کے رکھے ہیں۔

(تفسیر ماجدی ص ۱۱۴۰۔ طبع تاج کمپنی، لاہور، کراچی)

### 3.3.2.3: استواء علی العرش سے استدلال اور اس کا

#### جواب

6 پھر اس کے بعد اس نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى. (سورت طہ: ۵)

ترجمہ وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے۔

قرآن پاک میں استواء علی العرش کے مضمون والی آیات سات مقامات (الاعراف: ۵۴؛ یونس: ۳؛ الرعد: ۵۲؛ طہ: ۵؛ الفرقان: ۵۹؛ السجدہ: ۵۴؛ الحدید: ۴) میں آئی ہیں۔ یہ مشبہہ کے لیے عمدہ اور قوی دلیل ہے، یہاں تک کہ انہوں نے اس کو جامع ہمدان کے دروازے کے اوپر لکھوا دیا ہے۔ ہم اس کی کچھ توضیح کرتے ہیں۔

1 ہم کہتے ہیں: نصوص قرآنی کے الفاظ میں اگر ان لوگوں نے ہر لحاظ سے عقلی کو دور کر دیا ہے اور جس کو فہم و ادراک کا نام دیا جاتا ہے اس طرف توجہ ہی نہیں کرتے، تو ان کے اس فعل کو مرحبا کہا جائے گا اور اس آیت: "الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى" کے معنی کو سمجھنے کو بھی۔

2 اگر وہ حدود سے تجاوز کر جائیں اور اس آیت کے معنی کو یوں بیان کریں: "أنه مستوی علی العرش کہ وہ عرش پر مستوی ہے۔ تو ان کو مرحبا نہیں کہا جائے گا اور یہ کوئی اعزاز والی بات بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو تو نہیں کہا ہے، حالانکہ علم البیان کے علماء اس پر متفق ہیں کہ اسم فاعل میں ثبوت و استمرار ہے جو فعل سے سمجھا نہیں جاسکتا۔

تشریح اس بات پر دونوں فریق متفق ہیں کہ نص میں عقل کا کوئی دخل نہیں ہے۔ جب یہ بات طے ہے تو آیت کے لفظ کے معنی متعین کرنے کے لیے رک جانا چاہیے۔ اس آیت میں لفظ فعل: "استوی" ہے لہذا اس لفظ کو فعل ماضی سے ہٹا کر اسم فاعل بنا دینا جائز نہیں ہے۔ گویا ہم یہ کہہ رہے ہیں: "أنه مستوی علی العرش"۔ وہ عرش پر مستوی

ہے، کیونکہ معنی یہاں بدل گیا ہے۔ پس فعل کا صیغہ ”استوی“ ہے تو اس سے زمانے کے حدوث کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ اس سے اسم مشتق یعنی اسم فاعل ”مستوی“ بنا لینا ہے، تو یہ صفت کے استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔ اس لیے کہ عربی زبان کے علماء جو علم معانی و بیان کے ماہر ہیں، وہ تقریباً اس پر متفق ہیں کہ اسم فاعل میں ایسا وصف پایا جاتا ہے، جو استمرار اور تجدید پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسم فاعل کا صیغہ تو استعمال نہیں کیا ہے بلکہ فعل کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔ لہذا اگر ہم اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ”استوی“ کے صیغے کو استعمال کرتے ہوئے رک جائیں، تو مرجح ہے اور اگر اس لفظ کو تبدیل کر کے ”مستوی“ کہیں تو اس تغیر کرنے والے کو ہم مرجح نہیں کہیں گے، کیونکہ ہم پر لازم ہے کہ ہم نص میں عقل کے تصرف کو قبول نہیں کریں گے۔

اگر وہ کہیں: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اس کے اوپر ہیں۔ تو ان لوگوں نے اس بات کو چھوڑ دیا ہے جس کا انہوں نے التزام کیا تھا۔ ان لوگوں نے تناقض، خواہش اور جرأت میں بہت زیادہ مبالغہ کیا ہے۔

☆ قرآن مجید میں الفاظ ہیں: **ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ**۔ یہاں صیغہ فعل ہے، جس کے ساتھ ”ثُمَّ“ حرف تراخی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ استواء اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو زمانہ و تراخی کے ساتھ مقید ہے جیسا کہ افعال ہوتے ہیں۔ اس کو صفت کہنا خلاف ظاہر کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں مستوی نہ کتاب اللہ میں آیا ہے، نہ سنت میں۔ تاکہ اس کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر بطور صفت یا علم کے درست ہو سکے۔ اُمت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت حادث نہیں۔ لہذا اس کو کسی طرح صفت میں شمار نہیں کر سکتے۔ (من جانب مترجم)

اگر وہ یہ کہیں: بلکہ ہم تو عقل کو باقی رکھیں گے، اور جو مراد ہے ہم اس کو سمجھتے ہیں۔ پھر ہم ان سے کہیں گے: کلام عرب میں ”استواء“ کیا ہے؟ تو اگر وہ کہیں: جلوس اور استقرار۔ ہم کہتے ہیں: عرب تو اس کا معنی جسم کے ساتھ ہی جانتے ہیں۔ تو پھر یہ بھی کہہ دو: جسم عرش پر مستوی ہے۔ اگر وہ یہ کہیں: جلوس اور استقرار کی نسبت تو اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہے جیسا کہ جلوس کی نسبت جسم کی طرف ہے۔ عرب تو اس کو نہیں

جانتے یہاں تک کہ وہ حقیقت پر مبنی ہو۔

۴ پھر عرب تو ”استواء“ کا معنی تیر کے سیدھا کرنے کے سمجھتے ہیں جو ٹیڑھا ہونے کی ضد ہے۔ تو انہوں نے اس کو بیان تو کیا ہے اور اس سے تجسیم کی براءت بھی بیان کی ہے۔

اور پھر تم جلوس کے علاوہ اس کو محمول کرنے کا باب بھی بند کر دو۔

۵ یہ لوگ ان آیات میں اس کی تاویل کرنے سے نہیں رکھیں گے:

☆ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحج: ۴)

ترجمہ تم جہاں کہیں ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے۔

☆ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ. (سورت ق: ۱۶)

ترجمہ اور ہم اُس کی شہہ رگ سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں۔

ان آیات میں بھی یہ نہ کہو: وہ ان کے ساتھ علم کے لحاظ سے ہے۔

اگر تم یہ بات کہو: (تم بھی مشرکین کی طرح کرتے ہو) اس کو ایک سال حلال

قرار دیتے ہو اور دوسرے سال حرام قرار دے لیتے ہو؟ اور یہ بات کہاں سے اخذ کی

ہے کہ ”استواء“ عرش میں اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے فعل نہیں ہے؟

اگر وہ یہ کہیں: یہ عرب کے کلام میں سے نہیں ہے۔ ہم کہیں گے: عرب کے کلام میں

”استواء“ کا معنی بھی وہ نہیں ہے جس کو تم بغیر جسم کے مانتے ہو۔

۶ مدعی تجسیم کے شرک سے بچنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ یہ بھی گمان کرتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ جہت میں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ عرش پر استواء کیسے ہوئے ہیں جو اس کی

شان کے لائق ہے۔ تو ہم اس کو کہتے ہیں: اب تو ”استواء“ کے بارے میں اس قول

کی طرف آ گیا ہے جو ہمارا قول ہے۔ رہی جہت کی بات، تو وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے

لائق نہیں ہے۔

۷ متکلمین کی اس بات پر اعتراض کر دیا: اگر اللہ تعالیٰ کسی جہت میں ہیں۔ تو پھر وہ اس

سے بڑی ہوگی، یا چھوٹی یا برابر۔ یہ سب محال ہے۔

حافظ ابن تیمیہ کہتے ہیں: ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے قول میں ”علی العرش“ کا مفہوم

ہی نہیں سمجھا ہے، مگر وہ یہی ثابت کرتے ہیں کہ کوئی جسم کسی دوسرے جسم پر ہو سکتا ہے

..... اور یہ کہا: یہ لازم تو اس کے مفہوم کا تابع ہے۔ رہی بات کہ استواء کی جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے، تو اس پر کسی بھی قسم کا لوازم ثابت نہیں ہوتا ہے۔

ہم کہتے ہیں: کبھی تم تمہی قبیلہ کے بن جاتے ہو، اور کبھی قیسی قبیلہ کے! جب تو نے یہ بات کہی: اللہ تعالیٰ کا استواء اس کی شان کے لائق ہے۔ یہی تو مشکلمین کا مذہب ہے۔ جب تو نے یہ کہا: استواء تو استقرار ہی ہے، اور اس کو ایک مخصوص جہت کے ساتھ مختص کر لیا۔ تو اب مذکورہ تردید سے خلاصی کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔

۸ اور استواء تو استیلاء یعنی غلبہ کے معنی میں ہے۔ میں اسی کی گواہی دیتا ہوں۔ اس آیت میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت، سلطنت اور بادشاہی کا بیان ہے۔ عرب کے لوگ اس کو بادشاہی سے کیا یہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ تو اہل عرب کہتے ہیں: فلاں شخص مملکت کی کرسی پر براجمان ہے، اگرچہ وہ ایک مدت تک اس پر بیٹھا بھی نہ ہو۔ اس سے ان کا مقصد بادشاہی ہی ہوتا ہے۔

۹ اگر یہ لوگ یہ کہیں: جب تم نے استواء کو استیلاء یعنی غلبہ کے معنی میں لے لیا ہے، تو اس آیت میں عرش کے ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہ رہا؟ کیونکہ یہ مفہوم تو مخلوقات کے حق میں درست ہے۔ تو پھر عرش کی تخصیص تو نہ رہی؟ اس کا جواب یہ ہے: تمام مخلوقات کو جب عرش نے گھیرا ہوا ہے، تو عرش پر استیلاء یعنی غلبہ کا مطلب ہے کہ تمام مخلوقات پر غلبہ ہے۔ علاوہ ازیں اہل عرب کا پیچھے گزرا ہوا کنا یہ بھی اس کا مرخ ہے۔ اور سلف صالحین جیسے حضرت امام جعفر صادقؑ وغیرہ کا کلام پہلے گزر چکا ہے۔

۱۰ ان لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے: استویٰ کا استویٰ (غالب ہونا) کے معنی میں لینا، تو یہ تو دفع جتی کے طور پر ہے۔ ہم کہتے ہیں: ”استویٰ“ کو ”جلس“ (بیٹھنا) کے معنی میں لینا، یہ تو جسم کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے۔ حالانکہ تم یہ کہہ چکے ہو کہ تم لوگ اس کے قائل نہیں ہو۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ”استواء علی العرش“ کے ساتھ بیان کریں تو ہم اس کے منکر نہیں ہیں، بلکہ ہم تو اس کو تشبیہ کے مشابہ قرار دیتے ہیں، یا یہ یہی ممنوعہ تشبیہ ہے۔  
واللہ الموفق!

تشریح حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں: فرمان باری تعالیٰ ہے:

الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى. (سورت طہ: ۵)

ترجمہ وہ خدائے رحمن عرش (حکومت) پر قائم ہے۔

استواء کے معنی استیلاء کے ہیں اور خود استیلاء سے مراد اقتدار و اختیار ہے۔ جو شہادت عام طور پر آیت پر وارد ہوتے ہیں، اس مفہوم کے لینے سے سب کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

أما إذا فسرنا الاستيلاء بالاقتدار زالت هذه المطاعن كلها (کبیر)  
(تفسیر ماجدی ص ۶۳۷۔ طبع تاج کبھی، لاہور، کراچی)

### 3.3.2.4۔ فرعون کے قول سے استدلال اور اس کا جواب

7 پھر اس کے بعد ابن تیمیہ نے فرعون کی حکایت سے استدلال کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَامَانَ ابْنِ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ. أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَى إِلَهِ مُوسَى وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا. وَكَذَلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءُ عَمَلِهِ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيلِ. وَمَا كُنَّا فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ.  
(مؤمن: ۳۶، ۳۷)

ترجمہ اور فرعون نے (اپنے وزیر سے) کہا کہ: ”اے ہامان! میرے لیے ایک اونچی عمارت بنا دو، تاکہ میں اُن راستوں تک پہنچوں، جو آسمانوں کے راستے ہیں، پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو جھانک کر دیکھوں۔ اور یقین رکھوں کہ میں تو اُسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔“ اسی طرح فرعون کی بد کرداری اُس کی نظر میں خوش نما بنا دی گئی تھی، اور اُسے راستے سے روک دیا گیا تھا۔ اور فرعون کی کوئی چال ایسی نہیں تھی جو بربادی میں نہ لگتی ہو۔

کاش مجھے کوئی بتائے! اس شخص نے فرعون کے کلام سے کیسے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہیں؟ اور عرش کے اوپر وہ کیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معبود کو

جھانک لے گا؟! راہی بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معبود کی، تو اس کا آسمانوں میں ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

۲ اگر، بالفرض والحال، یہ مان بھی لیا جائے تو فرعون کے کلام سے اس کے فہم وگمان کے مطابق کیسے دلیل بن سکتی ہے؟ جب کہ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ خبر بھی دے دی ہے:

وَكَذَلِكَ زَيْنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءَ عَمَلِهِ وَضُدَّ عَنِ السَّبِيلِ. وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ. (مؤمن: ۳۷)

ترجمہ اسی طرح فرعون کی بدکرداری اُس کی نظر میں خوش نما بنا دی گئی تھی، اور اُسے راستے سے روک دیا گیا تھا۔ اور فرعون کی کوئی چال ایسی نہیں تھی جو بربادی میں نہ لگتی ہو۔ یعنی اس کے اعمالِ بد اس کے سامنے مزین کر کے پیش کیے گئے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ اس کی تدبیریں ساری کی ساری خاک میں مل گئیں۔

۳ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرعون نے جو سوالات کیے ہیں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو جوابات قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیے ہیں۔ ان میں جہتِ باری تعالیٰ سے تعرض نہیں کیا گیا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات ہی بیان کی گئی ہیں اور بیانِ قدرت کا ہی ذکر ہے۔

۴ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کا ثبوت ہوتا تو اس کا تعارف اور بیان ہی زیادہ مناسب تھا۔ کیونکہ کسی چیز کی طرف حسی اشارہ ہی اس چیز کی معرفت کے لیے حسی اور عرفی طور پر زیادہ قوی ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

☆ قَالَ فَمَنْ رَبُّكُمَا يَا مُوسَىٰ. قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ. قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ. قَالَ عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَىٰ. (طہ: ۵۲-۵۹)

ترجمہ فرعون نے کہا: ”موسیٰ! تم دونوں کا رب ہے کون؟“۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ”ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو وہ بناوٹ عطا کی جو اُس کے مناسب تھی، پھر اس کی راہنمائی بھی فرمائی“۔ فرعون بولا: ”اچھا! پھر ان قوموں کا کیا معاملہ ہوا جو پہلے



گزر چکی ہیں؟“۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ”ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں محفوظ ہے۔ میرے رب کو نہ کوئی غلطی لگتی ہے، نہ وہ بھولتا ہے۔“

☆ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ. قَالَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنَّ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ. (الشعراء: ۲۳، ۲۴)

ترجمہ فرعون نے کہا: ”اور یہ رب العالمین کیا چیز ہے؟“۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ”وہ سارے آسمانوں اور زمین کا، اور ان ساری چیزوں کا پروردگار ہے جو ان کے درمیان پائی جاتی ہیں، اگر تم کو واقعی یقین کرنا ہو۔“

تشریح علامہ ابن جہیل کا مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی جہت ثابت ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے فرعون کو جواب دینا آسان تھا، جب اس نے سوال کیا تھا: اور یہ رب العالمین کیا چیز ہے؟۔ تو وہ جواب میں کہہ دیتے: وہ یہاں آسمان میں ہے، کیونکہ جہت کی طرف اشارہ حسیہ سے بتلانا زیادہ آسان اور زیادہ قوی تھا۔ نسبت عقلی دلائل کے بیان کرنے کے۔ یہ طریقہ زیادہ مختصر بھی تھا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مختصر طریقہ کی بجائے مخفی لصفات جیسے خلق (پیدا کرنا)، ابداع (نئی اور انوکھی چیز بنانا)، تربیت اور نگہداشت، والا طریقہ اختیار کیا۔ اور فرمایا: ”وہ سارے آسمانوں اور زمین کا، اور ان ساری چیزوں کا پروردگار ہے جو ان کے درمیان پائی جاتی ہیں“۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس واضح طریقہ کو چھوڑ کر ایک دوسرا راستہ اختیار کرنا اس وجہ سے ہے کہ اس واضح طریقہ اختیار کرنے میں جہت والے عقیدہ کا اثبات ہوتا تھا جس کو حافظ ابن تیمیہ نے اختیار کیا ہے، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ ہرگز نہ تھا، کیونکہ اشارہ حسیہ اختیار کرنے میں تجویز اور جہت مکانی کا اثبات ہو سکتا تھا۔ (من جانب مترجم)

فرعون نے سوال تو لفظ: ”مَا“ سے کیا تھا، تو اس کا جواب صفت کی بجائے جہت و تجویز سے زیادہ مناسب تھا۔ زیادہ سے زیادہ جو اس آیت اور استدلال سے سمجھا جاسکتا ہے، وہ فرعون کا فہم و شعور ہے۔ لہذا اس عقیدہ کی عمدہ دلیل تو فرعون کا ظن و گمان ہی ہے۔ تو یہ ان کی مستند دلیل ہے۔

۵ کاش مجھے کوئی بتائے! کہ اس نے اپنے اس عقیدہ کی نسبت اس کی طرف کیوں نہیں کی، جیسا اس نے اُمت محمدیہ ﷺ کے سادات کے عقائد کی نسبت ان لوگوں کی طرف کی ہے جن کی انہوں نے عقائد میں، جہت اور چیز میں، مخالفت کی ہے۔ ان لوگوں نے ان کو جہمیہ کے ساتھ ملحق کر دیا ہے، کہ انہوں نے اس عقیدہ کو لبید بن اعصم یہودی، جس نے نبی اکرم ﷺ پر جادو کیا تھا، سے اخذ کیا ہے؟!۔

### 3.3.2.5:- ”نزول“ کے لفظ سے استدلال اور اس کا

#### جواب

۸ اس شخص نے ان آیات کریمہ سے اپنے استدلال کو ختم کیا ہے:

۱ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ.

(حم سجدہ: ۴۲)

ترجمہ جس تک باطل کی کوئی رسائی نہیں ہے، نہ اس کے آگے سے، نہ اس کے پیچھے سے۔ یہ اُس ذات کی طرف سے اُتاری جا رہی ہے جو حکمت کا مالک ہے، تمام تعریفیں اُسی کی طرف لوٹتی ہیں۔

۲ أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكْمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ

آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ

الْمُتَمَرِّضِينَ. (الانعام: ۱۱۴)

ترجمہ (اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو کہ: ”کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو فیصل بناؤں،

حالانکہ اُسی نے تمہاری طرف یہ کتاب نازل کر کے بھیجی ہے جس میں سارے

(متنازعہ) معاملات کی تفصیل موجود ہے؟“۔ اور جن لوگوں کو ہم نے پہلے کتاب دی

تھی وہ یقین سے جانتے ہیں کہ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے حق لے کر نازل

ہوئی ہے۔ لہذا تم شک کرنے والوں میں ہرگز شامل نہ ہونا۔

ان دونوں آیتوں میں عرش، کرسی، آسمان اور زمین کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس میں تو

صرف اور صرف تنزیل یعنی اتارنے کا ذکر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس مدعی نے کس طرح اپنا مدعی ثابت کیا ہے! صرف آسمان سے ہی تنزیل کا مفہوم نہیں لیا جاسکتا۔ اس لیے کہ تنزیل کبھی آسمان سے ہوتی ہے اور کبھی کسی اور چیز سے بھی۔ تنزیل قرآن سے نزول کا مفہوم لیا جاسکتا ہے؟ اس لیے کہ نزول تو اوپر سے نیچے منتقل ہونا ہی ہے! اہل عرب کلام میں اس بات کو نہیں جانتے ہیں، چاہے وہ چیز عرض ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح اہل عرب نزول کا اطلاق مطلقاً کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ (الحديد: ۲۵)۔

اور ہم نے لوہا اتارا جس میں جنگی طاقت بھی ہے۔ ترجمہ

یہ بات معلوم ہے کہ لوہا کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے جو آسمان سے زمین پر اتارا جاتا ہو۔

وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ (الزمر: ۶)

اور تمہارے لیے موشیوں میں سے آٹھ جوڑے اتارے یعنی پیدا کیے۔ ترجمہ

کسی نے کبھی بھی یہ نہیں دیکھا ہے کہ لوہے کا ٹکڑا آسمان سے ہوا میں اتر رہا ہو، اور نہ کسی نے کبھی آسمان سے زمین کی طرف کسی اونٹ کو اترتے دیکھا ہے۔ لہذا جیسے یہاں نزول کو بلندی سے چلی طرف کے علاوہ پر بھی محمول کرنا جائز ہے۔ تو یہاں بھی یہی معنی ماننے کا جواز ہے۔

یہ اس مدعی کی قرآن مجید سے پیش کردہ دلائل میں سے آخری دلیل ہے۔ اس شخص نے پہلے تو یہ دعویٰ کیا ہے: وہ صرف وہی بات کرے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو۔ جو آیات اپنے قول کے لیے استدلال کے طور پر ذکر کرے گا، وہ نص یا ظاہر ہی ہوں گی۔ قارئین نے اس شخص کے دعوؤں کی حقیقت کو جان لیا ہے۔ نظر کی گہرائی کو بھی ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اس نے آیات کو بیان کیا ہے۔ اس کے عقیدہ کے موافق کوئی بھی دلیل نہیں ہے نہ نص کے طور پر اور نہ ظاہر کے طور پر۔ ہر وہ دعویٰ جس کے دلائل کی تائید کتاب اللہ میں نہ ہو، اس میں کمزوری اور خرابی ہے۔

### 3.3.3:- احادیث مبارکہ سے دلائل اور ان کے جوابات

#### 3.3.3.1:- حدیث معراج سے دلیل اور اس کا جواب

1 پھر حافظ ابن تیمیہؒ نے حدیث معراج سے استدلال کیا ہے۔ معراج کی کوئی بھی حدیث بیان نہیں کی ہے جس میں اس کا بیان ہو کہ اللہ تعالیٰ آسمان کے اوپر ہیں یا عرش کے اوپر حقیقی طور پر ہیں۔ ایک کلمہ بھی ایسا بیان نہیں کیا ہے۔ نہ حدیث معراج کو بیان کیا، نہ اس سے استدلال کو ذکر کیا ہے، تاکہ اس کے مطابق جواب دیا جاتا۔ اگر وہ وجہ استدلال کو بیان کرتے تو ہم یہ جان سکتے کہ اس کا جواب کیسے دیا جائے۔

#### 3.3.3.2:- لفظ: ”عند“ سے استدلال اور اس کا جواب

2 حافظ ابن تیمیہؒ نے پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں سے فرشتوں کے نزول سے استدلال کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتوں کا نزول آسمان سے ہوتا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ آسمان ان کی جائے قرار ہے۔ ”عند“ کے لفظ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں۔ اس لیے کہ ان رسولوں کے بارے میں، جو انسانوں میں سے ہیں، کہا جاتا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں، اگرچہ وہ آسمانوں کی طرف سے نازل نہیں ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ ”عندیت“ کبھی اس سے مراد شرف اور رتبہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَّآبٍ. (ص: ۲۵)۔

ترجمہ اور حقیقت یہ ہے کہ اُن (داؤد علیہ السلام) کو ہمارے پاس خاص تقرب حاصل ہے، اور بہترین ٹھکانا!

اس کے علاوہ بھی یہ کئی اور معانی کے لیے بھی مستعمل ہے، جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا ہے:

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ،

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشِبْرِ تَقَرُّبِثُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرُّبِثُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِنْ أَتَانِي يَمْسِي أُتِيْتُهُ هَرُؤَلَةً».

(بخاری: کتاب التوحید: رقم: ۷۴۰۵)

ترجمہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے۔ اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بے گناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

### 3.3.3.3: لفظ: ”الی“ سے استدلال اور اس کا جواب

3 پھر اس شخص نے ملائکہ کے آسمان کی طرف عروج کا ذکر کیا ہے، جیسا کہ پچھلی حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ اس نے اپنی اس دلیل کا مدار حدیث کے لفظ: ”الیٰ اربہم“ کو بنایا ہے۔ اور یہ کہ ”الیٰ“ غایت کی انتہاء کو بیان کرتا ہے۔ اور یہ کہ یہ لفظ قطع مسافت کے لیے ہے۔ حافظ ابن تیمیہ نے یہ سب کچھ بیان تو کر دیا مگر اس نے اپنے استدلال میں کسی بھی اہل عرب کا کلام بیان نہیں کیا ہے۔ اس لیے کہ عرب، مسافت کا مفہوم یہی سمجھتے ہیں کہ اجسام ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوں۔ ابن تیمیہ نے یہ بھی کہا ہے: عربوں نے ایسا ہرگز نہیں کہا ہے، حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمان قرآن مجید میں مذکور ہے:

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيِّدِينَ. (الصافات: ۹۹)

ترجمہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ”میں اپنے رب کے پاس جا رہا ہوں، وہی میری راہنمائی فرمائے گا۔“

اس آیت میں بالاتفاق انتہاء سے مراد وہ نہیں ہے جس کا ارادہ اس مدعی نے کیا ہے؟ لہذا وہ کتاب اللہ کی مخالفت کی جرات نہیں کرے گا اور نہ خبر واحد کے ذریعے اس کا جواب دینے کی کوشش کرے گا!

### 3.3.3.4: لفظ: ”مَنْ“ سے استدلال اور اس کا جواب

4 حافظ ابن تیمیہ نے نبی اکرم ﷺ کی حدیث کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

”أَلَا تَأْمَنُونَ وَأَنَا أَمِينٌ مِنْ فِي السَّمَاءِ يَأْتِيَنِي خَبْرٌ مِنْ فِي السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً“.

”کیا تم لوگ مجھے امین نہیں سمجھتے، حالانکہ میں امین ہوں اس ذات کی طرف سے جو آسمان میں ہے۔ میرے پاس صبح اور شام وہ خبر لاتا ہے جو آسمان میں ہے۔“

اس حدیث میں ”مَنْ“ سے مراد اللہ تعالیٰ نہیں ہیں۔ اور نہ اس کو نبی اکرم ﷺ نے بیان کیا ہے، اور نہ اس کی تخصیص کی ہے۔ اس مدعی نے کہاں سے یہ مطلب لے لیا ہے کہ لفظ: ”مَنْ“ سے مراد ملائکہ نہیں ہیں؟ کیونکہ یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی سب سے زیادہ اطلاع رکھنے والے ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ امین ہیں اور وہ ان کے ہاں اس رتبہ والے ہیں۔ پس مدعی کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ حدیث میں کوئی ایسا اشارہ نہیں ہے جو اس کی نفی کرتا ہو۔ اور اس شخص کے دعویٰ کا ہرگز اثبات نہیں ہے۔

### 3.3.3.5: لفظ: ”فِي“ سے استدلال اور اس کا جواب

5 پھر حافظ ابن تیمیہ نے حدیث رقیہ ذکر کی ہے:

”رَبَّنَا اللَّهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ تَقْدُسُ اسْمُكَ أَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ  
وَالْأَرْضِ كَمَا رَزَقَكَ فِي السَّمَاءِ“ الْحَدِيث.

یہ حدیث اگر صحیح ثابت ہو جائے، تو اس میں حضور ﷺ نے جو الفاظ: ”رَبَّنَا اللَّهُ  
الَّذِي فِي السَّمَاءِ تَقْدُسُ اسْمُكَ“ فرمائے ہیں۔ اس میں آپ ﷺ نے  
”فِي السَّمَاءِ“ پر سکوت نہیں فرمایا ہے۔ پس کس معنی کی بنا پر ہم بھی یہاں وقف  
کریں؟! اور ”تَقْدُسُ اسْمُكَ“ کو جملہ مستانفہ بنائیں؟ کیا جناب رسول اللہ  
ﷺ نے ایسا کیا ہے؟، یا اس کا حکم آپ ﷺ نے دیا ہے؟ یہاں مدعی کوئی راستہ  
نہیں پائے گا مگر یہ کہتے ہوئے: ”اللَّهُ تَقْدُسُ اسْمُهُ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ“۔  
پھر کس لیے آسمان کا ذکر مخصوص کر لیا ہے؟ تو ہم اس کو کہیں گے: ”تَقْدُسُ“ کا کیا  
معنی ہے؟ اگر اس سے مراد تنزیہ ہی ہے تو یہ صرف آسمان یا زمین تک ہی محدود نہیں  
ہے۔ اس لیے کہ تنزیہ کا معنی: نقائص کی نفی کرنا ہے۔ اور اس کا تعلق زمین و آسمان سے  
نہیں ہے۔ لہذا اس سے مراد یہ ہے کہ مخلوقات اللہ تعالیٰ کی تقدیس بیان کرتی ہیں اور  
تنزیہ باری تعالیٰ کا اعتراف کرتی ہے۔ لہذا اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ آسمان والے  
تو اللہ تعالیٰ کی تنزیہ میں متفق ہیں، جیسا کہ اس بارے میں بھی کوئی شک نہیں کہ زمین  
والے کچھ وہ بھی ہیں جو تنزیہ باری تعالیٰ نہیں کرتے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک  
بھی بنا لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ایسے اوصاف بھی بیان کر دیئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی  
شان کے لائق نہیں ہیں۔ پس تقدیس کے لیے آسمان کی تخصیص اس لیے ہوگی کہ  
آسمان والے تنزیہ باری تعالیٰ کے بارے میں متفق ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قیامت  
کے دن اپنی بادشاہی کے لحاظ سے منفرد ہوں گے، اس وہم کو دور کرنے کے لیے کہ اللہ  
تعالیٰ نے آیت شریفہ: ”مَا لِكِ يَوْمَ الدِّينِ“ میں اپنی بادشاہی کی تخصیص کیوں  
کی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے فنا ہو جانے کے بعد کہیں گے: آج کون بادشاہی  
کا دعویٰ کرتا ہے؟ فرمان باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ. لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ. لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ.  
لِلَّهِ الرَّاحِدِ الْقَهَّارِ. (مؤمن: ۱۶)

ترجمہ  
 جس دن وہ سب کھل کر سامنے آجائیں گے، اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوگی۔ (کہا جائے گا) ”کس کی بادشاہی ہے آج؟“۔ (جواب ایک ہی ہوگا کہ: ”صرف اللہ تعالیٰ کی جو واحد و قہار ہے۔“)

اس مدعی نے اس حدیث کو پھر بیان کر دیا ہے۔ اس حدیث کا اول حصہ بیان کر کے یہاں تک بیان کیا: ”رَبَّنَا اللَّهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ“۔ پھر کہا: اور ذکر کیا اور: ”فِي السَّمَاءِ“ پر وقف کیا ہے۔ کاش مجھے کوئی بتائے! کیا علماء کرام میں سے کسی نے ایسا کرنے کو جائز کہا ہے؟ کیا یہ صرف وہم ڈالنے والی بات نہیں ہے کہ سید المرسلین حضور اکرام ﷺ نے ایسا کہا ہے: ”رَبَّنَا اللَّهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ“؟

تخریج  
 یہ حدیث سنن ابی داؤد میں ہے:

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبِ الرَّمْلِيِّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ زِيَادَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبِ الْقُرظِيِّ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ اِشْتَكَى مِنْكُمْ شَيْئًا، أَوْ اِشْتَكَاهُ أَخٌ لَهُ، فَلْيَقُلْ رَبَّنَا اللَّهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ، تَقَدَّسَ اسْمُكَ، أَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، كَمَا رَحِمْتَكِ فِي السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْأَرْضِ، اغْفِرْ لَنَا حُوبَنَا وَخَطَايَانَا، أَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِينَ أَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلَيَّ هَذَا الْوَجَعِ، فَيَبْرَأُ.

(ابوداؤد، کتاب الطب، رقم ۳۸۹۲؛ قال۔ الألبانی: ضعيف)

اس حدیث کی سند میں زیادہ بن محمد انصاری منکر الحدیث ہے۔ تہذیب التہذیب میں ہے:

د م - زیاد بن محمد الأنصاری. روى عن محمد بن كعب القرظي، وعبد الله بن أنس بن مالك، وعنه الليث، وابن لهيعة. قال البخاري والنسائي وأبو حاتم: منكر الحديث. وقال ابن عدي: أظنه ملنبا لا أعلم له إلا حديثين أو ثلاثة ومقدار مال له لا يتابع عليه. روى له أبو



داود والنسائی حدیثاً واحداً فی الرقیة من حصاة البول. قلت: وقال ابن حبان: منکر الحدیث جدا یروی المناکیر عن المشاهیر فاستحق الترك.

(تہذیب التہذیب، ج ۳ ص ۳۹۲، ۳۹۳، رقم ۷۲۳. المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ). الناشر: مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند. الطبعة: الطبعة الأولى، ۱۳۲۶ھ)

تقریب میں یوں ہے: فی التقریب "زیادة" بکسر اوله فی آخره ابن محمد الأنصار من السادسة.

تو سند میں ایسے منکر الحدیث راوی کے سبب سے مصنف نے بتقدیر صحت جواب دیا ہے۔

### 3.3.3.6: حدیث اوعال سے استدلال اور اس کا جواب

7 حدیث اوعال، جس میں یہ الفاظ ہیں: "وَالْعَرْشُ فَوْقَ ذَلِكَ كُتْلُهُ، وَاللَّهُ فَوْقَ ذَلِكَ كُتْلُهُ"۔ یعنی عرش ان سب کے اوپر ہے، اور اللہ ان سب کے اوپر ہے۔

1 یہ وہ حدیث ہے جس کو یہ لوگوں کو وہم میں ڈالنے کے لیے بیان کرتے ہیں۔ اور اپنی ملمع کی ہوئی باتوں کی ترویج کرتے ہیں۔ اپنے ہر دعویٰ کو مزین کرنے کے لیے اس حدیث سے استدلال ضرور کرتے ہیں۔ ہم بیان کریں گے کہ ان لوگوں کے پیش کردہ دلائل کے لیے اس حدیث میں ایک حرف بھی نہیں ہے۔ اور نہ ان کے قدموں کو استقرار نصیب ہوگا اس دعویٰ میں کہ اللہ تعالیٰ حقیقی طور پر عرش کے اوپر ہیں، بلکہ ان کا دعویٰ اس حدیث سے ٹوٹ جاتا ہے۔

2 اس کی توضیح یہ ہے کہ اس مدعی نے آخر والی بات کو پہلے بیان کر دیا ہے۔ اس نے اپنے کلام کے آخر میں کہا ہے: کوئی گمان کرنے والا یہ گمان نہ کرے کہ یہ حدیث اس آیت معیت اور حدیث کے ظاہر کے خلاف ہے۔

☆ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحديد: ۴)

ترجمہ تم جہاں کہیں ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے۔

☆ حضور بنی اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى بُصَافًا فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ، فَحَكَّهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: "إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي، فَلَا يَبْصُقُ قِبَلَ وَجْهِهِ، فَإِنَّ اللَّهَ قِبَلَ وَجْهِهِ إِذَا صَلَّى." (بخاری رقم ۴۰۶)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے قبلہ کی دیوار پر تھوک کو دیکھا، تو اس کو کھرچ ڈالا۔ پھر آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے کھڑا ہو تو اپنے سامنے کی طرف نہ تھو کے، کیونکہ اللہ اس کے سامنے ہوتے ہیں جب وہ نماز پڑھ رہا ہوتا ہے۔"

۳ پھر حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: پس یہ غلط اور ظاہر ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ حقیقی طور پر ہیں، اور وہ عرش پر بھی حقیقی طور پر ہیں۔

۴ حافظ ابن تیمیہؒ پھر فرماتے ہیں: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس قول میں صحیح فرما دیا ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ. يُعَلِّمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا. وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ. وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ. (الحديد: ۴)

ترجمہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر استواء فرمایا۔ وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے، اور جو اس سے نکلتی ہے اور ہر اس چیز کو جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے۔ اور تم جہاں کہنا ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کام بھی تم کرتے ہو، اللہ اس کو دیکھتا ہے۔

۵ پھر یہ مدعی (حافظ ابن تیمیہؒ) بھرپور طریقہ سے اس کا دعویٰ کرتا ہے: پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ عرش کے اوپر ہے، وہ ہر چیز کو بھی جانتا ہے، اور وہ ہمارے ساتھ

بھی ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے حدیث اوعال میں اس کی خبر دی ہے: ”اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ تم جس حال میں ہو“۔

پس تو نے اس بات کو سمجھ لیا ہے کہ اس مدعی نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر حقیقی طور پر ہیں اور دلیل کے طور پر یہ آیت پیش کی: ”ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ“۔ پھر اس آیت سے اس معنی کو بنا لیا کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں۔ حالانکہ ہر پختہ ذہن اور فکر مستقیم رکھنے والا یہ جانتا ہے کہ آیت مبارکہ کے الفاظ: ”ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ“ کے الفاظ ہرگز ”فَوْقَ الْعَرْشِ“ حقیقتاً کے مترادف نہیں ہیں۔ ہم نے پہلے ہی اس پر کلام کر دیا ہے۔ اس آیت میں ہرگز اس کا اثبات نہیں ہے جن دعوؤں کا اس نے دعویٰ کیا ہے، اور نہ ہی اس کے استدلال میں تقریب ہی ہے، بلکہ اس مدعی نے آیت کو کتاب اللہ سے نقل کر دیا ہے، کچھ معلوم نہیں کہ اس نے اپنے حافظہ سے اس کو نقل کیا ہے، یا مصحف قرآنی سے دیکھ کر آیت کو نقل کیا ہے۔ پھر اس مدعی نے اس آیت مبارکہ کو دلالت کے لحاظ سے اس مضمون کے مشابہ قرار دیا ہے جس کو اس نے حدیث اوعال سے اخذ کیا ہے، جیسا کہ اس نے کہا: ”جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں۔“

تنبیہ حدیث اوعال تو ضعیف اور ناقابل استدلال ہے: تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں

میری دوسری کتاب: التَّنْزِيهِ فِي الرَّدِّ عَلَىٰ أَهْلِ التَّشْبِيهِ لِي قَوْلِهِ تَعَالَى: الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ ”استواء علی العرش“

تو نے یہ بات جان لی ہے کہ اس حدیث اوعال میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے کہ جو معیت پر دلالت کرتی ہو، بلکہ حدیث میں ”مع“ کا لفظ بھی نہیں ہے۔

تقریب تقریب کہتے ہیں دلیل کو اس طرح لانا کہ مطلوب کو مستلزم ہو۔ جب مطلوب غیر لازم اور لازم غیر مطلوب ہو، تو تقریب لازم نہیں ہوتی۔

### 3.3.3.7: لفظ: ”مع“ سے استدلال اور اس کا جواب

حافظ ابن تیمیہ کہتے ہیں: یہ اس لیے ہے کہ ”مع“ کا لفظ جب مطلقاً بولا جاتا ہے تو اس

سے مراد اس کے ظاہر سے صرف لغت میں مطلقاً مقارنت یعنی قریب ہونا ہی ہوتا ہے، جس میں مماس (چھونا) اور دائیں بائیں کی طرف سے محاذات کا وجود نہیں ہوتا ہے۔ پھر جب اس میں معانی کے لحاظ سے کسی معنی کی قید کو ذکر کر دیا جائے تو اس معنی کے لحاظ سے مقارنت ہوگی۔ اس لیے کہا جاتا ہے: ہم چلتے رہے جب کہ چاند بھی ہمارے ساتھ تھا اور ستارہ بھی ہمارے ساتھ تھا۔ اور کہا جاتا ہے: یہ مال و متاع ہمارے ساتھ ہے، حالانکہ وہ جمع ہونے میں تیرے ساتھ ہے چاہے وہ تیرے سر کے اوپر ہی ہو۔ لہذا یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ حقیقی طور پر ہے، اور وہ عرش کے اوپر بھی حقیقی طور پر ہے۔

پھر اس معیت کے اپنے مورد کے لحاظ سے معنی مختلف ہوتے ہیں۔

9

پھر کہا: **يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا. وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ. وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ.**  
(الحديد: ۴)

ترجمہ وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے، اور جو اس سے نکلتی ہے۔ اور ہر اُس چیز کو جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے۔ اور تم جہاں کہیں ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کام بھی تم کرتے ہو، اللہ اُس کو دیکھتا ہے۔

بلکہ اس خطاب کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس معیت کا حکم اور اس کا مقتضی ہے کہ وہ تم پر مطلع ہے اور تمہارے حال کو جانتا ہے۔

پھر کہا: جو سلف کے قول کا معنی ہے: کہ اللہ تعالیٰ علم کے لحاظ سے لوگوں کے ساتھ ہے۔ پھر کہا: اور یہ خطاب کا ظاہر ہے اور اس کی حقیقت ہے۔

پھر ان آیات سے استدلال کیا:

10

☆ **مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا.** (الجادلہ: ۷)

ترجمہ کبھی تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ نہ ہو، اور نہ پانچ آدمیوں کی کوئی سرگوشی ایسی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو۔ اور چاہے سرگوشی کرنے

والے اس سے کم ہوں یا زیادہ، وہ جہاں بھی ہوں، اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔

☆ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (التوبة: ۴۰)

ترجمہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

☆ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ. (النحل: ۱۲۸)

ترجمہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کا ساتھی ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، اور جو احسان

پر عمل پیرا ہیں۔

☆ قَالَ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى (طہ: ۴۶)

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ڈرو نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں، سن بھی رہا ہوں، اور دیکھ بھی

رہا ہوں۔“

11 حافظ ابن تیمیہ کہتے ہیں: ”ابوالصہبی نے چھت کے اوپر سے اس کو کہا: ڈرو نہیں، میں

تیرے ساتھ ہوں۔“

اس میں اس بات پر تشبیہ ہے کہ معیت حکم حال کی موجب ہے۔

ناظرین کو اس مدعی کے اس مثال سے اس کے ادب ملحوظ رکھنے کی داد دینی چاہیے!!

اس کے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے حسن الفاظ کی بھی داد دینی چاہیے!۔

### 3.3.3.8: حافظ ابن تیمیہ کے نزدیک ”معییت“ کا معنی

#### اور اس کا جواب

12 پھر حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ففرق بين المعية وبين مقتضاها، وربما

صار مقتضاها من معناها، فيختلف باختلاف المواضع.

ترجمہ پھر معیت اور اس کے مقتضی کے درمیان فرق ہے۔ کبھی اس کا مقتضی اس کے معنی کے

لحاظ سے ہوتا ہے، تو اس کا معنی مواضع کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔

ناظرین کو اس عبارت کو پیش نظر رکھنا چاہیے، جو نہ عربی ہے، نہ عجمی۔ پس اللہ تعالیٰ کی

ذات پاک ہے، تسبیح کے لائق ہے جس کی مختلف لغات اور زبانوں میں تسبیح بیان کی

جاتی ہے!!

13 حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: ”معیت“ کا لفظ کتاب و سنت میں مختلف مواضع میں استعمال کیا گیا ہے، جس کا مقتضی بعض جگہوں میں ایک ہے جو دوسری جگہوں میں نہیں ہے۔ یہ عبارت حافظ ابن تیمیہؒ کے اپنے حروف میں ہے۔

14 پھر ابن تیمیہؒ نے کہا: پس اس کی دلالت موقع کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے، یا تمام موارد میں ایک قدر مشترک پر دلالت ہوتی ہے، اگرچہ ہر جگہ اپنی خاصیت کے لحاظ سے خاص امتیاز بھی ہوتا ہے۔

پس اس مدعی کی اس تقسیم اور حسن تصرف کو دیکھنا چاہیے!!؟

15 پھر حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: دونوں صورتوں میں اس کا مقتضی یہ نہیں ہے کہ ذات باری تعالیٰ مخلوق کے ساتھ مختلط ہے، یہاں تک کہ یہ کہا جائے: یہ لفظ اپنے ظاہر سے ہٹا دیا گیا ہے۔

16 پھر ایک اور جگہ حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: جو شخص اس بات کو جانتا ہے کہ ”معیت“ ہر قسم کی مخلوقات کی طرف مضاف ہوتی ہے۔ جیسا کہ ربوبیت کی مثال ہے، اور یہ کہ استواء عرش پر نہیں ہے مگر عرش پر ہی، اور اللہ تعالیٰ کو حقیقی طور پر علو اور فوقیت پر متصف کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو نیچے اور تحت کی صفت سے متصف نہیں کیا جاسکتا، نہ حقیقی طور پر، نہ مجازی طور پر۔ یہ بات معلوم ہے کہ قرآن انہی معانی پر ہے جو اس کے متعین ہیں، بغیر کسی تحریف کے۔

پس ناظرین کو ان قطعہ مقدمات کی طرف نظر رکھنی چاہیے؟! ان خوش کن عبارات کی بھی داد دینی چاہیے؟! اس عبارت کا حصر بھی ملاحظہ ہو کہ عرش پر استواء کسی چیز پر ہے جس کو کوئی عاقل کہہ ہی نہیں سکتا، ہاں جاہل کہہ لے تو الگ بات ہے!!

3.3.3.9: حافظ ابن تیمیہؒ کے نزدیک ”اللہ تعالیٰ آسمان

میں ہیں“ کا معنی اور اس کا جواب

17 پھر حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں، اس معنی کے لحاظ سے کہ آسمان اللہ تعالیٰ کو گھیرے یا سمیٹے ہوئے ہے، تو وہ جھوٹا ہے اگر وہ دوسرے سے نقل کر رہا ہے، اور گمراہ ہے اگر وہ اپنے رب کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے ہوئے ہے۔ ہم نے کسی سے بھی یہ نہیں سنا ہے کہ وہ ان الفاظ سے یہ مراد لیتا ہو، نہ ہم نے کسی کو دیکھا ہے کہ وہ اس مفہوم کو کسی سے نقل کر رہا ہے۔

پس ناظرین کو اس سے استفادہ کرنا چاہیے کہ فہم بھی سنتا ہے؟ (فلیستفد الناظر أن الفہم یسمع)۔

18 پھر حافظ ابن تیمیہؒ نے کہا: اگر سارے ہی مسلمانوں سے یہ سوال کیا جائے: کیا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے قول کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں اور آسمان نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے؟ تو ان میں سے ہر شخص یہ کہنے میں جلدی کرے گا: یہ وہ چیز ہے جو شاید ہمارے کبھی ذہنوں میں بھی نہ آئی ہو۔ جب معاملہ یوں ہی ہے تو یہ تکلف ہی ہوگا کہ اس لفظ کو ظاہری معنی میں لینے کی گنجائش ہو۔ لوگ اس سے یہ معنی نہیں سمجھیں گے۔ پھر ایک دوسرے سے پوچھنے کا ارادہ کریں گے۔

### 10.3.3.3: حافظ ابن تیمیہؒ کا عقیدہ ہے: اللہ تعالیٰ علو میں ہیں، نہ کہ چلی جانب

19 پھر حافظ ابن تیمیہؒ نے کہا: بلکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں، وہ عرش پر بھی اکیلے ہیں۔ اس لیے کہ آسمان سے مراد علو ہی لیا جاتا ہے۔ تو پھر معنی ہوگا: اللہ تعالیٰ علو میں ہیں، نہ کہ چلی جانب۔

20 اس مدعی نے یوں ہی کہا ہے۔ پس ناظرین کو ان الفاظ کو خوب سنبھال کے رکھنا چاہیے۔ اور ان الفاظ کو ڈاڑھوں سے مضبوطی سے پکڑنا چاہیے! اور اس بات کو جان لینا چاہیے کہ یہ وہ قوم ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَقَدْ فِي قُلُوبِهِمُ الرَّغْبُ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ.

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ. (الحشر: ۲)

ترجمہ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی اجاڑ رہے تھے۔ لہذا اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کر لو۔

21 حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: مسلمان اس بات کو جانتے ہیں کہ اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے۔ کرسی عرش کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسا کہ کسی بڑے میدان میں ایک حلقہ ڈال دیا ہو۔ عرش بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی عظمت کے سامنے اس کی کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ لہذا کوئی خیال کرنے والا اس سب کے بعد یہ کیسے خیال کر سکتا ہے کہ مخلوق اس کا احاطہ کر سکتی ہے؟

### 3.3.3.11۔ لفظ: ”فِي“ ”عَلَى“ کے معنی میں ہے،

#### سے استدلال

22 اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:  
 ☆ قَالِقَطْعَنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَلَا صَلْبِنَكُمْ فِي جُدُوعِ النَّخْلِ (طہ: ۷۱)

ترجمہ اب میں نے بھی پکا ارادہ کر لیا ہے کہ تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹوں گا۔ اور تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا۔

☆ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ. (النحل: ۳۶)  
 ترجمہ تو ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ (پیغمبروں کو) جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟  
 ان آیتوں میں ”فِي“ ”عَلَى“ کے معنی میں ہے، وغیرہ۔

اور یہ کلام عربی حقیقی ہے، نہ کہ مجازی معنی میں۔ اس کو وہ جانتا ہے جو جردف کے معانی کے حقائق کو جانتا ہے۔ اور اس کو معلوم ہے کہ یہ اکثر متواطی ہیں۔



نوٹ متواپی اس کلی کو کہتے ہیں جس کا صدق اپنے افراد پر بالسویہ ہو۔  
☆ یہ آخری دلیل ہے جس کے ساتھ اس مدعی نے تمسک کیا ہے۔

### 3.3.4: علامہ ابن جہیل کی طرف سے حافظ ابن تیمیہ کا تفصیلی رد

#### 3.3.4.1: لفظ: ”مع“ سے استدلال اور اس کا جواب

1 پس پہلے ہم یہ کہتے ہیں: تیرے اس قول کا کیا معنی ہے: لفظ: ”مع“ لغت میں مطلق طور پر مقارنت کے لیے آتا ہے، جس میں مماسات اور محاذات نہیں ہوتیں؟ اور یہ ”مقارنت“ کیا ہے؟ اگر اس مقارنت سے وہ مفہوم مراد نہیں لیا جاتا جو جسم کی لازمی صفت نہیں ہے، تو اس سے ہمارا مقصود حاصل ہو گیا ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور مفہوم مراد ہے تو اس پر تنبیہ کرنا لازم ہے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں کیا اہل عرب اس مقارنت سے وہ مفہوم مراد لیتے ہیں کہ نہیں۔ پھر اس کا یہ قول: پھر اس کو کسی مخصوص معنی کے ساتھ مقید کیا جائے، جو اس معنی کے ساتھ مقارنت پر دلالت کرے۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے: اس معنی کو اختیار کرنے میں اس نے کس راستہ کو اختیار کیا ہے؟

2 پھر اس مدعی کا قول: ”یعنی معیت“، یہ ان تمام مواضع میں ”علم“ کے معنی میں ہے۔ ہم کہتے ہیں: یہ تم نے کہاں سے اخذ کیا ہے؟ پھر اگر وہ کہے: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے:

مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ  
وَلَا أَدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا. (المجادلہ: ۷)

ترجمہ کبھی تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ نہ ہو، اور نہ پانچ آدمیوں کی کوئی سرگوشی ایسی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو۔ اور چاہے سرگوشی کرنے

والے اس کے کم ہوں یا زیادہ، وہ جہاں بھی ہوں، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہاں ”سعیت“، ”علم“ کے معنی میں ہے۔ اور یہ معنی حقیقت کے طور پر ہے۔ ہم جواب میں کہیں گے: تو نے اپنے لیے تو ہمارے قول سے ناپا ہے، تو ہمارے لیے بھی اسی ترازو سے ناپ لے۔

## 3.3.4.2: ”فوق“ کے لفظ سے استدلال اور اس کا

### جواب

3 اس بات کو جاننا چاہیے کہ لفظ: ”فوق“ جس طرح جہت کے معنی میں مستعمل ہے، اسی طرح یہ رتبہ، سلطنت اور ملک کے لحاظ سے علو کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ اور اسی طرح لفظ: ”استواء“ بھی ہے۔ پس دونوں الفاظ ایک دوسرے کے مترادف ہیں، جیسا کہ تو نے اس کو حرف بحرف ذکر کیا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

1 وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ (الانعام: ۶۱، ۱۸)

ترجمہ وہی اپنے بندوں پر مکمل اقتدار رکھتا ہے۔

2 وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ. (یوسف: ۷۶)

ترجمہ اور جتنے علم والے ہیں، ان سب کے اوپر ایک بڑا علم رکھنے والا موجود ہے۔

3 إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ. (الفتح: ۱۰)

ترجمہ (اے پیغمبر!) جو لوگ تم سے بیعت کر رہے ہیں، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

وَأَنَا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ. (الاعراف: ۱۲)

ترجمہ اور ہمیں ان پر پورا پورا قابو حاصل ہے۔

5 أَهْمُ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ. نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ

الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا.

وَرَحِمْتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ. (الزخرف: ۳۲)

ترجمہ  
بھلا کیا یہ لوگ ہیں جو تمہارے پروردگار کی رحمت تقسیم کریں گے؟ ذیوی زندگی میں ان کی روزی کے ذرائع بھی ہم نے ہی ان کے درمیان تقسیم کر رکھے ہیں، اور ہم نے ہی ان میں سے ایک کو دوسرے پر درجات میں فوقیت دی ہے، تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ اور تمہارے پروردگار کی رحمت تو اُس (دولت) سے کہیں بہتر چیز ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ ان آیات میں جہتِ علوم ادا نہیں ہے۔ لہذا تو اس بحث کو دوبارہ لوٹا اور یہ بھی کہہ دے: فوق العرش سے استیلاء یعنی غلبہ ہی ہے۔ اور اسی معنی میں حدیثِ اوعال بھی ہے۔ اور جو تو نے ”مع“ کے معنی بیان کیے ہیں وہی ”فوق“ کے بھی کر لے۔ جو معانی کی تخریج وہاں کی ہے وہی یہاں بھی کر لے، ورنہ سب میں تاویل کرنا چھوڑ دے۔

### 3.3.4.3: حافظ ابن تیمیہ کے نزدیک ”اللہ تعالیٰ آسمان

#### میں حقیقی طور پر ہیں“ کا معنی اور اس کا جواب

4 پھر اس مدعی کا قول: جو شخص اس بات کو جانتا ہے کہ معیت کو تمام مخلوقات کی انواع میں سے ہر نوع کی طرف مضاف کیا جاسکتا ہے۔ اور استواء کسی بھی چیز پر نہیں ہے مگر عرش پر ہی۔

جواب ہم کہتے ہیں: یہاں تک کہ ہم تجھے یہ بتلا دیں گے، جس نے اس معنی کے لحاظ سے اس کو استعمال کیا ہے، وہ اس کو جانتا ہے جس کو تو نے بغیر دلیل کے ہی کہہ دیا ہے۔ تو اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کرے گا ورنہ تو نے ایسا لفظ ظاہر کیا ہے جو ”فوق“ کے تحت ”استواء“ کے لیے جہتِ علوم میں دلالت کرتا ہے۔

کاش مجھے کوئی بتا دے! تو نے کہاں سے یہ بات معلوم کر لی ہے کہ ”معیث“، علم کے ساتھ حقیقی ہوتی ہے؟ اور یہ کہ آیت استواء علی العرش اور حدیثِ اوعال صفت ربوبیت کو فوقیتِ حقیقی پر دلالت کر رہی ہیں؟۔ اے اللہ! تجھ سے بخشش اور مغفرت کا طلب

گار ہوں!! ایسی باتوں کا وجود تو کشف سے ہی ممکن ہے۔ ورنہ جو دلائل اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات، صفات اور شرائع کے تعارف کے لیے قائم کیے ہیں، وہ تو اس کے دعویٰ کے مطابق ہرگز نہیں ہیں۔ اس شخص کے قدموں کو ثبات نہیں ہے مگر فضا میں ہی۔

پھر اس شخص کا قول ہے: اللہ تعالیٰ کو سفل اور تحت (نیچے ہونا) کی صفت سے متصف نہیں کیا جاسکتا، نہ حقیقی طور پر، اور نہ مجازی طور پر۔ 5

کاش کوئی مجھے بتائے! اس دعویٰ کو کس نے کیا ہے؟ جس کے لیے اس کلام میں تکلف کرنا پڑا ہے۔

پھر اس کے بعد اس شخص کا قول ہے: جو شخص یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں، اس معنی کے لحاظ سے کہ آسمان نے اس کو گھیرا ہوا اور احاطہ کیا ہوا ہے، تو وہ شخص جھوٹا ہے اگر وہ کسی دوسرے سے نقل کر رہا ہے، اور گمراہ ہے، اگر وہ اس کا اعتقاد رکھتا ہے۔ 6

اے مدعی! وہ بات کہہ جس کو تو سمجھ رہا ہے، اور جس بات کو کہہ رہا ہے اس کو سمجھ کر کہہ۔ اور لوگوں سے ایسا کلام کر جو ایک عقل مند شخص کا دوسرے عقل مند سے ہوتا ہے، جس سے دوسروں کو بھی اور تجھے بھی فائدہ ہو۔

جب تو اس بات کا طلب گار ہے کہ لفظ ”فی“ سے جہت کا مفہوم مستنبط ہوتا ہے، اور تو نے اس کو حقیقت پر بھی محمول کیا ہے، تو پھر اس سے ظرفیت کے علاوہ کوئی اور مفہوم بھی سمجھا جاسکتا ہے؟ یا اس کے معنی ہی سے؟ اور جب ایسا ہے تو پھر کیا کوئی عاقل اس سے ظرف کے مفہوم کو ختم کر سکتا ہے کہ وہ اس کے بعض کا احاطہ کرے یا اس کے مکمل کا جو اس کو لازم ہے؟! کیا یہ کسی سنی سنائی بات سے ہی اخذ کیا ہے؟ کیا کسی کے دل میں یہ بات آگئی ہے کہ لفظ ”فی“ جہت کے لحاظ سے حقیقی ہے، اور اس سے احاطہ مکمل طور پر یا جزوی طور پر مفہوم نہیں ہوتا ہے؟ اگر اس سے یہ مراد ہو کہ لوگوں کو ان کی عقلوں سے دور کر دیا جائے، اور صرف تم ہی بات کرتے جاؤ اور لوگ تقلید میں تصدیق کرتے جائیں۔ (ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے) تو پھر تو اس بات سے کیوں بے خوف ہو گیا ہے کہ اس ملت اسلامیہ کے دفاع کے لیے بعض لوگ تجھ سے سوال بھی کریں گے

اور تجھے بتلائیں گے بھی، اور تیری غلط باتوں کی وجہ سے تجھ پر باطل کا اطلاق بھی کریں گے۔

7 پھر تیرا یہ کہنا: اگر سارے ہی مسلمانوں سے پوچھا جائے: کیا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اس قول سے کہ اللہ آسمانوں میں ہے، یہ مفہوم لیتے ہیں کہ آسمان نے اس ذات کو گھیرا ہوا ہے۔ تو ان میں سے ہر ایک فوراً یہ جواب دے گا: یہ وہ چیز ہے جس کا وسوسہ بھی ہمارے دلوں میں نہیں آیا ہے۔

جواب ہم کہتے ہیں: اس سے تو نے کس بات کا ارادہ کیا ہے؟ اگر اس سے تو نے یہ ارادہ کیا ہے کہ یہ لفظ اس معنی کو ادا نہیں کرتا ہے۔ تو پھر تجھ پر لازم ہے کہ تو اس شخص سے سوال کرے جو کلام عرب کا عارف اور ماہر ہو۔ تو وہ تیری اس بات کی تصدیق نہیں کرے گا جو تو کہہ رہا ہے، اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ لفظ: ”فی“ تو ظرفیت کے لیے ہی ہے۔ اور وہ حقیقی طور پر جہت ہی کے لیے ہے۔ اور اگر تیری مراد یہ ہو کہ عقل اللہ تعالیٰ کے لیے اس بات سے انکاری ہے۔ تو پھر ہم تیرے ساتھ نہیں ہیں مگر اس تقریر کے ساتھ: ”جو بھی اللہ تعالیٰ کے لیے نقص والی چیز ہے، اس کی اللہ تعالیٰ سے نفی کرنا ہے۔“

3.3.4.4۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے نزدیک ”اللہ تعالیٰ آسمان

میں ہیں اور وہ عرش پر ہیں۔ اس سے مراد جہتِ علو ہی

ہے“ کا معنی اور اس کا جواب

8 پھر تیرا یہ قول: مسلمانوں کے نزدیک یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں اور وہ عرش پر ہیں۔ یہ ایک ہی بات ہے۔

یہ بات ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اس کلام کو وہ کسی کی طرف منسوب کرے، ہاں وہ اپنی ذات کی طرف کر سکتا ہے، یا ان لوگوں کی طرف جن کو تو نے یہ غلط عقیدہ سکھا دیا

ہے۔ مسلمان کو اس کلام کی طرف منسوب کرنا درست نہیں جس میں عقل والی کوئی بات ہی نہیں ہے۔

پھر تو نے اس بات سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں اور عرش پر ہیں، ان دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے کہ آسمان سے مراد ”علو“ (بلندی) ہے۔ تو اس کا معنی ہوگا: اللہ تعالیٰ علو (بلندی) میں ہیں، نہ کہ سفل (پستی) میں۔

تو مجھے بتا: کیا اللہ تعالیٰ نے، اس کے رسول ﷺ نے، اور مہاجرین اور انصارؓ میں اسلام میں سب سے پہلے سبقت کرنے والوں میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے: اللہ تعالیٰ علو (بلندی) میں ہیں، نہ کہ سفل (پستی) میں؟ اگر تو نے مقدمہ میں اول سے آخر تک جو کچھ کہا ہے، اس کو مان بھی لیا جائے، تو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت یہ بتلائی ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے، اور اللہ تعالیٰ عرش سے اوپر ہیں۔ رہی یہ بات کہ آسمان سے مراد جہت علو ہے تو تو اس کے بیان میں کامیاب نہیں ہوا ہے۔

پھر حافظ ابن تیمیہؒ کا یہ قول: مسلمان اس بات کو جانتے ہیں کہ اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے۔ کرسی عرش کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسا کہ کسی بڑے میدان میں ایک حلقہ ڈال دیا ہو۔

کاش مجھے کوئی بتائے! جب حدیث اوعال میں تیری یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں، تو پھر تو اس کو اور اس بات کو کہ فرشتے بھی اسی آسمان میں سے طلوع ہوتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات ہے؟ اور کیسے وہ اس کے باوجود آسمان میں حقیقی طور پر ہے؟ اور شاید تو یہ کہے: ان دونوں سے مراد اتفاقاً جہت علو ہی ہے۔ کاش مجھے کوئی بتائے! اس اتفاق، جو توفیق اور توفیق دونوں سے عاری ہے، کے بعد کیا یہ ممکن ہے کہ تو یہ کہنے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں حقیقی طور پر ہیں، آسمان پر حقیقی طور پر ہیں، عرش میں حقیقی طور پر ہیں، عرش پر حقیقی طور پر ہیں؟ پھر آسمان کی حقیقت تو وہی ہے جو محسوس مشاہدہ ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کا اطلاق اس اسم پر کر دیا گیا ہے جو اس کا حقیقی

معنی ہی نہیں ہے یعنی اس کا ”سمو“ (بلندی) کا معنی لینا مجازی ہے۔ رہی بات اس کے اصل اشتقاق کی تو اس میں سقف (چھت) اور سحاب (بادل) کی کوئی خاص رمزیت (اشارہ) تک نہیں ہے۔ پس عقلوں کو پیدا کرنے والی ذات بہت ہی بابرکت ہے!

### 3.3.4.5۔ حافظ ابن تیمیہ کا مبہم کلام

11 پھر اس کے بعد تیرا یہ کہنا: عرش بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے۔ اللہ

تعالیٰ کی قدرت اور اس کی عظمت کے سامنے اس کی کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

علامہ ابن چہبل فرماتے ہیں: ہمارے سامنے اس عبارت کے الفاظ یہ آئے ہیں:

لَا نِسْبَةَ لَهُ إِلَّا قُدْرَةُ اللَّهِ وَعَظْمَتُهُ

ترجمہ اس کو کوئی نسبت ہی نہیں ہے مگر اس کی قدرت اور عظمت ہی ہے۔

پھر اگر اس کے الفاظ میں ”إِلَّا“ یعنی الف، لام، الف ہے۔ جیسا کہ ہمارے سامنے

اس کے الفاظ ہیں، تو پھر تو نے عرش کی نفی ہی کر دی ہے۔ اور تو نے جہت کو ہی قدرت

اور عظمت بنا دیا ہے۔ اور تیرے کلام کا معنی یہ ہوگا: اللہ تعالیٰ کی جہت ہی اس کی عظمت

اور قدرت ہے۔ اب تو نے وہ بات کر دی جس کا معنی تو بالکل نہیں سمجھتا ہے۔ اور نہ

اس کو کسی نے کبھی کہا ہے۔

اور اگر تیرا کلام یہ ہے:

لَا نِسْبَةَ لَهُ إِلَّا قُدْرَةُ اللَّهِ وَعَظْمَتُهُ

ترجمہ اس عرش کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کے سامنے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

یعنی اگر تیرے کلام میں ”إِلَى“ یعنی الف، لام، یا ہے۔ تو پھر تو نے سچی اور حق بات

کہی ہے۔ اس کے خلاف کس نے کہا ہے؟ خدا کی قسم! ہم نے تیرے اس کلام کو

درست کر دیا ہے اور تجھے اصلاح کی تلقین کرتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ کی مطبوعہ کتاب کے الفاظ یہ ہیں:

تنبیہ

”وَأَنَّ الْعَرْشَ خَلَقَ مِنْ مَخْلُوقَاتِ اللَّهِ لَا نِسْبَةَ لَهُ (لَهُ) إِلَى قُدْرَةِ اللَّهِ

وعظمتہ“.

(الفتوى الحموية الكبرى ص ۵۲۶، المؤلف: تقى الدين أبو العباس أحمد بن تيمية، المحقق: د. حمد بن عبد المحسن التريجرى، الناشر: دار الصميعى، الرياض، الطبعة: الطبعة الثانية، ۱۴۲۵ھ)

12 پھر حافظ ابن تیمیہ یوں کہتے ہیں: لہذا کوئی خیال کرنے والا اس سب کے بعد یہ کیسے خیال کر سکتا ہے کہ مخلوق اس کا احاطہ کر سکتی ہے؟  
ہم کہتے ہیں: ہاں! اس کے بعد ہماری کس چیز سے آزمائش ہے مگر اس سے جو حصار کا دعویٰ کرے، یادہ وہ ہم میں ڈالنے والا ہو!

3.3.4.6: حافظ ابن تیمیہ کے نزدیک لفظ: ”فِى“

”عَلَى“ کے معنی میں ہے، سے استدلال اور اس کا

جواب

13 پھر تو نے یوں کہا: اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:  
فَلَا قُطْعَانَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَلَا صَلْبَتِكُمْ فِى جُدُوعِ النَّخْلِ (طہ: ۷۱)

ترجمہ اب میں نے بھی پکارا ارادہ کر لیا ہے کہ تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹوں گا، اور تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا۔

کیا تو یہ نہیں جانتا کہ (پھانسی کے وقت) کھجور کے تنوں پر تمکن استقراری حاصل ہوتا ہے۔ کھجور کے تنے پر پھانسی دیئے ہوئے شخص کو ایسا ہی تمکن حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ظرف (برتن) میں رکھی ہوئی چیز کو حاصل ہوتا ہے۔

اور ایسا ہی حکم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے:

فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ. (النحل: ۳۶)



تو ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ (پنجمیروں کو) جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟  
ان آیتوں میں ”فی“، ”علی“ کے معنی میں ہے، وغیرہ۔

اور جس کو ہم نے ذکر کیا ہے وہی حدیثِ اوعال کا بھی جواب ہے۔  
اور یہی جواب حدیثِ قبضِ روح، حدیثِ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، اور حدیثِ أمیة  
بن ابی الصلت کے اس شعر کا:

مجدوا اللہ فهو للمجد اهل ربنا فی السماء امسی کبیرا

حافظ ابن تیمیہؒ نے حدیثِ قبضِ روح کی طرف اشارہ کیا ہے اور حدیث کو بالکل ذکر  
نہیں کیا ہے۔ صرف اتنے پر اکتفاء کیا ہے:

وقوله فی حدیث قبض الروح: ”حتى يعرج بها إلى السماء التي فيها  
الله“. اسنادہ علی شرط الصحیحین.

حافظ ابن تیمیہؒ کے ذکر کردہ روایات کے الفاظ صرف مسند احمد (ج ۲ ص ۳۶۴،  
۳۶۵) کے ساتھ ملتے ہیں، جس کی سند میں ایک راوی (ابن ابی ذئب) حافظے کے  
لحاظ سے کمزور ہے، جبکہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں اور دوسرے راویوں کی  
روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ یہی روایت حضرت براء بن عازبؓ سے بھی مروی  
ہے اس میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں۔ اس طرح حافظ ابن تیمیہؒ کی روایت کے ذکر کردہ  
الفاظ غیر محفوظ ہیں۔ سنن نسائی اور مستدرک حاکم کی روایات کے الفاظ ملاحظہ  
فرمائیں:

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي  
أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”إِذَا خُضِرَ الْمُؤْمِنُ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيرَةٍ  
يَبِيضَاءَ فَيَقُولُونَ: اخْرُجِي رَاضِيَةً مُرَضِيًّا عَنكَ إِلَى رُوحِ اللَّهِ،  
وَرِيحَانٍ، وَرَبِّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَتَخْرُجُ كَأَطْيَبِ رِيحِ الْمَسْكِ، حَتَّى آتَهُ  
لِيَسْأَلَهُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، حَتَّى يَأْتُونَ بِهَبَابِ السَّمَاءِ فَيَقُولُونَ: مَا أَطْيَبَ

هَذِهِ الرِّيحَ الَّتِي جَاءَتْكُمْ مِنَ الْأَرْضِ، فَيَأْتُونَ بِهِ أَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِينَ فَلَهُمْ  
 أَشَدُّ فَرْحًا بِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ بِغَايِبِهِ يُقَدِّمُ عَلَيْهِ، فَيَسْأَلُونَهُ: مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ؟  
 مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ؟ فَيَقُولُونَ: دَعْوَةٌ فَإِنَّهُ كَانَ فِي غَمِّ الدُّنْيَا، فَإِذَا قَالَ: أَمَا  
 أَتَاكُمْ؟ قَالُوا: ذَهَبَ بِهِ إِلَى أُمَّهِ الْهَآوِيَةِ. وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا اخْتَضَرَ أَتَتْهُ  
 مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ بِمَسْحٍ فَيَقُولُونَ: اخْرُجِي سَاحِطَةً مَسْخُوطًا عَلَيْكَ  
 إِلَى عَذَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَتَخْرُجُ كَأَنَّ رِيحَ جِيْفَةٍ، حَتَّى يَأْتُونَ بِهَا  
 بَابَ الْأَرْضِ، فَيَقُولُونَ: مَا أَتَنَ هَذِهِ الرِّيحَ حَتَّى يَأْتُونَ بِهِ أَرْوَاحَ  
 الْكُفَّارِ“. (سنن نسائي رقم ١٨٣٣)

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْأَدَمِيُّ بِمَكَّةَ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ  
 إِبْرَاهِيمَ، أَنبَأَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنبَأَ مَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ،  
 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا  
 اخْتَضَرَ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيرَةٍ بَيْضَاءَ فَيَقُولُونَ: اخْرُجِي رَاضِيَةً  
 مَرْضِيَّةً عَنْكَ إِلَى رُوحِ اللَّهِ، وَرِيحَانٍ، وَرَبِّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَتَخْرُجُ  
 كَأَطْيَبِ رِيحِ الْمِسْكِ حَتَّى أَتَهُمْ لِيُنَازِلَهُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا يَشْمُونَهُ حَتَّى  
 يَأْتُوا بِهِ بَابَ السَّمَاءِ فَيَقُولُونَ: مَا أَطْيَبَ هَذِهِ الرِّيحَ الَّتِي جَاءَتْكُمْ مِنَ  
 الْأَرْضِ؟ فَكُلَّمَا أَتُوا سَمَاءً قَالُوا ذَلِكَ حَتَّى يَأْتُوا بِهِ أَرْوَاحَ  
 الْمُؤْمِنِينَ". قَالَ: فَلَهُمْ أَفْرَحُ بِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ بِغَايِبِهِ إِذَا قَدِمَ عَلَيْهِ. قَالَ:  
 فَيَسْأَلُونَهُ مَا فَعَلَ فُلَانٌ؟ قَالَ: فَيَقُولُونَ: دَعْوَةٌ حَتَّى يَسْتَرِيحَ فَإِنَّهُ كَانَ فِي  
 غَمِّ الدُّنْيَا، فَإِذَا قَالَ لَهُمْ: أَمَا أَتَاكُمْ؟ فَإِنَّهُ قَدْ مَاتَ. قَالَ: فَيَقُولُونَ ذَهَبَ  
 بِهِ إِلَى أُمَّهِ الْهَآوِيَةِ. قَالَ: "وَأَمَّا الْكَافِرُ، فَإِنَّ مَلَائِكَةَ الْعَذَابِ تَأْتِيهِ  
 فَتَقُولُ: اخْرُجِي سَاحِطَةً مَسْخُوطَةً عَلَيْكَ إِلَى عَذَابِ اللَّهِ، وَمَسْخُوطَةً  
 فَتَخْرُجُ كَأَنَّ رِيحَ جِيْفَةٍ فَيَنْطَلِقُونَ بِهِ إِلَى بَابِ الْأَرْضِ فَيَقُولُونَ: مَا  
 أَتَنَ هَذِهِ الرِّيحَ كُلَّمَا أَتُوا عَلَى الْأَرْضِ قَالُوا ذَلِكَ حَتَّى يَأْتُوا بِهِ  
 أَرْوَاحَ الْكُفَّارِ". وَقَدْ تَابَعَ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الدُّسْتَوَائِيُّ مَعْمَرَ بْنَ رَاشِدٍ

ب  
فی روایتہ، عَنْ قَتَادَةَ: عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ. (مشدرک حاکم رقم ۱۳۰۲)  
وقول عبد الله بن رواحة رضى الله عنه الذى أنشده النبى صلى الله  
عليه وسلم وأقره عليه:

شهدت بان وعد الله حق  
وأن النار مثوى الكافرينا  
وأن العرش فوق الماء طاف  
وفوق العرش رب العالمينا.

ج  
وقول أمية بن أبى الصلت الثقفى الذى أنشد للنبي صلى الله عليه  
وسلم هو وغيره من شعره فاستحسنه. وقال: آمن شعره وكفر قلبه:

مجدوا الله فهو للمجد أهل  
ربنا فى السماء أمسى كبيرا  
بالبنا الأعلى الذى سبق الناس  
وسوى فوق السماء سريرا  
شرجعاً ما يناله بصر العين  
يرى دونه الملائكة صوراً

(الفتوى الحموية الكبرى ص ۲۱۳ تا ۲۱۶. المؤلف: تقى الدين أبو العباس

أحمد بن تيمية. المحقق: د. حمد بن عبد المحسن التويجى. الناشر: دار

الصبيى، الرياض. الطبعة: الطبعة الثانية، ۱۳۲۵هـ)

14 پس مدعى سے کہا جائے گا: اگر تو اس امیہ کے اس شعر کو صرف ”ربنا فى السماء“  
تک ہی روایت کرتا اور اس کے بعد ”امسى كبيرا“ ذکر نہ کرتا، تو ہو سکتا ہے کہ  
تیرے اس دعوے کا کچھ وہم ہو جاتا، لیکن پھر تو نہ یہ شعر رہ جاتا اور نہ ہی اس کا قافیہ  
باقی رہتا۔ اور اگر شاعر نے یوں کہا ہے: ”ربنا فى السماء أمسى كبيرا“، تو پھر  
تو بھی یوں ہی کہہ دے جیسا کہ امیہ نے کہا ہے۔ اس طرح یہ شعر تیرے دعویٰ کی ہرگز  
نہیں بنتا۔ یا وہ یوں کہہ دیتا: ”ان الله كبير فى السماء“۔

### 3.3.4.7: آسمان کی تخصیص کی حکمت

15 پھر اگر تو یوں کہے: اللہ تو زمین میں بھی بڑا ہے تو آسمان کی تخصیص کیوں کی گئی ہے؟  
جواب ہم کہتے ہیں: جیسا کہ ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں کہ تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اہل  
آسمان تعظیم کے لحاظ سے اہل زمین سے فوقیت رکھتے ہیں۔ فرشتوں میں تو ایسا کوئی

نہیں ہے جو پتھروں کو تراش کر ان کی پوجا کرتا ہو، ان میں دہریے، معطلہ اور مشہد ہرگز نہیں ہیں۔ امیہ کا خطاب تو کفار عرب ہیں جنہوں نے ہبل، منات، لات، عزیٰ وغیرہ بہت سے شریکوں کو معبود بنا رکھا تھا۔ اہل عرب بھی یہ جانتے تھے کہ اہل آسمان ان سے زیادہ علم والے ہیں، یہاں تک کہ وہ کاہن کی باتوں کو دلیل بنایا کرتے تھے تو شیاطین جن فرشتوں کی سنی سنائی اور چرائی ہوئی باتوں کو ان کاہنوں کو بتایا کرتے تھے۔ پھر وہ کاہن سینکڑوں جھوٹ ساتھ ملا کر لوگوں کو بتاتے تھے۔ لہذا اہل عرب کا فرشتوں کے بارے اعتقاد کتنا عظیم ہوگا!! اسی لیے امیہ شاعر نے ان کے خلاف فرشتوں سے دلیل پکڑی ہے۔ یہ کوئی بعید بات نہیں ہے، نہ یہ قطعی بات کے خلاف ہے۔

### 3.3.4.8:۔ یہ بات متواتر ہے: ”اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی

ہیں“

16 پھر حافظ ابن تیمیہؒ نے کہا: دین کی ضروریات میں سے یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت دعوت کی طرف مبلغ ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں اور وہ آسمان پر ہیں۔

جواب ہم کہتے ہیں یہ صحیح اور صریح نہیں ہے، بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے امت کی طرف یہ بات پہنچائی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں۔ یہ بات تواتر سے نبی اکرم ﷺ کی طرف سے پہنچی ہے۔ جو اس مدعی نے اس خبر کو ذکر کیا ہے۔ پس اس خبر واحد کی علماء کے جم غفیر نے تصدیق نہیں کی ہے اور نہ عقائد کے باب میں خبر واحد حجت ہے۔ یہ اس شخص کے لیے واضح ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے کلام کو سنا ہے۔ یہ کلام اہل عرب کی مروجہ زبان اور اس کے مطلقات کے مطابق نازل ہوا ہے، اور غیر لغت کی زبان اس میں داخل نہیں ہوئی ہے۔

17 پھر تو نے کہا: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں کو فطرت پر پیدا کیا ہے، عربی ہوں، عجمی

ہوں، جاہلیت کا دور ہو، یا اسلام کا زمانہ ہو، ہاں مگر وہ جس کو شیطان نے اس کی فطرت سے ہٹا دیا ہو۔

یہ کلام اول سے لے کر آخر تک معنی کے لحاظ سے میلان اور ترجیح کے معارض ہے۔

## 3.3.4.9: سلف صالحین سے یہ ثابت نہیں کہ اللہ تعالیٰ

### آسمان میں ہیں

18 پھر تو نے کہا: سلف سے اس بارے میں اتنے اقوال ہیں کہ اگر میں ان کو جمع کروں تو وہ سینکڑوں اور ہزاروں میں پہنچ جائیں گے۔

ہم کہتے ہیں: اگر تیری مراد سلف سے سلف مشبہ ہیں جیسا کہ تیرے کلام میں اس کا ذکر آئے گا، تو ہو سکتا ہے کہ تو اس کے قریب پہنچ جائے۔ اور اگر تیری مراد امت کے سلف صالحین ہیں تو ان سے تو ایک حرف بلکہ آدھا حرف بھی ثابت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور قوت سے ہم یہاں تیری ہر دلیل کا جواب دیں گے۔

19 پھر تو نے یہ بات کہی: نہ کتاب اللہ، نہ سنت رسول اللہ ﷺ، نہ امت کے سلف صالحین میں سے کسی سے، نہ صحابہ سے، نہ تابعین سے، ایک حرف بھی ثابت نہیں ہے جو اس کا مخالف ہو، چاہے وہ نص کے طور پر ہو، یا ظاہر کے لحاظ سے۔

جواب ہم کہتے ہیں: اور نہ ان سے بھی، جیسا کہ تو نے اس کا دعویٰ کیا ہے، نہ نص میں، نہ ظاہر میں۔ اور تو نے کتاب کے شروع میں بھی یہ بات کہی تھی کہ تو وہی بات کہے گا جس کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور مہاجرین اور انصار ﷺ میں سب سے پہلے سبقت کرنے والوں نے کہی ہوگی۔ پھر تم نے اس اس دائرے کو محدود کر دیا کہ "السابقین الأولین من المهاجرین والأنصار" سے مراد تیرے مشائخ عقیدت ہیں۔ تو نے ان میں سے عشرہ مبشرہ ﷺ، اہل بدر ﷺ، اہل حدیبیہ ﷺ کو سابقین اولین میں سے نکال دیا اور تابعین کو بھی متابعت سے نکال دیا۔ پھر تو ان (مشائخ عقیدت) کی طرف ہی میلان کر گیا، اور نہ کسی اور طرف۔ فرمان باری تعالیٰ

ہے:  
 اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ. (الانعام: ۱۲۴)  
 ترجمہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغمبری کس کو سپرد کرے۔

### 10.3.3.4: اللہ تعالیٰ بغیر مکان کے موجود ہیں

20 پھر مدعی کا یہ کہنا: کسی نے کبھی نہیں کہا ہے: اللہ تعالیٰ آسمان میں نہیں ہیں، نہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر مکان میں موجود ہیں، نہ سارے مکانات اس کی نسبت سے برابر ہیں، نہ وہ عالم میں داخل ہے اور نہ خارج۔ نہ وہ اس کے ساتھ متصل ہے، نہ منفصل۔

جواب ہم کہتے ہیں: تو نے دعویٰ کو عام کر دیا ہے۔ تو نے وہ بات ذکر کر دی ہے جس کا تجھے علم ہی نہیں ہے۔ ہم نے اس سے پہلے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جعفر بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابو عثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے اقوال نقل کیے ہیں، جو اس بارے میں کافی وشافی ہیں۔ پھر اگر تو ہماری طرف سے بیان کردہ ان منقولات میں کوئی طعن کرے گا یا ان سادات امت کے بارے میں طعن کرے گا، تو ہم بھی تیرے منقولات میں طعن کریں گے اور جن سے اپنے عقیدہ خاصہ کی تو استناد کرتا ہے، ان کے بارے میں بھی۔ تیرے اس دعویٰ میں ان کے علاوہ کوئی موافقت نہیں کرتا ہے۔

21 پھر تو نے وہ کچھ کہا جس کو اللہ تعالیٰ، جناب رسول اللہ ﷺ، مہاجرین ﷺ اور انصار ﷺ میں سب سے پہلے اسلام میں سبقت کرتے والوں، تابعین عظام اور مشائخ امت (جنہوں نے خواہشات نفسانی سے کام نہیں لیا ہے) میں سے کسی نے بھی ایک حرف بھی نہیں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت علو میں ہیں۔ حالانکہ تو نے اس کو کہا، صراحت بھی کی، بحث و مباحثہ بھی کیا اور اس کو دوسروں کو سمجھایا بھی کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں، آسمان سے ادر پر ہیں، عرش میں ہیں اور عرش کے اوپر ہیں، اس سے مراد جہت علو ہے۔ لہذا ہمیں بتادو: کس نے ایسا کہا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے، یا رسول اللہ

ﷺ نے، یا مہاجرین ﷺ اور انصار ﷺ میں سابقوں اولوں نے، یا تابعین عظام نے ایسا کہا ہے۔ پس تو ہم پر مبہم کلام کے ذریعہ رعب جمانے کی کوشش کیوں کرتا ہے؟۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔

### 3.3.4.11۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ حسیہ جائز نہیں

ہے

22 پھر حافظ ابن تیمیہؒ نے انگلی وغیرہ سے اشارہ حسیہ کے جواز پر استدلال کیا ہے، اس حدیث کی وجہ سے جس میں عرفات کے میدان میں آپ ﷺ کے خطبہ کا ذکر ہے۔ اس خطبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا میں نے دین تم تک پہنچا دیا ہے؟“۔ تو حضرات صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: جی ہاں!۔ تو پھر آپ ﷺ نے انگلی کو آسمان کی طرف اٹھایا اور صحابہ کرام ﷺ کی طرف اشارہ بھی کیا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! گواہ رہنا“۔ یہ آپ ﷺ نے کئی مرتبہ فرمایا۔

جواب دلائل میں سے کون سی دلیل کی دلالت سے اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ حسیہ کے جواز پر استدلال کیا ہے؟ کیا صرف اس وجہ سے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی انگلی مبارک کو بلند کیا اور حضرات صحابہ کرام ﷺ کی طرف اس سے اشارہ کیا؟ کیا اس میں اس بات کی دلالت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا انگلی مبارک اٹھانا جہت باری کی طرف اشارہ کی وجہ سے تھا؟ لیکن یہ استدلال اس لیے گھڑ لیے گئے کہ اس مدعی کے ذہن میں جہت کی بات پختہ ہو چکی ہے؛ یہاں تک کہ اگر یہ علم الفرائض اور وصیت کے مشکل مسائل، اور احکام حیض کے مسائل میں سے کوئی مسئلہ سن لے، تو پھر بھی یہ کہے گا: یہ جہت پر دلالت کرتی ہے۔

### 3.3.4.12۔ حافظ ابن تیمیہؒ کی حواس باختگی

23 اس کے بعد یہ مدعی آفت اور سخت مُصیبت کی بات لایا ہے، اس نے کہا ہے: پھر اگر حق

یہ ہو جس کے بارے میں یہ پہلے زمانہ کے لوگ، جو کتاب و سنت سے ثابت شدہ صفات کی نفی کرنے والے ہیں، اس تعبیر سے کہنے لگیں، سوائے اس کے جو یہ کتاب و سنت سے سمجھنے لگیں، چاہے وہ نص ہو یا ظاہر۔ تو پھر اس کا جواز اللہ تعالیٰ پر ہوگا، رسول اللہ ﷺ پر، پھر ساری ہی اُمت پر: کہ یہ لوگ ہمیشہ، چاہے وہ نص ہو یا ظاہر، اس حق کے خلاف ہی بات کہتے رہے، جس کا اعتقاد رکھنا واجب تھا۔ پھر یہ لوگ اس حق کو ظاہر ہی نہ کرتے تھے جس کا اعتقاد رکھنا واجب تھا۔ یہ اس کو نص کے طور پر، یا ظاہر کے طور پر دلیل سے بھی بیان نہ کرتے تھے۔ یہاں کہ فارس اور روم کے لوگ، یہود، نصاریٰ اور فلسفیوں کی اولاد آئی تو وہ اُمت کے لیے صحیح عقیدہ بیان کرنے لگے، جس کو ہر مکلف شخص، عالم اور فاضل انسان پر اعتقاد رکھنے کا واجب قرار دے دیا گیا۔ اگر یہی اعتقاد رکھنا واجب ہے جو یہ تکلم (علم کلام والے) اور متکلف (تکلف سے کام لینے والے) کہتے ہیں، اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ صرف اور صرف اس کی معرفت کو عقل کے سپرد کر دیتے ہیں، اور اس کو جس پر کتاب و سنت (چاہے نص کے طور پر ہو یا ظاہر) دلالت کرتی ہے اس کو اپنی عقلوں کے زور سے دور کر دیتے ہیں۔ اس تقریر پر تو لوگوں کو کتاب و سنت (جو ان کے لیے زیادہ ہدایت اور نفع والی تھی) کے بغیر چھوڑ دیا گیا، بلکہ اصول دین میں تو کتاب و سنت کا وجود تو محض نقصان دہ قرار دے دیا گیا۔ اگر حقیقت یہی ہے جس کو یہ لوگ کہتے ہیں: تو پھر اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی معرفت کو تلاش نہ کرو، اور جن صفات کا وہ مستحق ہے بیان نہ کرو، چاہے وہ صفات منفی ہوں، یا صفات مثبت، نہ کتاب اللہ سے، نہ سنت رسول اللہ ﷺ سے، نہ اُمت کے سلف صالحین کے طریق سے۔ لیکن تم صرف اس بات کو دیکھو، جن صفات کو تم اللہ تعالیٰ کے لیے مستحق پاؤ تو انہی کو بیان کرو، چاہے وہ کتاب و سنت میں موجود ہوں یا نہ۔ اور جن کو تم اپنی عقلوں کے زور پر مستحق نہ سمجھو، ان کو ہرگز بیان نہ کرو۔

پھر حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: یہ لوگ دو فریق ہیں۔ ان میں سے اکثر کہتے ہیں: جس کو تمہاری عقلیں ثابت نہ کریں، تو ان کی نفی کر دو۔ بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں: بلکہ اس



بارے میں توقف کرو۔ اور جس کو تمہاری عقلیں نفی کر دیں جس میں تم مختلف اور مضطرب ہو جاؤ، ایسا کثیر اختلاف جو روئے زمین پر واقع نہ ہوا ہو، تو اس کی نفی کر دو۔ اختلاف اور تنازع میں ایسا ہی کیا کرو۔ حق وہی ہے جو تمہاری سمجھ میں آ جائے۔ جو کتاب و سنت میں مذکور ہو جو تمہاری عقلوں اور قیاس کے مخالف ہو، اور اس سے وہ ثابت ہوتا ہو جو تمہاری عقلوں میں نہ آ سکتا ہو، تو ان میں سے اکثر کے طریقے پر یہ ہے۔ یہ بات جان لو کہ تمہیں آزما یا گیا ہے، اس لیے نہیں کہ تم کتاب اللہ کو سمجھنے والے بن جاؤ، اور نہ اس سے ہدایت حاصل کرنے والے بن جاؤ، لیکن تم شاذ لغات، نامانوس الفاظ اور کلام کے غرائب کی تخریج کرنے میں محنت و کوشش کرو، یا صفات کی دلالت کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم تفویض کرتے ہوئے خاموش ہو جاؤ۔ یہ مشکلین کی رائے میں حقیقت الامر ہے۔

☆ یہ سب کچھ وہ ہے جو حافظ ابن تیمیہؒ نے (جوش خطابت سے) کہہ دیا ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جس میں ان کو گرا دیا گیا ہے، اور شیطان نے ان کو لپٹ کر حواس باختہ کر دیا ہے۔

### 3.3.4.13:۔ متشابہ نصوص اور آیات صفات میں تاویل

25 ہم اس سے کہتے ہیں: تم ان صفات کے بارے میں کیا کہو گے جن میں عُیُوْنُ (آنکھیں) جمع کے صیغے کے ساتھ ہیں، جَنْبُ (پہلو) کا ذکر ہے۔ ایک ہی ساق (پنڈلی) کا ذکر ہے، اور اُیْبِدِی (ہاتھوں، جمع کے ساتھ) کا ذکر ہے؟ اگر ہم ان سب جگہ ظاہری معنی ہی مراد لیں تو ایسے شخص کا اثبات لازم ہوگا: جس کا ایک چہرہ ہے جس پر بے شمار آنکھیں ہیں، اس کا ایک ہی پہلو ہے جس پر بے شمار ہاتھ لگے ہوئے ہیں، اور اس کی ایک ہی پنڈلی ہے۔ تو اس شخص سے زیادہ بد صورت کون ہو سکتا ہے؟ اگر ان میں جمع و تفریق کا لحاظ کرتے ہوئے تاویل کر کے اس کے ظاہری معنی کی بجائے دوسرے معنی لیے جائیں؟ (تو کیا حرج ہے)۔ جب کہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور اُمت کے سلف صالحینؒ نے بھی اس کے معانی کو بیان نہیں کیا ہے؟

یعنی اگر مدعی ان اعضاء پر جو قرآن مجید میں مذکور ہیں، اقتضار نہ کرے، بلکہ تاویلات

تشریح

سے کسی وزیادتی کر دے۔ تو اس کا مذہب (مجہد ظواہر پر حمل کرنا) باطل ہو جائے گا اور اس کے لیے دلائل عقل کا قبول کرنا ضروری ہوگا۔

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (النور: ۳۵)

ترجمہ اللہ تمام آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

پس ہر عاقل یہ جانتا ہے کہ وہ نور جو دیواروں پر، چھتوں پر، راستوں میں اور بیت

الخلاء میں ہے، وہ اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔ یہ تو کسی مجوسی نے بھی نہیں کہا ہے۔ پھر اگر تو

اس کا معنی یہ کر لے کہ وہ آسمان وزمین کا ہادی اور منور ہے۔ پس اس کو اللہ تعالیٰ، اس

کے رسول ﷺ اور امت کے سلف صالحین نے بیان کیوں نہیں کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ق: ۱۶)

ترجمہ اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں۔

اس آیت کا ظاہری مقتضی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے حلق میں داخل ہیں۔ پس اللہ

تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور سلف امت نے اس کو بیان نہیں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ. (العلق: ۱۹)

ترجمہ اور سجدہ کرو، اور قریب آ جاؤ۔

یہ معلوم ہے کہ تقرب جہت میں نہیں ہے مگر مسافت سے ہی۔ پس اللہ تعالیٰ، اس کے

رسول ﷺ اور امت کے سلف صالحین نے اس کو کیوں بیان نہیں کیا ہے؟

اسی طرح کی یہ آیات بھی ہیں:

وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُولُوا فَانْتُمْ وَجْهَ اللَّهِ. إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

(البقرہ: ۱۱۵)

ترجمہ اور مشرق اور مغرب سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔ لہذا جس طرف بھی رخ کرو گے،

وہیں اللہ تعالیٰ کا رخ ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا، بڑا علم رکھنے والا ہے۔

وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا. (الفجر: ۲۲)

اور تمہارا پروردگار اور قطاریں باندھے ہوئے فرشتے (میدانِ حشر میں) آئیں گے۔ ترجمہ ۳  
 اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ اَنْحَالَ (النحل: ۲۶)  
 پھر ہوا یہ کہ (منصوبوں کی) جو عمارتیں انہوں نے تعمیر کی تھیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں  
 جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکا۔

۴ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِمْ مُّحَدَّثٍ. (الانبیاء: ۲)  
 جب کبھی ان کے پروردگار کی طرف سے نصیحت کی کوئی نئی بات ان کے پاس آتی ہے ترجمہ  
 جناب رسول اللہ ﷺ نے حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایت کرتے  
 ہوئے فرماتے ہیں: 30

۱ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ،  
 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:  
 ”يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ  
 ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ  
 خَيْرٍ مِنْهُمْ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ  
 ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بِأَعْيُنٍ، وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً“

(بخاری: کتاب التوحید: رقم: ۷۴۰۵)

ترجمہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے  
 ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے۔ اور جب وہ مجھے  
 یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو  
 میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس  
 مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو مہصوم اور بے گناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں  
 اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف متوجہ  
 ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ  
 میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔  
 اور جو صحیح حدیث میں آیا ہے: ۲

وَأَجِدُ نَفْسَ رَبِّكُمْ مِنْ قِبَلِ الْيَمَنِ.

ترجمہ میں تمہارے رب کا نفس یمن کی طرف سے محسوس کرتا ہوں۔

نوٹ مسند احمد کی پوری حدیث کا متن یہ ہے:

أَخْبَدْنَا عِصَامُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا حَرِيزٌ، عَنْ شَيْبِ أَبِي رَوْحٍ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا  
أَتَى أَبَا هُرَيْرَةَ، فَقَالَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، حَدَّثَنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - فَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّمَا  
إِنَّ الْبَيْعَانَ يَمَانٍ، وَالْحِكْمَةَ يَمَانِيَّةً، وَأَجِدُ نَفْسَ رَبِّكُمْ مِنْ قِبَلِ الْيَمَنِ -  
وَقَالَ أَبُو الْمُغِيرَةَ: مِنْ قِبَلِ الْمَغْرِبِ - أَلَا إِنَّ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ، وَقَسْوَةَ  
الْقَلْبِ فِي الْفُتَادِ بَيْنَ أَصْحَابِ الشَّعْرِ، وَالْوَبْرِ، أَلْبِينِ يَفْتَالُهُمُ الشَّيَاطِينُ  
عَلَى أَعْجَازِ الْإِبِلِ". (مسند احمد رقم ۱۰۹۷۸ طبع مؤسس الرسالة)

فرمان نبوی ہے: ۳

الحجر الأسود يمين الله في الأرض

ترجمہ حجر اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔

تخریج اس حدیث کی میں تخریج میں علامہ اسماعیل بن محمد المجلوبی فرماتے ہیں:

الحجر الأسود يمين الله في أرضه.

رواه الطبرانی في معجمه وأبو عبيد القاسم بن سلام عن ابن عباس

-رضي الله عنهما - رفعه، وذكر ابن أبي الفوارس في تاسع مخلصيه

عن ابن عباس -رضي الله عنهما - أيضا أنه قال: الحجر يمين الله عز

وجل في الأرض، فمن لم يترك بيعة رسول الله صلى الله عليه

وسلم لممسح الحجر، فقد بايع الله ورسوله". وكلما أخرجه الأزرق

في تاريخه، وأخرجه أيضا عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال:

"الركن يمين الله في الأرض، يصفح بها عباده كما يصفح أحدكم

أخاه". وفي لفظ: "أن هذا الركن الأسود يمين الله عز وجل في

الأرض، يصفح بها عباده مصافحة الرجل أخاه". ورواه القضاة

ایضا عن ابن عباس رضی اللہ عنہما موقوفاً علیہ، لکنہ صحیح بلفظ: "الرکن یمین اللہ عز وجل یصافح بہا خلقہ، والذی نفس ابن عباس بیده ما من مسلم یسأل اللہ عنده شیئاً إلا أعطاه إیاءه ومثله، مما لا مجال للرأی فیہ". ولہ شواہد فالحديث حسن وإن كان ضعيفاً بحسب أصله كما قال بعضهم: منها ما رواه الديلمي عن أنس بلفظ: "الحجر یمین اللہ، فمن مسحہ بيمينه فقد بايع اللہ".

ومنها ما رواه الحارث بن أبي أسامة في مسنده عن جابر بلفظ: "الحجر یمین اللہ فی الأرض، یصافح بہا عباده". ومعناه كما قال المحب الطبري: أن كل ملك إذا قدم عليه قبلت يمينه، ولما كان الحاج والمعتمر يسن لهما تقبيله نزل منزلة يمين الملك على سبيل التمثيل ولله المثل الأعلى؛ ولذلك من صافحه كان له عند اللہ عهد كما أن الملك يعطى العهد بالمصافحة.

(كشف الخفاء ومزيل الإلباس، ج 1 ص 202 رقم 1109. المؤلف: إسماعيل بن محمد بن عبد الهادي الجراحي العجلوني الدمشقي، أبو الفداء (المتوفى 1162هـ). الناشر: المكتبة العصرية. تحقيق: عبد الحميد بن أحمد بن يوسف بن هندواوي. الطبعة: الأولى، 1420هـ)

۴ حضور اکرم ﷺ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایت کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:  
"أنا جلیس من ذکرنی".

ترجمہ  
تخریج میں اس کے ساتھ ہی بیٹھا ہوتا ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے۔  
اس حدیث کی میں تخریج میں علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی فرماتے ہیں:  
"أنا جلیس من ذکرنی".

رواه الديلمي بلا سند عن عائشة مرفوعاً، وعند البيهقي في الشعب عن أبي بن كعب قال: قال موسى عليه الصلاة والسلام: يا رب! أقریب أنت فأنا جیک، أو بعید فأنا دیک؟ فقيل له: يا موسى! أنا

جلس من ذكرني.

ونحوه عند أبي الشيخ في الثواب عن كعب، والبيهقي أيضا في موضع آخر أن أبا أسامة قال لمحمد بن النضر: أما تسوحن من طول الجلوس في البيت؟ فقال: مالي أسوحن وهو يقول: أنا جلس من ذكرني.

وأخرجه أبو الشيخ عن محمد بن نضر الحارثي أنه قال لأبي الأحوص: أليس تروى أنه قال: أنا جلس من ذكرني؟ فما أرجو بمجالسة الناس.

وعند البيهقي معناه في المرفوع عن أبي هريرة أنه قال: سمعت أبا القاسم عليه السلام يقول: إن الله عز وجل قال: أنا مع عبدي ما ذكرني. وتحركت بي شفتاه. ورواه الأوزاعي عن أبي هريرة موقوفاً ومرفوعاً والمرفوع أصح، ورواه الحاكم وصححه عن أنس بلفظ: قال الله تعالى: عبدي أنا عند ظنك بي، وأنا معك إذا ذكرتني.

(كشف الخفاء ومزيل الإلباس، ج 1 ص 229 رقم 611. المؤلف: إسماعيل بن محمد بن عبد الهادي الجراحي العجلوني الدمشقي، أبو الفداء (القول: 1162). الناشر: المكتبة العصرية. تحقيق: عبد الحميد بن أحمد بن يوسف بن هندواي. الطبعة: الأولى 1420هـ)

### 3.3.4.14. حافظ ابن تيميم کے شبہات کا جواب

31 یہ سب دلائل بیان ہو چکے ہیں۔ کیا مجسمہ عقیدہ رکھنے والا یہ کہہ کر مامون ہو سکتا ہے؟ جب وہ تجھ سے یوں کہے گا: ان احادیث کے ظواہر کی کثرت کی وجہ سے احادیث جہت کا غالب ہونا کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ غی جہت میں کہتا ہے، حالانکہ اس نے کوئی چیز پیش نہیں کی ہے جو اس کے ظواہر کے خلاف بیان کرتی ہو، نہ اللہ تعالیٰ سے، نہ رسول اللہ ﷺ سے، نہ اُمم کے سلف

صالحین سے۔ پس اس وقت وہ مجسمہ تیرے صاع سے ناپے ہوئے پیمانہ سے ہی ناپے گا، اور وہ تجھ سے یوں کہے گا: اگر معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے کہا ہے، تو پھر تو کتاب و سنت کو چھوڑنے والے (بغیر کتاب کے، بغیر سنت کے) ان سے زیادہ ہدایت والے ہوں گے۔ اگر تو یہ کہے: عموماً اس ظواہر کے خلاف بیان ہو چکی ہیں۔ ہم تو جسمیت کی نفی کرنے والے دلائل کو نہیں پاتے مگر وہ جہت کی بھی نفی کرتے ہیں۔

پھر تو عقیدہ تناخ رکھنے والوں سے اپنے آپ کو کیسے مامون سمجھے گا؟ جب وہ اس آیت سے مذہب نکال لے گا۔

فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ: (انفطار: ۸)

جس صورت میں چاہا، اُس نے تجھے جوڑ کر تیار کیا۔

اور معطلہ سے جو ان آیات سے اپنی مراد نکال لیتے ہیں:

مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ (البقرہ: ۶۱)

وہ چیزیں جو زمین اگایا کرتی ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ. (یس: ۳۶)

پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے جوڑے پیدا کیے ہیں، اُس پیداوار کے بھی جو زمین اگاتی ہے، اور خود انسانوں کے بھی، اور ان چیزوں کے بھی جنہیں یہ لوگ (ابھی) جانتے تک نہیں ہیں۔

پس اس وقت تو کوئی راستہ نہیں پائے گا جب تیرے گلے میں یہ پھندا بن کر اٹک جائے گا مگر جب تو ان کے ساتھ خارجی دلائل سے سہارا لے گا۔

تیرے کلام کا حاصل یہ ہوا کہ شافعیہ، حنفیہ اور مالکیہ کے اقوال اس بات کے ملزوم ہیں کہ لوگوں کو بغیر کتاب اللہ اور بغیر سنت رسول اللہ ﷺ چھوڑ دیا جائے تو وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے۔ کیا تیرے خیال میں انہوں نے تیرے اوپر کفر کا فتویٰ لگایا ہے

33 پھر تو نے متکلمین کے کلام کا مقتضی یہ بتایا ہے: اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور امت کے سلف صالحین نے عقیدہ ترک کر دیا تھا یہاں تک کہ ان متکلمین نے اس کو بیان کیا ہے۔ پس تو ہمیں یہ بات بتلا دے: اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور امت کے سلف صالحین نے اس کو بیان کیا تھا۔ پھر تو ان سے بیان کر کہ انہوں نے وہ کہا تھا جو تو کہتا ہے: ”اللہ تعالیٰ جہتِ علو میں ہیں، سفلیں نہیں۔ اللہ کی طرف اشارہ حسیہ کرنا جائز ہے۔“ پھر جب تو اس عقیدہ کو کتاب اللہ، کلام رسول اللہ ﷺ، عشرہ مبشرہ ﷺ میں سے کسی ایک کے کلام، مہاجرین ﷺ اور انصار ﷺ میں سے سبقت اسلام کرنے والوں کے کلام میں، بلکہ ان میں سے کسی کے کلام میں بھی نہیں پاتا ہے۔ تو پھر تو اپنے نفس کو ملامت کرتے ہوئے واپس لوٹ جا۔ اور یہ بات کہنے والا بن جا: تحقیق میں نے قوم کو اِزْہَام دیا ہے، جب کہ وہ اس اِزْہَام کے لائق نہ تھے۔ اور اگر ان کو اِزْہَام لگایا گیا ہے، تو تیرے اوپر ملامت لازم ہے۔

34 پھر تو نے متکلمین کے بارے میں کہا ہے: وہ کہتے ہیں: جو تمہارے عقلی قیاس کے موافق ہو، اس کو تو بیان کرو، ورنہ اس کی نفی کر دو۔ اس قوم نے تو ایسا نہیں کہا ہے، بلکہ انہوں نے یہ کہا ہے: اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ کمال کا ثبوت واجب ہے، اور صفاتِ نقص کی اللہ تعالیٰ سے نفی کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے۔

35 ان لوگوں نے یوں کہا ہے: جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے وارد ہوا ہے اس کو عرب کی لغت پر پیش کرنا چاہیے، جن کی لغت پر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ. (ابراہیم: ۴)

ترجمہ اور ہم نے جب بھی کوئی رسول بھیجا، خود اُس کی قوم کی زبان میں بھیجا، تاکہ وہ ان کے سامنے حق کو اچھی طرح واضح کر سکے۔

جس معنی کو عرب سمجھتے ہوں تم بھی اس معنی کو سمجھ لو، اور جو معنی اس کے خلاف ہو تو تم اس



کلام کو ایسے پھینک دو جیسا کہ پرانے پیوند لگے ہوئے جوتے کو پھینک دیا جاتا ہے۔  
اور اس قول کو بیت الخلاء کی دیواروں پر مار دو۔

36 اس شخص کے برپا کیے ہوئے فساد کو دور کرنے کے بعد پھر ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک الگ فصل قائم کریں گے، جس میں ان آیات کے اس طرح بیان ہونے کی وجوہات بیان کریں گے۔ یہ اس برپا کیے ہوئے فساد کو جلد ہی مٹا دے گا، جس کو مؤمنین کی جماعت کی مخالفت میں اختیار کیا گیا ہے اور ملت اسلامیہ پر ایک برا قول لگا دیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ ملحدین اور قرآن میں طعن و تشنیع کرنے والے ذلیل لوگوں کا پس خوردہ ہے۔ ہم عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی گمراہی کو بیان کر دیں گے۔

37 اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جائے گی کہ کون ہے جو فلاسفہ اور ہندوؤں کی اولاد میں سے ہے؟ پھر اگر یہ غافل انسان حیا سے کام لے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ علمائے اُمت کی تعداد کتنی زیادہ ہے! پھر کیا اس نے دیکھا ہے کہ کس نے فلسفیوں، ہندوؤں، رومی اور فارسی لوگوں کا رد کیا ہے، جن کو اس شخص نے انہی لوگوں کی اولاد کہا ہے؟ کیا ان لوگوں نے ان کے ہی رد پر اکتفاء کیا ہے جس قوم کو عقل و بصیرت اور ادراک و شعور ہی نہیں ہے؟ پھر ان لوگوں نے ان کو یوں ہی چھوڑ دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا اثبات کریں ان لوگوں کے سامنے جو منقولات کے ہی منکر ہیں، اور منکرین نبوت کا رد بھی منقولات سے ہی کریں یہاں تک کہ حلق میں اترنے والا لقمہ بن جائے؟ ہنسی مذاق اڑانے والوں کے لیے ہنسی کی چیز؟ دشمنوں کے لیے شامت (مصیبت پر خوش ہونا)؟ حاسدین کے لیے فرحت؟ حضرت امام حسن بن زیاد لؤلؤئی کے قصہ میں عبرت پکڑنے والوں کے لیے عبرت کا کافی سامان ہے۔

37 پھر اس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ امور عامہ جب ان سے نفی کر دی جائے تو وہ سر بستہ راز کے طور پر دلالت کرتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں: اسی طرح مجسمہ فرقہ کے لوگ بھی تجھ سے یہی کہیں گے: امور عامہ کی دلالت جسمیت کی نفی سے ایک سر بستہ راز ہی ہے۔

38 اس کے بعد کہا: يَا سُبْحَانَ اللَّهِ! کیسے جناب رسول اللہ ﷺ نے پوری زندگی ایسا

نہیں فرمایا ہوگا، اور سلفِ صالحین میں سے کسی نے بھی نہ فرمایا ہوگا: یہ آیات اور احادیث ان پر اعتقاد نہ رکھو جس پر یہ دلالت کرتی ہیں؟ تو اس شخص سے یہی بات کہی جائے گی: کون سی چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ یوں کہتے کہ ایسا اعتقاد نہ کرو؟ یہ تو ان کو خالص برا بھلا کہنے کے مترادف ہے۔ پھر تجھ سے مجسمہ فرقہ کے لوگ کہنے لگیں: يَا سُبْحَانَ اللَّهِ! جب جناب رسول اللہ ﷺ، اور نہ سلفِ صالحین میں سے کسی نے ایسا کہا ہے: اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہیں۔ اور نہ انہوں نے یہ کہا ہے: وہ احادیث جو جسمیت کے لیے موہم ہیں ان کے ظاہر پر اعتقاد نہ کرو؟

### 3.3.4.15: فرقہ ناجیہ: اہل سنت والجماعت

39 پھر حافظ ابن تیمیہ نے نبی اکرم ﷺ کے قول مبارک سے استدلال کیا ہے، جس میں فرقہ ناجیہ کا ذکر ہے:

”هُوَ مِنْ كَانَ عَلَىٰ مِثْلِ مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي“

ترجمہ فرقہ ناجیہ والے وہ لوگ ہوں گے جو اس دین کے مشابہ ہوں گے جس پر میں آج کے دن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

اس حدیث کی روایات کے طرق میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ”لَيَأْتِيَنَّ عَلَيَّ أُمَّتِي كَمَا أَتَى عَلَيَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوِ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّىٰ إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عِلَانِيَةً، لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ. وَإِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَىٰ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً. وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَىٰ ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً“. قَالُوا: مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ”مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي“. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

(مشکوٰۃ رقم ۱۷۱؛ ترمذی رقم ۲۶۴۲)۔

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی مرفوع حدیث ہے: جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

”بلاشبہ میری امت پر ایسا وقت آئے گا جیسے بنی اسرائیل پر آیا تھا اور دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی جیسا کہ دونوں جوتے ایک دوسرے کے بالکل برابر ہوتے ہیں (یعنی بنی اسرائیل میں جو فتنے رونما ہوئے وہ جوں کے توں میری امت میں پیدا ہوں گے) یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایسا ہی کریں گے۔ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ میری امت بہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور تمام فرقے دوزخی ہوں گے۔ صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا۔“ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس طریقے پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہوں گے (اس کی پیروی کرنے والے مستثنیٰ ہوں گے)۔“

وَفِي رِوَايَةِ أَحْمَدَ، وَأَبِي دَاوُدَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ: ”ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ، وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَتَجَارَى بِهَمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ، لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصَلٌ إِلَّا دَخَلَهُ.“

(مشکوٰۃ رقم ۱۷۲؛ مسند احمد ج ۲ ص ۷۷ رقم ۷۰۶۱ طبع بیت الافکار الدولیہ، بیروت ۲۰۱۰ء  
ابوداؤد رقم ۳۵۹۷، قال الالبانی: حسن)

مسند احمد اور ابوداؤد کی روایت میں جو حضرت معاویہؓ سے مروی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بہتر (۷۲) گروہ دوزخ میں جائیں گے اور ایک گروہ جنت میں جائے گا اور وہ جنتی گروہ ”الجماعت“ ہے اور میری امت میں کئی قومیں پیدا ہوں گی جن میں خواہشات (یعنی عقائد و اعمال کی بدعات) اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح دیوانے (پاگل) کتے کے کاٹنے سے پیدا ہونے والی بیماری اس کاٹے ہوئے شخص میں سرایت کر جاتی ہے کہ اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑا اس سے محفوظ نہیں رہتا۔

تفترق أمتی علی ثلاث وسبعین فرقة کلھن فی النار إلا واحدة ما أنا علیہ الیوم وأصحابی (الطبرانی فی الأوسط عن أنس)

(جامع الأحادیث رقم ۱۰۸۸۷)

تخریج أخرجه الطبرانی فی الأوسط ج ۵ ص ۱۳۷ - رقم ۲۸۸۶) - وأخرجه أيضًا:  
فی الصغير ج ۲ ص ۲۹، رقم ۷۲۳. قال الهیثمی ج ۱ ص ۱۹۸: فیہ عبد اللہ بن  
سفیان. قال العقیلی: لا یتابع علی حدیثه هذا وقد ذکره ابن حبان فی  
الثقات. والنضیاء ج ۷ ص ۲۷۷، رقم ۲۷۳۳ -

۳ سیأتی علی أمتی ما أتى علی بنی اسرائیل مثل بمثل حذو النعل بالنعل  
حتى لو كان فیهم من نکح أمه علانية كان فی أمتی مثله إن بنی  
إسرائیل تفرقوا علی ثنتین وسبعین ملة وستفترق أمتی علی ثلاث  
وسبعین ملة کلها فی النار غیر واحدة قیل وما تلك الواحدة قال ما  
أنا علیه الیوم وأصحابی (والحاکم، وابن عساکر عن ابن عمرو.  
(جامع الأحادیث رقم ۱۳۱۸۰)

تخریج أخرجه الحاکم ج ۱ ص ۲۱۸، رقم ۴۲۳۲؛ وابن عساکر ج ۱ ص ۹۸.  
☆ پھر اس مدعی نے کہا: پس کیوں نہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اعتقاد کی آیات میں ظاہر  
قرآن سے تمسک (دلیل پکڑے) کرے گا، وہ گمراہ ہوگا۔ بیشک ہدایت کا راستہ  
تمہاری عقلوں کی مقیاس کی طرف رجوع کرنا ہے۔

ناظرین کو یہ بات جانی چاہیے کہ یہاں ششدر کر دینے والی، ملمع سازی، اور  
تکلفات سے بھرپور چیزیں ہیں۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ  
اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ یہ تھا: ”صفات کے بارے میں کلام سے  
رک جانا“۔ پس ہم اس کے امر کرنے والے نہیں ہیں، اور وہ اس سے سکت نہیں  
ہے، بلکہ ان کا طریقہ کلام ہے۔ اور اس جماعت نے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ جہتِ علو میں  
ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ حسیہ کو جائز قرار دیا۔ کاش مجھے کوئی بتائے! جناب  
رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کون زیادہ موافق ہے؟ لیکن کہنے والے نے  
سچ کہا ہے: ”رمتی بدائھا وانسلت“۔ یعنی مجھے تو اس کی بیماری لگادی اور وہ چلی  
گئی۔

41 پھر مجسمہ فرقہ کے لوگ بھی ہو بہو اس شخص سے کہہ سکتے ہیں جو اس نے ہم سے کہا ہے۔ ہم اس سے کہتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ تو نہیں کہا ہے: ”نجات پانے والا فرقہ وہ ہے جو کہتا ہے: اللہ تعالیٰ جہتِ علویں میں ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ حسیہ کرنا جائز ہے“۔ پھر اگر وہ کہے: یہ سلف کا طریقہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔ ہم کہتے ہیں: یہ بات تم نے کہاں سے نکالی ہے؟ پھر تو تم کسی بھی بدعتی شخص سے مامون نہیں ہو سکتے جب وہ بھی ایسا ہی دعویٰ کر لے۔

### 3.3.4.16۔ حافظ ابن تیمیہ کی غلط بیانی

42 پھر اس مدعی نے مزید کہا اور اس کی نسبت بیان کرتے ہوئے اس قول کو یہودیوں کے تلامذہ، مشرکین اور صائبین فرقہ کے گمراہ لوگوں سے ماخوذ بتلایا۔ اس کا کہنا ہے: سب سے پہلے اس اس عقیدہ کو لینے والا جعد بن درہم (المتوفی ۱۱۸ھ) تھا۔ پھر اس سے اس عقیدہ کو حاصل کرنے والا جہم بن صفوان (المتوفی ۱۲۸ھ) تھا۔ اسی نے ہی اس کو پھیلا یا تو یہ عقیدہ جمہیہ اسی کی طرف منسوب ہو گیا۔ مزید لکھتے ہیں: جعد نے اس کو بیان بن سمعان سے لیا تھا اور بیان بن سمعان نے اس کو طالوت ابن اخت لبید بن اعصم سے لیا تھا۔ اور طالوت نے اس کو لبید بن اعصم یہودی سے لیا تھا جس نے حضور نبی اکرم ﷺ پر جادو کیا تھا۔ پھر کہا: اس جعد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حران علاقہ کا رہنے والا تھا۔

43 تو اس شخص سے کہا جائے گا: اے مدعی! تو نے یہ کہہ کر کہ یہ عقیدہ یہودیوں کے تلامذہ سے ماخوذ ہے، تو نے بنیادی اور ضروری باتوں کی ہی مخالفت کر دی ہے۔ یہ بات تمام خواص اور اکثر عوام کو معلوم ہے کہ یہودی مجسمہ اور مشبہ ہیں، تو پھر کیسے تجسیم اور تشبیہ عقیدہ کی ضدان سے اخذ کی جاسکتی ہے؟ مشرکین تو بتوں کے پجاری ہیں۔ ائمہ دین نے تشریح کی ہے کہ بتوں کے پجاری مشبہ کے تلامذہ ہیں۔ رہے صائبین فرقہ کے لوگ، تو ان کے شہر اور اقلیم مشہور و معروف ہیں۔ کیا ہم ان کے رہنے والے ہیں یا ہمارے مخالف؟ رہا جعد بن درہم تو وہ تو حرانی ہے (جیسا یہ مدعی بھی حرانی ہے)۔ پھر

نسبت بھی تو صحیح ہے۔ یہ سند کی ترتیب جو اس مدعی نے ذکر کی ہے، تو اللہ تعالیٰ ضرور اس سے اس بارے میں پوچھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کے پیچھے گھات میں ہیں۔ کاش یہ اس کے پیچھے یہ بھی بیان کرتا کہ اس مدعی کا عقیدہ اور اس کی سند وہ ہے کہ فرعون نے گمان کیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا الہ آسمان میں ہے۔

44 پھر اس مدعی نے اس مقالہ کو بشر المریسی (المتوفی ۲۱۸ھ) کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ یہ وہ تاویلات ہیں جن کو ائمہ نے باطل قرار دیا ہے، اور ان کے ساتھ بشر کا رد بھی کیا ہے۔ اور جو استاذ ابو بکر ابن فورک (المتوفی ۴۰۶ھ) اور امام فخر الدین رازی (المتوفی ۶۰۶ھ) نے ذکر کیا ہے، وہی ہے جو بشر مریسی نے ذکر کیا ہے۔

یہ باطل اور رومی بات ہے۔ یہ بات پختہ نظر کی کسوٹی پر ثابت نہیں ہو سکتی، اور نہ ہی فکر سلیم کے معیار پر پورا اتر سکتی ہے۔ کیونکہ یہ بات محال ہے کہ ائمہ کرام، بشر کا ان باتوں پر رد کریں جو اہل عرب کہتے ہیں۔ ان دونوں جلیل القدر ائمہ کرام نے وہی کچھ فرمایا ہے جو اہل عرب نے کہا ہے۔ بشر کا انکار نہیں کیا گیا مگر اس وجہ سے جو اس نے لغت عرب کی مخالفت میں کہا ہے؟ اس نے وہ باتیں کہیں جو اہل عرب نے نہیں کہی تھیں۔

### 3.3.4.17۔ حافظ ابن تیمیہ کے ذکر کردہ دلائل کا جواب

#### 1 حضرت امام اوزاعی (المتوفی ۱۵۷ھ) کا قول

45 پھر اس شخص نے اپنے اس دعویٰ کی تصدیق کرنی شروع کر دی جو اس نے اس عقیدہ کی نسبت حضرات مہاجرین اور انصار کی طرف کی تھی۔ اور ان کے اقوال نقل کرنے شروع کیے۔ تو اس نے کہا: حضرت امام اوزاعی (المتوفی ۱۵۷ھ) فرماتے ہیں: ہم کہتے تھے جب کہ تابعین کثرت سے موجود تھے: اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں۔

حضرت امام اوزاعیؒ کا پورا کلام اس طرح منقول ہے:

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ  
الْجَوْهَرِيُّ بِبَغْدَادَ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْهَيْثَمِ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ  
الْمِصْبِصِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ الْأَوْزَاعِيَّ، يَقُولُ: كُنَّا وَالْتَابِعُونَ مُتَوَافِرُونَ  
— نَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ — تَعَالَى ذِكْرُهُ — فَوْقَ عَرْشِهِ، وَنُؤْمِنُ بِمَا وَرَدَتْ  
السُّنَّةُ بِهِ مِنْ صِفَاتِهِ جَلُّ وَعَلَا. (كتاب الاسماء والصفات رقم ۸۶۵)

حضرت امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں: ہم کہتے تھے جب کہ تابعینؒ کثرت سے موجود  
تھے: اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں۔ اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارہ میں حدیثیں  
منقول ہیں، ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں۔

ہم اس کو کہتے ہیں: سب سے پہلے تو نے حضرت امام اوزاعیؒ، ان کے طبقہ کے لوگوں  
اور ان کے بعد کے طبقات سے شروع کیا ہے۔ تو پھر حضرات مہاجرینؓ اور  
انصارؓ میں سابقین اور اولین کے اقوال کہاں ہیں؟ رہا حضرت امام اوزاعیؒ کا قول،  
تو تو نے ان کی مخالفت کر دی ہے۔ اور تو ان کی بات نہیں کہی ہے۔ اس لیے کہ تیرا کہنا  
ہے: اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر نہیں ہیں، کیونکہ تو نے اس بات کا اقرار کیا کہ عرش اور  
آسمان سے مراد اور کچھ نہیں ہے مگر جہتِ علو۔ اور تو نے کہا ہے: فوق عرش اور آسمان  
سے مراد یہی ہے۔ لہذا تو نے صریحاً حضرت امام اوزاعیؒ کے قول کی مخالفت کر دی  
ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات ملحوظ رہے کہ تو نے کبھی وہ بات نہیں کی ہے جس کا کوئی  
خاص مفہوم سمجھ میں آتا ہو۔ اس لیے کہ تو نے اقرار کیا ہے کہ آسمان عرش کے مقابلہ  
میں ایسا ہے جیسا کہ ایک بڑے چٹیل میدان میں ایک چھوٹا سا حلقہ پڑا ہوا ہو۔ تو پھر  
یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو پھر حضرت امام اوزاعیؒ کے اس قول کی صحت کہاں سے ثابت  
ہے؟ اس سے مسامحت کرتے ہوئے، حضرت امام اوزاعیؒ نے یہ تو نہیں کہا ہے: اللہ  
تعالیٰ عرش پر ہفتیفہ ہیں۔ یہ ہفتیفہ والی زیادت کہاں سے بیان کی ہے!؟

حضرت امام مالک بن انسؒ (التونی ۹۷۷ھ)، حضرت امام لیثؒ (التونی ۱۶۱ھ) اور  
حضرت امام اوزاعیؒ سے منقول ہے کہ وہ سب ان احادیث صفات کے بارے

میں فرماتے ہیں: ”ان کو ایسے ہی بیان کرو، جیسے وہ منقول ہوئی ہیں۔“  
 تو پھر اس شخص سے کہا جائے گا: جس بات کا ان ائمہ دین نے حکم دیا ہے، تو نے اپنے  
 آپ کو اس تک محدود کیوں نہیں رکھا ہے؟ بلکہ تو نے اللہ تعالیٰ کے لیے جہتِ علو کو گھڑ لیا  
 ہے، حالانکہ اس بارے میں کوئی خبر وارد ہی نہیں ہوئی ہے۔ اگر تو زمین کے برابر سونا  
 بھی اس بات کے لیے خرچ کر دے کہ تو کسی عالم ربانی سے ایسی بات سن لے گا، تو تو  
 اس سے اپنے آپ کو خوش نہیں کر سکے گا، بلکہ تو نے ان کے کلام میں اپنی مرضی سے  
 تصرف کیا اور ان سے وہ بات نقل کی جو تیرے دل میں آئی ہے۔ تو نے اس بات کا حکم  
 نہیں دیا، نہ اس کا اقرار کیا اور نہ تو نے ان کی باتوں کو تسلیم کیا ہے، جو ان ائمہ کرام سے  
 منقول ہوئی ہیں۔

## 2 حضرت امام ربیعۃ الرائے (المتوفی ۱۳۶ھ) اور

### حضرت امام مالک (المتوفی ۱۷۱ھ) کے اقوال

47 حضرت امام ربیعۃ الرائے (المتوفی ۱۳۶ھ) اور حضرت امام مالک (المتوفی ۱۷۱ھ)

سے مروی ہے: ”الاستواء غیر مجہول“۔ یعنی استواء مجہول نہیں ہے۔  
 کاش مجھے کوئی بتائے! کس نے کہا ہے کہ وہ مجہول ہے؟ بلکہ تیرا خیال یہ ہے کہ اس  
 کے وہ معنی متعین ہیں جس کی تو نے تعین کر دی ہے۔ تیرا ارادہ یہ ہے کہ اس معنی کی  
 نسبت ان دونوں جلیل القدر اماموں حضرت امام مالک اور حضرت امام ربیعۃ الرائے  
 کی طرف کر دی جائے۔ ہم تمہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔

حافظ ابن تیمیہ نے اس کی تفسیر استواء کی اس علم کے ساتھ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت  
 میں ہیں اور وہ جہتِ علو میں ہیں اور یہ کہ وہ عرش پر ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب میں یہ  
 الفاظ روایت کیے ہیں:

1 وروی الخلال بإسناد کلہم أئمة (ثققات) عن سفیان بن عیینة، قال:

سئل ربیعۃ بن أبی عبد الرحمن عن قوله تعالیٰ: ”الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ



استوى" (طه: ٥)، كيف استوى؟ قال: الاستواء غير مجهول،  
والكيف غير معقول، ومن الله الرسالة، وعلى الرسول البلاغ  
المبين، وعلينا التصديق.

٢ وهذا الكلام مروى عن مالك بن أنس تلميذ ربيعة من غير وجه.  
منها: ما رواه أبو الشيخ الأصبهاني، وأبو بكر البيهقي، عن يحيى بن  
يحيى قال: كنا عند مالك بن أنس، فجاء رجل، فقال: يا أبا عبد الله!  
"الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى"، كيف استوى؟ فأطرق مالك برأسه  
حتى علاه الرُّحْضَاءُ، ثم قال: الاستواء غير مجهول، والكيف  
غير معقول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة، وما أراك إلا  
مبتدعًا، ثم أمر به أن يُخرج اهـ.

٣ فقول ربيعة ومالك: الاستواء غير مجهول، والكيف غير معقول  
موافقٌ لقول الباقرين: أمرؤها كما جاءت بلا كيف، وإنما نفوا علم  
الكيفية، ولم ينفوا حقيقة الصفة.

ولو كان القوم قد آمنوا باللفظ المجرد من غير فهم لمعناه على ما  
يليق بالله لما قالوا: الاستواء غير مجهول، والكيف غير معقول،  
ولما قالوا: أمرؤها كما جاءت بلا كيف، فإن الاستواء حينئذٍ لا  
يكون معلومًا، بل مجهولًا بمنزلة حروف المعجم.

وأيضًا: فإنه لا يحتاج إلى نفي علم الكيفية، إذا لم يفهم من اللفظ معنى، وإنما  
يحتاج إلى نفي علم الكيفية إذا أثبتت الصفات.

وأيضًا: فإن من ينفي الصفات الخبرية أو الصفات مطلقًا لا يحتاج أن يقول:  
بلا كيف، فمن قال: إن الله سبحانه وتعالى ليس على العرش، لا  
يحتاج أن يقول: بلا كيف، فلو كان من مذهب السلف نفي الصفات  
في نفس الأمر لما قالوا: بلا كيف.

(الفتوى الحموية الكبرى، ج ٣، ص ٣٠٣، ٣٠٦. المؤلف: تقي الدين أبو العباس

احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن ابی القاسم بن محمد  
ابن تیمیۃ الحرانی الحنبلی الدمشقی (متوفی ۷۲۸ھ)۔ المحقق: د.  
حمد بن عبد المحسن التوینجری۔ الناشر: دار الصمیعی، الرياض.  
الطبعة: الطبعة الثانية ۱۴۲۵ھ)

جواب یہ استدلال بالکل غلط ہے۔ حضرت امام مالک سے روایت کے الفاظ تین طریقوں  
سے منقول ہیں:

### 1 الاستواء غیر مجہول والکیف غیر معقول

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَارِثِ الْفَقِيه، أَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنِ  
حَيَّانَ، ثنا أَبُو جَعْفَرٍ أَحْمَدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ زَيْدِ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ  
عَمْرٍو بْنِ النَّضْرِ النَّيْسَابُورِيَّ، يَقُولُ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ يَحْيَى، يَقُولُ:  
كُنَّا عِنْدَ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ! "الرَّحْمَنُ  
عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى" (طه: ۵)، كَيْفَ اسْتَوَى؟ قَالَ: فَأَطْرَقَ مَالِكٌ  
رَأْسَهُ، حَتَّى عَلَاهُ الرَّجْصَاءُ. ثُمَّ قَالَ: الْإِسْتِوَاءُ غَيْرُ مَجْهُولٍ، وَالْكَيْفُ  
غَيْرُ مَعْقُولٍ، وَالْإِيمَانُ بِهِ وَاجِبٌ، وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بَدْعَةٌ، وَمَا أَرَاكَ إِلَّا  
مُبْتَدِعًا، فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُخْرَجَ.

قال الشيخ: وَعَلَى مِثْلِ هَذَا دَرَجٌ أَكْثَرُ عُلَمَائِنَا فِي مَسْأَلَةِ الْإِسْتِوَاءِ  
وَفِي مَسْأَلَةِ الْمَجِيءِ وَالْبَيْتَانِ وَالنُّزُولِ. قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: "وَجَاءَ  
رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا" (الفجر: ۲۲). وَقَالَ: "هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ  
يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ" (البقرة: ۲۱۰).

(الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد على مذهب السلف وأصحاب  
السديد ص ۱۱۶۔ المؤلف: أحمد بن الحسين بن علي بن موسى  
الخُسْرُو جردى الخراسانى، أبو بكر البيهقي (المتوفى ۳۵۸ھ)۔ المحقق:

أحمد عصام الكاتب۔ الناشر: دار الآفاق الجديدة، بيروت. ۱۴۰۱ھ)

ترجمہ حضرت امام بیہقی نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت یحییٰ بن یحییٰ فرماتے ہیں

کہ ہم حضرت امام مالکؒ کے پاس تھے کہ ایک شخص آیا تو اس نے کہا: اے ابو عبد اللہ! قرآن مجید میں ہے: الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى. (سورت طہ: ۵) (وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے)۔ حق تعالیٰ عرش پر کیسے مستوی ہے؟ اور اس کا استواء کیسا ہے؟ تو حضرت امام مالکؒ نے (حق تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت کی بنا پر) سرینچے جھکا لیا اور خوف سے پسینہ پسینہ ہو گئے۔ پھر فرمایا: ”استواء مجہول نہیں ہے اور کیفیت غیر معقول (سمجھ میں نہ آنے والی) ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس سے سوال کرنا بدعت ہے۔ اے سائل تو بلاشبہ ایک برا آدمی اور بدعتی شخص ہے۔“ پھر اپنے اصحاب سے فرمایا: ”اس کو یہاں سے نکال دو۔“

ذَكَرَهُ عَلِيُّ بْنُ الرَّبِيعِ التَّمِيمِيُّ الْمُقْرِيءُ قَالَ: ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي دَاوُدَ، قَالَ: ثَنَا سَلْمَةُ بْنُ شَيْبٍ، قَالَ: ثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ! ”الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى“ (طہ: ۵)، كَيْفَ اسْتَوَى قَالَ: فَمَا رَأَيْتُ مَالِكًا وَجَدَ مِنْ شَيْءٍ كَمَوْجِدَتِهِ مِنْ مَقَالَتِهِ، وَعَلَاةِ الرَّحَضَاءِ. يَعْغِي الْعَرَقَ. قَالَ: وَأَطْرَقَ الْقَوْمُ، وَجَعَلُوا يَنْتَظِرُونَ مَا يَأْتِي مِنْهُ فِيهِ، قَالَ: فَسُرِّيَ عَنْ مَالِكٍ، فَقَالَ: الْكَيْفُ غَيْرُ مَعْقُولٍ وَالْإِسْتِوَاءُ مِنْهُ غَيْرُ مَجْهُولٍ وَالْإِيمَانُ بِهِ وَاجِبٌ وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بَدْعَةٌ. فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ ضَالًّا، وَأَمْرٌ بِهِ فَأُخْرِجُ.

(شرح اصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، ج ۳ ص ۴۴۱ رقم ۶۶۴.

المؤلف: أبو القاسم هبة الله بن الحسن بن منصور الطبري الرازي  
الملايكاكي (التبوي ۴۱۸ھ). تحقيق: أحمد بن سعد بن حمدان الغامدي.

الناشر: دار طيبة، السعودية. الطبعة: الثامنة، ۱۴۲۳ھ).

حضرت امام ہبۃ اللہ بن الحسن بن منصور اللاکائیؒ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت جعفر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت امام مالکؒ کے پاس آیا۔ تو اس نے کہا: اے ابو عبد اللہ! قرآن مجید میں ہے: الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ

استوٰی. (سورت طہ: ۵) (وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے)۔  
 حق تعالیٰ عرش پر کیسے مستوی ہے؟ اور اس کا استواء کیسا ہے؟ تو اس کی اس بات سے  
 حضرت امام مالکؒ پر (حق تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت کی بنا پر) میں نے ایسی کیفیت  
 طاری ہوتی دیکھی کہ میں نے ایسی کیفیت کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اور خوف سے پسینہ  
 پسینہ ہو گئے۔ وہ فرماتے ہیں: لوگ خاموش ہو رہے اور اس بات کا انتظار کرنے لگے  
 کہ اب کیا ہوگا؟ فرماتے ہیں: حضرت امام مالکؒ کی حالت کچھ دیر بعد سنبھلی۔ پھر  
 فرمایا: ”کیفیت غیر معقول (کبھی میں نہ آنے والی) ہے اور استواء مجہول نہیں ہے۔  
 اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس سے سوال کرنا بدعت ہے۔ اے سائل میں اس  
 بات سے ڈرتا ہوں کہ تو گمراہ نہ ہو جائے“۔ پھر اپنے اصحاب سے فرمایا: ”اس کو  
 یہاں سے نکال دو“۔

2 استوٰی کما وصف به نفسه ولا یقال کیف و کیف عنہ

مرفوع

۳ أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ كَمَا قَالَ الْحَافِظُ فِي الْفَتْحِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
 وَهَبٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ مَالِكٍ فَدَخَلَ رَجُلٌ. فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ!  
 الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى، كَيْفَ اسْتَوَى؟ فَأَطْرَقَ مَالِكٌ فَأَخَذَتْهُ  
 الرَّحْضَاءُ ثُمَّ رَفَعَتْ رَأْسَهُ فَقَالَ: الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى كَمَا وَصَفَ  
 بِهِ نَفْسَهُ وَلَا يُقَالُ كَيْفَ؟ وَكَيْفَ عَنْهُ مَرْفُوعٌ. وَمَا أَرَاكَ إِلَّا صَاحِبَ  
 بَدْعَةٍ، أَخْرَجُوهُ.

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۹۸ طبع دار السلام، ریاض: کتاب الاسماء والصفات رقم ۸۶۲)

ترجمہ حضرت امام بیہقیؒ نے سند جید کے ساتھ بیان کیا ہے (جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح  
 الباری میں بیان کیا ہے) کہ حضرت عبداللہ بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت  
 امام مالکؒ کے پاس موجود تھے۔ پھر ایک شخص آیا تو اس نے کہا: اے ابو عبداللہ!  
 قرآن مجید میں ہے: الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى. (سورت طہ: ۵) (وہ بڑی  
 رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے)۔ حق تعالیٰ عرش پر کیسے مستوی ہے؟ اور

اس کا استواء کیسا ہے؟ تو حضرت امام مالکؒ نے (حق تعالیٰ کی عظمت اور بیعت کی بنا پر) سر نیچے جھکا لیا اور خوف سے پسینہ پسینہ ہو گئے۔ پھر سر اٹھایا اور فرمایا: ”وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے جیسا کہ خود اس نے اپنی اس صفت کو بیان کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ”کیف“ (کیفیت) کا سوال نہیں کیا جاسکتا۔ اور کیف (کیفیت) تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے مرفوع ہے۔ اے سائل تو بلا شبہ ایک برا آدمی اور بدعتی شخص ہے۔“ پھر اپنے اصحاب سے فرمایا: ”اس کو یہاں سے نکال دو۔“

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے صفت ”استوئی“ کو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کر کے تفصیل سے سکوت فرمایا اور صرف ان الفاظ پر اکتفاء کیا: ”كَمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ“۔ اور کیفیت کو جو اجسام کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ سے منقہ کیا۔

### سَأَلْتَ عَنْ غَيْرِ مَجْهُولٍ وَتَكَلَّمْتَ فِي غَيْرِ مَعْقُولٍ

قال ابن عبد البر: قال بَقِيٌّ: وَحَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ صَالِحِ الْمَخْزُومِيِّ بِالرَّمْلَةِ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ مَالِكٍ إِذْ جَاءَهُ عِرَاقِي. فَقَالَ لَهُ: يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ! مَسْأَلَةٌ أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْهَا. فَطَأَطَأَ مَالِكٌ رَأْسَهُ، فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ! الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى، كَيْفَ اسْتَوَى؟ قَالَ: سَأَلْتَ عَنْ غَيْرِ مَجْهُولٍ وَتَكَلَّمْتَ فِي غَيْرِ مَعْقُولٍ. انك امرؤ سوءٌ أَخْرَجُوهُ. فَأَخَذُوا بِضَبْعِيهِ فَأَخْرَجُوهُ.

(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد ج ٢ ص ١٥١. المؤلف:

أبو عمر يوسف بن عبد الله بن عبد البر النمرى. طبع وزارة عموم

الأوقاف والشؤون الإسلامية المغرب، ١٣٨٥هـ)

علامہ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں: حضرت بقیؒ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ایوب بن صالح مخزومیؒ نے رملہ میں یہ حدیث بیان کی ہے کہ ہم لوگ حضرت امام مالکؒ کے پاس موجود تھے۔ پھر ایک عراقی کا رہنے والا شخص آیا تو اس نے کہا: اے ابو عبد اللہ!

میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ تو حضرت امام مالکؒ نے اثبات میں سر ہلایا۔ تو اس نے کہا: اے ابوعبداللہ! قرآن مجید میں ہے: الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى. (سورت طہ: ۵) (وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے)۔ حق تعالیٰ عرش پر کیسے مستوی ہے؟ اور اس کا استواء کیسا ہے؟ تو حضرت امام مالکؒ نے غیر مجہول کے بارے میں سوال کر دیا اور تو نے غیر معقول کلام کیا ہے۔ اے سائل تو بلاشبہ ایک برا آدمی اور بدعتی شخص ہے۔ پھر اپنے اصحاب سے فرمایا: ”اس کو یہاں سے نکال دو“۔ پس انھوں نے اس کو دونوں بازوؤں سے پکڑا اور اس کو باہر نکال دیا۔ تو یہاں اس روایت میں ”کیف“ کی باقاعدہ نفی کی گئی ہے۔ اسی طرح کی روایت حضرت امام مالکؒ کے استاذ حضرت ربیعۃ الرائے اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہے۔

نوٹ

#### ثبوت لفظ الاستواء غیر مجہول عن غیر مالک

4

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ، قَالَ: ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ كُبَيْشَةَ أَبُو يَحْيَى النَّهْدِيُّ، بِالْكُوفَةِ فِي جَبَانَةِ سَالِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو كِنَانَةَ مُحَمَّدُ بْنُ أَشْرَسَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: ثَنَا أَبُو عَمِيرٍ الْحَنْفِيُّ، عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ فِي قَوْلِهِ: ”الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى“ (طہ: ۵). قَالَتْ: ”الْكَيْفُ غَيْرُ مَعْقُولٍ وَالْإِسْتِوَاءُ غَيْرُ مَجْهُولٍ وَالْإِقْرَارُ بِهِ إِيمَانٌ وَالْجُحُودُ بِهِ كُفْرٌ.“ (شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، ج ۳ ص ۴۴۰، ۴۴۱، رقم ۶۶۳.

5

المؤلف: أبو القاسم هبة الله بن الحسن بن منصور الطبري الرازي اللالكائي (المتوفى ۴۱۸ھ). تحقيق: أحمد بن سعد بن حمدان

الغامدي. الناشر: دار طيبة، السعودية. الطبعة: الثامنة، ۱۴۲۳ھ)

وَمِنْ طَرِيقِ يَحْيَى بْنِ يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ نَحْوُ الْمَنْقُولِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ لَكِنْ

۶

قَالَ فِيهِ: ”وَالْإِقْرَارُ بِهِ وَاجِبٌ وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بَدْعَةٌ.“

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۹۸ طبع دار السلام، ریاض)

حضرت امام مالک سے ہی حضرت اُم سلمہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے، لیکن اس میں ہے کہ صفات کا اقرار واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ شَيْبَانَ النَّهَائِدِيُّ، قَالَ: ثَنَا أَبُو بَكْرِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ يَحْيَى دَاوُدُ النَّهَائِدِيُّ بِنَهَائِدَةَ سَنَةَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ وَثَلَاثِمِائَةَ قَالَ: ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَدَقَةَ، قَالَ: ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ الْقَطَّانِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ آدَمَ، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، قَالَ: سُئِلَ رَبِيعَةُ عَنْ قَوْلِهِ "الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى" (طه: ٥)، كَيْفَ اسْتَوَى؟ قَالَ: "الِاسْتِوَاءُ مُغَيَّرٌ مَجْهُولٌ وَالْكَيفُ غَيْرُ مَعْقُولٍ، وَمِنَ اللَّهِ الرَّسَالَةُ وَعَلَى الرَّسُولِ الْبَلَاغُ، وَعَلَيْنَا التَّصَدِيقُ".

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، ج ۳ ص ۴۳۱، ۴۳۲، رقم ۶۶۵)

المؤلف: أبو القاسم هبة الله بن الحسن بن منصور الطبري الرازي اللالكاني (المتوفى ۴۱۸ھ). تحقيق: أحمد بن سعد بن حمدان الغامدي.

الناشر: دار طيبة، السعودية. الطبعة: الثامنة، ۱۴۲۳ھ)

وَمِنْ طَرِيقِ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سُئِلَ كَيْفَ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ؟ فَقَالَ: الْإِسْتِوَاءُ مُغَيَّرٌ مَجْهُولٌ وَالْكَيفُ غَيْرُ مَعْقُولٍ وَعَلَى اللَّهِ الرَّسَالَةُ وَعَلَى رَسُولِهِ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا التَّسْلِيمُ.

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۹۷ طبع دار السلام، ریاض؛ کتاب الاسماء والصفات رقم ۶۸ طبع جدہ)

حضرت امام مالک کے استاذ حضرت ربیعہ بن عبد الرحمن سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر کیسے استواء ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: "استواء کا لفظ مجہول نہیں ہے اور کیفیت معلوم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ وحی کو اتارنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اس وحی کو پہچاننے والے ہیں اور ہمارے ذمہ اس کو تسلیم کرنا ہے۔"

**الکيف للمجسم (کيف کا لفظ مجسم کے لیے ہے)**

کَيْفَ کا لفظ تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے مرفوع ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے معقول نہیں ہے یعنی عقل میں آنہیں سکتا۔ کيف یعنی کیفیت تو اس کے لیے ہے جو کیفیت

رکھتا ہو، شکل و صورت والا ہو، شخصیت والا ہو، جسم والا ہو۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے لیے کیف کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سب سے منزہ اور مبرا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو کیف کو پیدا کرنے والی ہے۔

(مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: مسئلہ استواء علی العرش: باب نمبر 8)

پھر حضرت امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے سائل سے کہا: اس پر ایمان لانا واجب ہے، اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے، میں تو تجھے بدعتی خیال کرتا ہوں۔ پس انہوں نے حکم دیا کہ اس کو یہاں سے نکال دو۔

پس اس مدعی سے کہا جائے گا: کاش کوئی مجھے بتائے! ہم میں سے کس نے حضرت امام مالکؒ کے قول کو تسلیم کیا ہے؟ کیا ہم نے اس کو تسلیم کیا ہے، کیونکہ ہم اسماک (رک جانے) کا کہتے ہیں اور عوام کو اس میں غور و خوض سے سختی سے روک دیتے ہیں، یا جس نے اس کو پڑھنے، پڑھانے کا مشغلہ بنایا ہے، وہ اس کو دوسروں تک پہنچاتا ہے، وہ اس کو تلقین کرتا ہے، وہ اس کے بارے میں کتابیں لکھتا ہے، وہ اس کی تدریس کرتا ہے، اور وہ عوام کو حکم کرتا ہے کہ وہ اس میں غور و خوض کریں؟ کیا یہ شخص بھی ان مسائل میں سوال کرنے والے کو اسی طرح انکار کرتا ہے، اور اس کو نکال دیتا ہے، جیسا کہ حضرت امام مالکؒ نے اس بارے میں بعینہ اسی طرح کیا تھا؟ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس شخص نے جو حضرت امام مالکؒ سے نقل کیا ہے، وہ اسی کے خلاف دلیل ہے، نہ کہ اس کے حق میں۔

3 حضرت عبدالعزیز بن عبد اللہ بن ابی سلمہ الماشونؒ

(المتوفی ۱۶۳ھ) کا قول

49 حضرت عبدالعزیز بن عبد اللہ بن ابی سلمہ الماشونؒ (المتوفی ۱۶۳ھ) سے نقل کرتے

ہیں: جب حضرت عبدالعزیز بن عبد اللہ بن ابی سلمہ الماشونؒ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا جن کا جہمیہ انکار کرتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا:



”اما بعد: فقد فهمت ما سألت عنه فيما تتابعت الجهمية، ومن خالفها في صفة الرب العظيم الذي فاقت عظمته الوصف والتقدير وكُلَّت الألسن عن تفسير صفته، وانحسرت العقول دون معرفة قدره، ردت عظمته العقول فلم تجد مساعًا فرجعت خاسئة وهي حسيرة، وإنما أمروا بالنظر والتفكير فيما خلق بالتقدير، وإنما يقال كيف؟ لمن لم يكن ثم كان، فأما الذي لا يحول ولا يزول، ولم يزل، وليس له مثل، فإنه لا يعلم كيف هو إلا هو، وكيف يعرف قدر من لم يبدأ ومن لم يمت، ولا يبلى؟ وكيف يكون لصفة شيء منه حد أو منتهى؟ يعرفه عارف أو يحد قدره واصف؟ على أنه الحق المبين، لا حق أحق منه، ولا شيء، أبين منه.

50 الدليل على عجز العقول في تحقيق صفته، عجزها عن تحقيق صفة أصغر خلقه، لا تكاد تراه صغيراً يحول ويذول، ولا يرى له سمع ولا بصر، لما يتقلب به ويحتال من عقله، أعضل بك وأخفى عليك مما ظهر من سمعه وبصره، فتبارك الله أحبين الخالقين، وخالقهم وسيد السادات، وربهم.

(لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ) (الشورى: ١١)

(الفتوى الحموية الكبرى، ص ٣٠٤ تا ٣١٠. المؤلف: تقى الدين أبو العباس أحمد بن تيمية. المحقق: د. حمد بن عبد المحسن التويجري. الناشر: دار الصميعي، الرياض. الطبعة: الطبعة الثانية، ١٤٢٥هـ)

ترجمہ ”اما بعد: میں نے وہ سمجھ لیا ہے جن صفات کے بارے میں تو نے مجھ سے سوال کیا ہے۔ اس کے بارے میں جہمیہ اور ان کے مخالفین ایک دوسرے کے درپے ہیں۔ اس رب عظیم کی صفات کے بارے میں جس کی عظمت، وصف و بیان سے بہت بلند ہے۔ زبانیں اس کی صفات کی تفسیر سے عاجز ہو گئی ہیں۔ عقلیں اس کی شان و عظمت کی معرفت سے پہلے ہی عاجز و در ماندہ ہو گئی ہیں۔ اس کی عظمت نے عقلوں کو واپس لوٹا

دیا ہے، پس وہ کوئی راستہ نہیں پاسکتیں۔ لہذا وہ ذلیل و خوار ہو کر تھکی ماری واپس لوٹ گئی ہیں۔ ان کو تو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا کی ہوئی مخلوق میں غور و فکر سے کام لیں۔ ”کیف“ (کیفیت) سے سوال تو اس سے ہوتا ہے، جو پہلے نہیں تھا، پھر بعد میں پیدا ہوا۔ پس وہ ذات باری تعالیٰ جس پر زوال نہیں ہے، وہ ہمیشہ سے ہے، اس کی کوئی مثل اور مثال نہیں ہے۔ اس کے بارے میں ”کیف“ (کیفیت) کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا مگر صرف اسی ذات باری تعالیٰ کو۔ اس کی قدرت و عظمت کو کیسے معلوم کیا جاسکتا ہے، جس کی نہ کوئی ابتداء ہے، نہ انتہاء، نہ موت، نہ فنا؟ اس کی صفات کو حدود اور انتہاؤں سے کیسے بیان کیا جاسکتا ہے؟ کوئی عارف اس کی معرفت کو کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ یا کوئی صفت کو بیان کرنے والا اس کی عظمت کو کیسے بیان کر سکتا ہے؟ باوجود اس سب کے وہ ذات حق اور واضح ہے۔ کوئی حق اس سے زیادہ حقیقت والا نہیں ہے، کوئی چیز بھی اس سے زیادہ واضح نہیں ہے۔

اس کی صفات کی تحقیق کے بارے میں عقلوں کے عاجز ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ عقلیں تو اس کی چھوٹی سی مخلوق کی صفت کی تحقیق کے بیان سے بھی عاجز ہیں۔ پس قریب نہیں ہے کہ تو اس کی چھوٹی سی مخلوق کو حرکت کرتے دیکھ سکے۔ تو اس کے کانوں اور آنکھوں کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیے کہ وہ اس سے اپنی مرضی سے تصرف بھی کر سکتا ہے اور اپنی عقل سے کوئی حیلہ بھی کر سکتا ہے۔ وہ تو تجھ پر زیادہ مشکل اور زیادہ مخفی ہے، بہ نسبت اس کے جو اس کے کانوں اور آنکھوں سے ظاہر ہوتی ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت ہے جو سب سے بہتر پیدا کرنے والی ہے۔ وہ اللہ ان کا خالق، سب سرداروں کا سردار، اور ان کا رب ہے۔ اس کی صفت ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ. وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوریٰ: ۱۱)

کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔

پھر اس مدعی نے حضرت ماجنونؒ سے احادیث صفات کو نقل کیا ہے۔ اور یہ فرمان

باری تعالیٰ بھی نقل کیا ہے:

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

وَالسَّمَاوَاتِ مَطْوِيَّاتٍ بِيَمِينِهِ. سُبْحَانَكَ رَبَّنَا رَبِّكَ عَمَّا يُشْرِكُونَ.  
(الزمر: ۶۷)

اور (جو لوگ شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدر و منزلت کو پہچانتے ہی نہیں۔ چنانچہ) یہ وہی لوگ ہیں کہ انہوں نے اللہ ﷻ کی عظمت نہیں کی جیسے کہ اللہ ﷻ کی عظمت کا حق تھا (اور حق عظمت ادا کرنا قبول توحید کے بغیر ممکن نہیں۔ حالانکہ اس کی نشان یہ ہے کہ) ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی، قیامت کے روز۔ اور تمام آسمان لپٹے ہوئے ہوں گے، اس کے دائیں ہاتھ میں۔ پس پاکی ہے اس پروردگار کی اور برتر ہے وہ ذات ان کے ہر شرک سے جو وہ کرتے ہیں۔

پھر یہ مدعی کہتا ہے: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں اس کی ذات سے زیادہ دلالت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اور نہیں احاطہ کر سکتی اس کے قبضے کا مگر اس اس کی چھوٹی سے نظیر جو انہی سے ان کے ہاں ہے، یہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ خود ہی ان کے خیال میں ڈال دے، یا ان کے دلوں میں ان کی معرفت پیدا کر دے۔ پس جو اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنی صفت بیان کی ہے، تو اٹل کو اپنے رسول ﷺ کی زبان سے بیان کر دیا۔ ہم بھی اسی طرح اس کو بیان کرتے ہیں جیسا کہ اس نے بیان کیا ہے۔ ہم اس کے سوا کسی صفت کے بیان کرنے میں تکلف سے کام نہیں لیتے۔

اس مدعی نے حضرت امام مہشون کے کلام کو اس تقریر کے ساتھ کافی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ہم اس مدعی کو کہتے ہیں: تو کیسی اچھی دلیل لایا ہے! لیکن یہ ہماری دلیل ہے۔ تو کیسا اچھا اسلحہ تو نے اٹھایا ہے! مگر یہ دشمن کے کام کا ہے۔

رہا حضرت عبدالعزیز کا کلام، تو جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کو بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے، اور یہ کہ عقلیں حیران ہیں اور فہم و شعور دہشت زدہ ہیں۔ تو اس مضمون کو علماء کرام نے لظم اور نثر میں بہت ہی خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے۔ تو نے امت کے ان سادات اور عظیم لوگوں کے بارے میں کتاب کے دوسرے ہی صفحہ میں ان پر عیب جوئی اور طعن و تشنیع شروع کر دی، جب انہوں نے اپنی عاجزی

اور تفسیر کا اعتراف کیا اور تو نے اس پر ان کی عیب گیری شروع کر دی۔ تو نے اس چیز کو ان کے اوپر گناہ شمار کر دیا۔ اور تو بھی معذور ہے اور وہ بھی معذور ہیں۔ تو نے حضرت عبدالعزیزؒ کے قول کو اپنی دلیل بنایا ہے، حالانکہ اس نے ”قبضہ“ کے بارے میں وہی بیان کیا ہے جس کو متکلمین ہر جگہ بیان کرتے ہیں۔

حضرت عبدالعزیز الماشونؒ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ اللہ رب العزت کی وہ صفات بیان کی جائیں جو اس نے خود اپنے لیے بیان کی ہیں، ان کے علاوہ باقی سے سکوت کیا جائے۔ یہی ہمارا قول، عمل اور عقیدہ ہے۔ جب کہ اے مدعی! تو نے اللہ تعالیٰ کو جہتِ علو سے متصف کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اس وصف سے بیان نہیں کیا ہے۔ تو نے اس کے لیے اشارہ حسیہ کے جواز کا کہا ہے، اور ہم نے تو اس کو نہیں کہا ہے۔ ہم تو صفات کو اسی طرح بیان کرتے ہیں، جیسے وہ بیان ہوئی ہیں۔ تو نے تو عرش اور آسمان کو جہتِ علو میں جمع کر دیا ہے۔ تو نے تو یہ بھی کہا ہے: وہ آسمان میں حقیقہ ہے، وہ عرش میں بھی حقیقہ ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو عقول کو عطا کرنے والی ہے، لیکن یہ بات تو کتاب (تقدیر) میں لکھی جا چکی ہے۔

53

4 حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ (المتوفی ۱۸۹ھ)

## کا قول

حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ (المتوفی ۱۸۹ھ) کا قول نقل کرتے ہیں:  
تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ جو صفات قرآن و حدیث میں مذکور ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کو متصف جانتے ہیں۔

54

حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب میں ان کا قول یوں درج ہے:

تنبیہ

وروی أبو القاسم اللالکائی۔ صاحب أبي حامد الإسفرايينی۔ فی أصول السنة بإسناده عن محمد بن الحسن۔ صاحب أبي حنيفة۔ قال: "اتفق الفقهاء كلهم من المشرق إلى المغرب على الإيمان

بالقرآن والأحاديث التي جاء بها الثقات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في صفة الرب عز وجل: من غير تفسير ولا وصف ولا تشبيه، فمن فسر اليوم شيئاً من ذلك، فقد خرح عما كان عليه النبي صلى الله عليه وسلم وفارق الجماعة، فإنهم لم يصفوا ولم يفسروا، ولكن أفتوا بما في الكتاب والسنة ثم سكتوا، فمن قال بقول جهنم فقد فارق الجماعة، فإنه قد وصفه بصفة لا شيء". اهـ.

محمد بن الحسن أخذ عن أبي حنيفة ومالك وطبقتهما من العلماء، وقد حكى على هذا الإجماع، وأخبر أن الجهمية تصفه بالأمر السلبية غالباً، أو دائماً.

(الفتوى الحموية الكبرى، ص ۳۲۸، ۳۲۹. المؤلف: تقي الدين أبو العباس أحمد بن تيمية. المحقق: د. حمد بن عبد المحسن التويجري. الناشر: دار الصميعي، الرياض. الطبعة: الطبعة الثانية، ۱۴۲۵ھ)

ہم اس مذہبی سے یہ کہتے ہیں: ہم حضرت امام محمدؐ کے اس قول کے ایک حرف کو بھی نہیں چھوڑتے ہیں۔ اور تم تو کہتے ہو: میں اللہ تعالیٰ کے لیے جہتِ علو میں ہونے کی صفت بیان کرتا ہوں، اور میں اس کے لیے اشارہ حسیہ کو بھی جائز قرار دیتا ہوں۔

بھلا تلاء تو سہی: قرآن مجید اور ائمہ ثقات کے اقوال میں یہ کہاں موجود ہے؟ ہم نے تیرے اس "الفتوى الحموية الكبرى" میں اس بارے میں کوئی چیز نہیں دیکھی ہے۔

5 حضرت ابو عبید قاسم بن سلامؒ (المتوفی ۲۲۲ھ) کا

قول

55 اس مذہبی نے حضرت ابو عبید قاسم بن سلامؒ (المتوفی ۲۲۲ھ) سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب ہم سے ان آیات صفت کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے، تو ہم اس

کی تفسیر بیان نہیں کرتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا: ہم نے کسی کو بھی ان آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے نہیں پایا ہے۔

ہم اس مدعی سے کہتے ہیں: الحمد للہ! ہمارا مقصود حاصل ہو گیا۔ کاش کوئی مجھے بتائے! کس نے آسمان اور عرش کی تفسیر بیان کی ہے۔ اور کہا ہے: ان دونوں کا معنی جہتِ علو ہے؟ اور کس نے ان دونوں کی تفسیر کو چھوڑ دیا ہے اور ان کو ایسے ہی بیان کیا ہے جیسے وہ بیان ہوئے ہیں!!

## 6 حضرت عبداللہ بن مبارکؓ (المتوفی ۱۸۱ھ) کا قول

پھر اس مدعی نے حضرت عبداللہ بن مبارکؓ (المتوفی ۱۸۱ھ) کا قول نقل کیا ہے، کہ انہوں نے فرمایا ہے: ہم نے اپنے رب کی پہچان اس سے کی ہے کہ وہ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہیں، اپنی مخلوق سے جدا ہیں۔ ہم ایسے نہیں کہتے جیسا کہ جہمیہ کہتے ہیں کہ وہ یہاں زمین پر ہیں۔

ہم اس مدعی کو کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مبارکؓ سے یہ تو نص ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہیں۔ تو کیا حضرت عبداللہؓ نے یہ بھی فرمایا ہے: آسمان اور عرش ایک ہی ہیں، اور وہ جہتِ علو میں ہیں؟

## 7 حضرت حماد بن زیدؓ (المتوفی ۹۷۱ھ) کا قول

اس مدعی نے حضرت حماد بن زیدؓ (المتوفی ۹۷۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے: یہ جہمیہ فرقہ کے لوگ یوں کہتے ہیں: آسمان میں کوئی چیز نہیں ہے۔

ہم تجھ کو بھی یہی کہتے ہیں: جو تو نے ان کے قول کے بارے میں کہا ہے، اسی کی صراحت تو نے بھی کر دی ہے کہ آسمان وہ ہے جس کی کوئی ذات نہیں ہے، پھر تو نے اس سے یہ معنی کشید کیا ہے، کہ وہ تو بلندی کا نام ہے۔ اور تو نے اس کی تفسیر جہتِ علو سے کی ہے۔ لہذا یہی بہتر ہے کہ تو بھی اپنی جان پر اسی طرح حرف گیری کر جس طرح حضرت حمادؓ نے جہمیہ پر کی ہے۔

6

56

7

57

## حضرت امام ابن خزمیرہؒ (المتوفی ۳۱۱ھ) کا قول

8

اس مدعی نے اس کے بعد حضرت امام ابن خزمیرہؒ (المتوفی ۳۱۱ھ) کا قول نقل کیا ہے:

”جس نے اس بات کو نہ کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہیں، اپنی مخلوق سے جدا ہیں، واجب ہے کہ اس سے توبہ کرائی جائے۔ پھر اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کی گردن اڑادی جائے، پھر اس کی لاش کو کوڑے والی جگہ میں ڈال دیا جائے، تاکہ اہل قبلہ (مسلمان) اور ذمیوں (غیر مسلموں) کو اس سے اذیت نہ پہنچے۔“

58

اس سے کہا جائے گا: اس جیسے دلائل کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ امام ابن خزمیرہؒ کی عقائد کے بارے میں حیثیت ہر خاص و عام کو معلوم ہے، اور وہ کتاب جو اس نے تشبیہ کے بارے میں لکھی ہے، اس نے اس کا نام کتاب ”التوحید“ رکھا ہے۔ ائمہ کرامؒ نے اس کا خوب رد کیا ہے، وہ رد اتنا زیادہ ہے کہ اس کا احاطہ کرنا دشوار ہے۔ ان ائمہ کا قول اس باب میں معروف و مشہور ہے۔

اس مدعی نے حضرت عباد واسطیؒ (المتوفی ۱۸۵ھ)، حضرت عبدالرحمن بن مہدیؒ (المتوفی ۱۹۸ھ) اور حضرت عاصم بن علی بن عاصمؒ (المتوفی ۲۲۱ھ) کے اقوال نقل کیے ہیں جو اوپر مذکور حضرت حمادؒ کے قول سے ملتے ہیں۔ اس کی پوری تفصیل اور اس کا جواب اوپر ذکر کر دیا گیا ہے۔

59.

## حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث

9

اس کے بعد اس مدعی نے حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث کو ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: اُمّ المؤمنین حضرت زینبؓ دوسری ازواج مطہراتؓ پر فخر کرتے ہوئے فرماتی تھیں کہ تمہارے نکاح تو تمہارے گھر والوں نے کیے ہیں اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے نہ سات آسمانوں کے اوپر سے کیا ہے۔

60

ہم کہتے ہیں: اس حدیث میں حضرت زینبؓ نے یہ نہیں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ سات

آسمانوں کے اوپر ہے، بلکہ یہ فرمایا ہے کہ خاص ان کا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا ہے۔

61 پھر اس مدعی نے حضرت ابوسلیمان خطابیؒ سے ویسا ہی قول نقل کیا ہے جو حضرت عبد العزیز ماجشونؒ کا اوپر مذکور ہوا ہے۔ اوپر ہم نے بیان کر دیا ہے کہ یہ ہمارے موافق ہے اور اس مدعی کے خلاف ہے۔

62 اس مدعی نے حضرت خطیب بغدادیؒ (المتوفی ۳۶۳ھ)، حضرت ابوبکر اسماعیلیؒ (المتوفی ۲۹۵ھ)، حضرت یحییٰ بن عمارؒ، حضرت ابواسامیل ہرویؒ (المتوفی ۲۸۱ھ)، حضرت ابو عثمان صابوئیؒ (المتوفی ۳۲۹ھ)، حضرت ابو نعیم اصفہانیؒ (المتوفی ۲۳۳ھ) سے نقل کیا ہے: استواء علی العرش کے بارے میں جو احادیث ثابت ہیں، وہ ان کو بیان کرتے تھے اور ان کا اثبات بغیر کیفیت، تمثیل اور تشبیہ کے کرتے تھے کہ وہ آسمانوں میں عرش پر مستوی ہے، نہ کہ زمین میں۔

63 اس مدعی نے حضرت معمر اصفہانیؒ سے بھی نقل کیا ہے۔ ہم کئی دفعہ اوپر بیان کر چکے ہیں کہ یہ مدعی اس کے خلاف ہے۔ اور یہ کہ جو اس نے کہا ہے، ایک لحظہ سے بھی پہلے اس کے خلاف کہہ دیا کرتا ہے، اس لیے کہ آسمان اس کے نزدیک وہ نہیں ہے جو مشہور و معروف ہے۔ اور یہ کہ آسمان اور عرش دونوں کا معنی ہی جہتِ علو ہے۔

## 10 حضرت عبد القادر جیلانیؒ (المتوفی ۵۰۵ھ) کا قول

64 اس مدعی نے حضرت عبد القادر جیلانیؒ (المتوفی ۵۰۵ھ) سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ جہتِ علو میں ہیں، عرش پر مستوی ہیں۔

کاش مجھے کوئی بتائے! اس مدعی نے اس کے کلام سے کیوں احتجاج کیا ہے؟ اور حضرت امام جعفر صادقؒ، حضرت شبلیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت ذوالنون مصریؒ، حضرت جعفر بن نصیرؒ جیسے مشایخِ اُمت کو چھوڑ دیا ہے۔

حضرت عبد القادر جیلانیؒ (المتوفی ۵۰۵ھ) کی غنیۃ الطالبین میں یہ عبارت محققین کے نزدیک الحاقی ہے۔ کیونکہ اسی کتاب میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم نہیں۔ دوسری جگہ

متنبیہ



ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام جہات کا خالق ہے۔ بایں ہمہ آپؐ ذاتِ الہی کے لیے جہت کیسے ثابت کر سکتے ہیں؟ خدا جسمانی و مکانی نہیں۔ اس کے لیے جہت کس طرح ہو سکتی ہے؟ ذاتِ باری تعالیٰ محل حوادث نہیں بن سکتی۔

## 11 حضرت ابو عمر بن عبدالبر (المتوفی ۳۶۳ھ) کا قول

اور جو حضرت ابو عمر بن عبدالبر (المتوفی ۳۶۳ھ) سے اس نے روایت کیا ہے، تو ہر

65

خاص و عام اس کے مذہب کو جانتا ہے اور لوگوں کی اس سے مخالفت بھی معلوم ہے۔ تمام مالکی علماء کا اس پر انکار و رد بھی معلوم و مشہور ہے۔ امام مغرب حضرت امام ابوالولید باجی (المتوفی ۳۷۳ھ) کی مخالفت بھی معروف ہے، یہاں تک کہ مغرب کے علماء و فضلاء کہتے ہیں: مغرب میں اس قول کو کہنے والا سوائے اس (ابن عبدالبر) کے اور ابن ابی زید (المتوفی ۳۸۶ھ) کے کوئی اور نہیں ہے۔ ہاں بعض علماء کرام نے حضرت ابن ابی زید کی طرف سے عذر بھی بیان کیا ہے، جو قاضی اجل حضرت ابو محمد عبد الوہاب بغدادی مالکی (المتوفی ۳۲۳ھ) کے کلام میں موجود ہے۔

پھر اس مدعی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ آسمان میں عرش پر ہیں، جو سات آسمانوں کے اوپر ہے۔

66

یہ مدعی یہ تک نہیں جانتا ہے کہ: ”آسمان میں عرش پر، سات آسمانوں کے اوپر“ کا کیا معنی ہے؟

پھر علامہ ابن عبدالبر نے اس کلام کی تاویل نہیں کی ہے۔ اور نہ وہ کہا ہے جو یہ مدعی کہتا ہے کہ عرش اور آسمان جہتِ علوی ہے۔

پھر اس مدعی نے حضرت امام بیہقی سے نقل کیا ہے، جس کا مسئلہ مذکورہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور وہی کلام ذکر کیا ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

## 12 حضرت ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری (المتونی)

### ۳۲۳ھ) کا قول

67 پھر اس مدعی نے ہمارے شیخ حضرت ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری (المتونی ۳۲۳ھ) سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: رُحْمَن عَرَشٍ پَرِ مَسْتَوِي هُوَ۔  
اللہ تعالیٰ کے بارے میں بات کرنے میں حد سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے، بلکہ ہم کہتے ہیں: استواء بلا کیف ہے۔

یہ وہ کلام ہے جو ہمارے شیخ سے منقول ہے۔ یہی ہمارا مذہب اور ہمارا عقیدہ ہے۔ لیکن اس مدعی کا حضرت شیخ کا کلام نقل کرنے کا مقصد سوائے ایہام (وہم ڈالنا) کے کوئی اور نہیں ہے۔ پس اگر ایسا ہی ہے تو یہ شخص جھوٹی تہمت لگا کر ہکا بکا کر دینے والا ہے۔

68 شیخ حضرت ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری (المتونی ۳۲۳ھ) کا کلام اس بارے میں یہ ہے:

”اللہ تعالیٰ موجود تھے، جب کوئی مکان نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عرش اور کرسی کو پیدا کیا۔ پس اللہ تعالیٰ کو مکان کی احتیاج نہیں ہے۔ وہ مکان کے پیدا کرنے کے بعد بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ مکان کے پیدا کرنے سے پہلے تھا۔“

شیخ حضرت ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری (المتونی ۳۲۳ھ) اور ان کے اصحاب کے کلام اس مدعی کے ابطال میں اتنا زیادہ ہے کہ اس کا شمار کرنا مشکل ہے۔ پھر اس مدعی نے حضرت قاضی ابوبکر اور حضرت امام الحرمین کا کلام نقل کیا ہے۔

## 18.3.3.4:۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے کی حکمت

69 پھر اس شخص نے ”آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے“ سے استدلال کیا ہے۔ یہ تو اس وجہ سے ہے کہ آسمان کی طرف سے برکات اور خیرات کا نزول ہوتا ہے۔ اس

لیے کہ انوار اور بارش آسمان سے ہی نازل ہوتے ہیں۔ جب انسان کسی ایک جانب سے خیرات اور برکات کے حصول سے مانوس ہو جاتا ہے، تو طبعاً اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ پس یہی وہ معنی ہے جو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے کا موجب بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ. (الذاریات: ۲۲)

اور آسمان ہی میں تمہارا رزق بھی ہے، اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ زجمہ  
پھر اگر اصول عقائد کے مطالبہ میں اس قسم کے دلائل پر اکتفاء کیا جائے، تو اس دعویٰ کرنے والے سے کون مامون ہو سکتا ہے: اللہ تعالیٰ کعبہ میں ہیں کیونکہ ہر نمازی اس کی طرف توجہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ اور وہ یوں کہتا ہے:

إِنِّي وَجْهْتُ وَجْهِيَ لِلدِّينِ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ. (الانعام: ۷۹)

میں نے تو پوری طرح یکسو ہو کر اپنا رخ اُس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ زجمہ  
یا وہ کہے: اللہ ہی زمین ہے۔

فرمان خداوندی ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (العلق: ۱۹)

اور سجدہ کرو، اور قریب آ جاؤ۔ زجمہ

سجدے کے ساتھ قرب تو مسافت کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ وہ تو زمین میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

عن ابی ہریرۃ أن رسول اللہ ﷺ قال: "أقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد. فأكثروا الدعاء."

(مسلم: کتاب الصلاة: باب ما يقال فی الركوع والسجود)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بندہ اپنے رب سے اس وقت زیادہ قریب ہوتا ہے جب وہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ پس تم زیادہ زجمہ

دعائیں مانگا کر ڈالے۔

70

پھر اس مدعی نے حدیث و احوال ذکر کی ہے، جس کا جواب ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ پھر اس کے بعد کچھ اور چیزیں بھی ذکر کی ہیں جن کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس مدعی نے کہنا شروع کر دیا: سلف سے بھی ایسا ہی مذہب منقول ہے، جیسا اس کا اختیار کردہ مذہب ہے۔

اب تک اس مدعی نے جو کچھ بیان کیا ہے، اس سے تو اس کا مذہب ہرگز ثابت نہیں ہوتا، چاہے وہ سلف ہوں یا خلف، سوائے حضرت عبدالقادر جیلانیؒ یا علامہ ابن عبدالبرؒ سے اس کا بعض حصہ۔ رہے حضرات صحابہ کرامؓ، چاہے وہ عشرہ مبشرہؓ ہوں، یا دوسرے صحابہ کرامؓ ہوں۔ ان سے تو ایک حرف بھی اس مدعی نے نقل نہیں کیا ہے۔ پھر اس شخص نے مواعظ اور ادعیہ کا بیان شروع کر دیا جن کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

پھر اس شخص نے اہل کلام کو سب و شتم سے کوسنا شروع کر دیا ہے۔ حالانکہ کتے کے بھونکنے سے چاند کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟!

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ یہ خبر (حدیث سجود وغیرہ) واضح دلیل ہے اس مدعی کے اس فتویٰ کے خلاف، جو اس مدعی نے اس فتویٰ میں کہا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ، جناب رسول اللہ ﷺ، سبقت اسلام کرنے والے مہاجرینؓ اور انصارؓ نے، اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کہا ہے۔

## نصوص صفات کے متعلق مسلمان کا عقیدہ

جب ہم نے اس مدعی کے فسادِ کلام کے متعلق تفصیلی کلام کر دیا، اس کے پیدا کردہ وہموں کو دور کر دیا، اس کے پیدا کردہ ابہام کو دور کر دیا، اس کے پیش کردہ دلائل کو توڑ دیا، اس کے نشانات کو گرا دیا۔ پس ہم کو بھی اپنا عقیدہ بیان کرنا چاہیے۔ پس ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بیان کرتے ہیں:

صفات باری تعالیٰ کے متعلق آیات اور احادیث سننے والے پر درج ذیل فریضے عائد ہوتے ہیں:

- 1 تقدیس
  - 2 ایمان اور تصدیق
  - 3 عاجزی کا اعتراف
  - 4 سکوت کرنا، آیات و احادیث میں وارد الفاظ میں تصرف سے بچنا، ان نصوص میں غور و فکر سے اپنے آپ کو روکے رکھنا
  - 5 یہ اعتقاد رکھنا کہ جو اس سے مخفی ہے، یہ جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخفی نہ تھا۔
- اب ہم ان وظائف میں مخفی لطائف کو ظاہر کریں گے۔ پس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کو بیان کرتا ہوں۔

## 4.1 تقدیس

رہی تقدیس، تو یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھنا کہ ہر آیت اور حدیث کا وہی معنی معتبر ہے جو اللہ تعالیٰ کی جلالتِ شان کے لائق ہے۔ اس کی مثال یہ ہے: جب وہ حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث سنے: ”بیشک اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں“۔ نزول (نازل ہونا) کا اطلاق عالی جسم اور نچلے جسم کا محتاج ہوتا ہے۔ اور جسم کا اونچی جگہ سے نچلی جگہ منتقل ہونا ہے۔ نزول کا معنی ہوا: ایک جسم کا اونچی جگہ سے نچلی جگہ منتقل ہونا۔

نزول کا اطلاق ایک دوسرے معنی پر بھی ہوتا ہے، جس میں منتقل ہونے اور جسم کی حرکت کی احتیاج نہیں ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ (الزمر: ۶)

اور تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ جوڑے اتارے یعنی پیدا کیے۔

حالانکہ مویشی آسمانوں سے نازل نہیں ہوتے، بلکہ وہ ایسی مخلوق ہے جو یقیناً ارحام میں پیدا ہوتی ہے۔ پس لازمی بات ہے کہ نزول کا معنی یہاں جسم کی حرکت کے علاوہ ہے۔

اسی معنی میں حضرت امام شافعی کا یہ قول بھی ہے:

”میں مہر گیا، تو وہاں کے لوگ میرے کلام کو نہیں سمجھتے تھے، تو میں نیچے اترا، پھر میں نیچے اترا، پھر اور میں نیچے اترا“۔

یہاں انتقال سے مراد بلندی سے پستی کی طرف اترنا نہیں ہے۔ پس اس حدیث کو سننے والے کے لیے اس بات کی تحقیق کرنی لازمی ہے کہ اس حدیث میں پہلے معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے حق میں نزول مراد نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر جسم کا اطلاق کرنا محال ہے۔

اگر یہ مدعی نزول کا معنی سوائے انتقال کے کوئی اور سمجھتا ہی نہیں، تو یقیناً یہ مدعی مویشیوں کا آسمان سے نزول کا معنی بھی نہیں سمجھتا ہے۔ اور جو آسمان سے اونٹ کے

اترنے کے معنی کو سمجھنے سے عاجز ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کے آسمان سے نازل ہونے کے معنی سمجھنے سے بھی عاجز ہے۔ اس بات کو جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ اقدس کے یہی معنی لائق ہے۔ حضرت عبدالعزیز ماحسونؒ کے کلام میں اس طرح کے رموز اور اشارات ہیں۔

اسی طرح لفظ: ”فوق“ جو قرآن وحدیث میں وارد ہے۔ تو یہ بات جان لینی چاہیے کہ لفظ: ”فوق“ (اوپر) کے بھی معنی جسمیت کے لحاظ سے اوپر ہونا مراد ہوتے ہیں اور کبھی مرتبہ کے لحاظ سے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ لہذا یہ بات جان لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم کا اطلاق محال ہے۔ اس لفظ کے وہ معنی مراد ہوں گے جو اس کی شانِ اقدس کے لائق ہوں۔

## 4.2 ایمان اور تصدیق

ایمان اور تصدیق یہ ہے کہ اس بات کو جان لے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرنے میں صادق اور امین ہیں، جو کچھ آپ ﷺ نے بیان فرمایا ہے، وہ بیشک حق اور سچ ہے، اس معنی کے ساتھ جس کا آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا ہے، اور اسی انداز سے جس طرح آپ ﷺ نے بیان فرمایا ہے، اگرچہ وہ مؤمن اس کی حقیقت سے واقف نہ ہو۔ اور شیطان اس کو پاگل نہ بنا دے، تو وہ یوں ہی نہ کہنے لگ پڑے: میں اس اجمالی معاملے کی کیسے تصدیق کروں جس کی حقیقت میں نہیں جانتا؟ بلکہ مؤمن شیطان کو رسوا کر دے، اور وہ یوں کہے: جیسا جب کوئی مجھے صادق اور امین خبر دے کہ مکان میں حیوان ہے۔ تو میں نے اس کے وجود کا ادراک کر لیا ہے، اگرچہ میں اس کی کیفیت اور حقیقت کو نہیں جانتا۔ اسی طرح صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ رکھنا چاہیے۔ پھر اس بات کو بھی جان لے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

”اے اللہ! میں تیری شانِ اقدس کی بیان کر ہی نہیں سکتا جیسی تو نے خود اپنی شانِ اقدس کی ہے۔“

پوری حدیث یوں ہے: منہجیہ

خَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ هَابِشَةَ، قَالَتْ: لَقَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَايِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي نَسَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِكَ".

(مسلم: کتاب الصلوٰۃ: باب ما یقال فی الركوع والسجود، رقم ۲۲۲: ۲۸۶، زقیم فؤاد عبدالباقی)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتے ہیں: ایک رات میں نے حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارک کو بستر پر نہ پایا تو میں آپ ﷺ کو تلاش کرنے لگی۔ تو میرے ہاتھ حضور اکرم ﷺ کے پاؤں کے تلووں پر لگے۔ آپ ﷺ کے پاؤں سجدے کی حالت میں کھڑے ہوئے تھے۔ اور آپ ﷺ یہ دعا مانگ رہے تھے: "اے اللہ میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں، اور تیرے غصہ سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں تجھ سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں۔ میں تیری ویسی تعریف کر رہی نہیں سکتا جیسا کہ تو نے خود اپنی تعریف بیان کر دی ہے۔"

☆ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"الْعَجْزُ عَنِ دَرَكِ الْإِدْرَاكِ إِدْرَاكٌ"

ترجمہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ادراک کرنے سے عاجز سمجھنا ہی صحیح معنی میں ادراک ہے۔

### 4.3 اعترافِ عجز

عاجزی کا اعتراف کرنا ہے۔ پس یہ ہر اس شخص پر واجب ہے جو ان معافی کی حقیقت سے واقف نہ ہو کہ وہ عجز کا اعتراف کرے۔ اگر اس نے معرفت کا دعویٰ کر دیا تو اس نے تکلف سے کام لیا اور اپنے آپ کو مشقت میں ڈال دیا۔ ہر جاننے والا اگر کچھ جان بھی لے، مگر اس سے اکثر حصہ پوشیدہ ہی رہے گا۔



## 4.4 سکوت کرنا

سکوت کرنا عوام پر تو واجب ہے، اس لیے کہ سوال کرنا مالا یطیق (جس کی طاقت نہیں ہے) سے تعرض کرنا ہے۔ پھر اگر وہ کسی جاہل سے سوال کرے گا، تو وہ اس کی جہالت ہی زیادہ کرے گا۔ اگر وہ کسی عالم سے سوال کرے گا تو وہ عالم اس کو سمجھا نہیں سکے گا، جیسا کہ بالغ کسی نابالغ لڑکے کو جماع کی لذت سمجھا ہی نہیں سکتا۔ اسی طرح اس کو گھر کے مصالح اور تدبیر کی تعلیم نہیں دے سکتا، بلکہ اس کو یہ مصلحت کی باتیں اس کو مکتب سے فارغ ہونے کے بعد ہی سمجھائے گا۔

پس عوام میں جب کوئی آدمی ان مسائل کے بارے میں سوال کرے تو اس کو جھڑک اور ڈانٹ دیا جائے گا۔ اور اس سے کہا جائے گا: یہ تیری طلب کا معاملہ نہیں ہے، لہذا تو دین میں راہِ راست پر قائم رہ۔ حضرت امام مالکؒ نے اس طرح کے سوال کرنے والے کو اپنی مجلس سے نکال دینے کا حکم دیا تھا۔ تو اس وقت فرمایا تھا: میں تو پیچھے برا آدمی ہی خیال کرتا ہوں، اور اس شخص کی بات سن کر حضرت امام مالکؒ پسینہ پسینہ ہو گئے تھے۔

حضرت عمرؓ بھی ہر اس شخص کے ساتھ جو آیات تشابہات کے بارے میں سوال کرتا تھا، اسی طرح کا معاملہ کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

”تم سے پہلے لوگ کثرتِ سوال کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے۔“

تقدیر کے بارے میں زبان بند رکھنے کا حکم وارد ہوا ہے، تو پھر صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں کیوں نہیں!؟

## 4.5 امساک

آیات و احادیث میں تصرف سے روک لینا۔ وہ یہ ہے کہ مومن وہی بات کہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اس میں کسی قسم تصرف کا نہ کرے، چاہے وہ تفسیر، تاویل، تشریح، تفریق اور جمع کا ہو۔

تفسیر یہ ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے الفاظ کو کسی دوسری لغت سے نہ بدلے۔ اس لیے کہ ایک لفظ دوسرے کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ لفظ ایک لغت میں تو مستعار ہوتا ہے دوسری لغت میں نہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ لفظ ایک لغت میں تو مشترک ہوتا ہے جب کہ دوسری لغت میں نہیں۔ اس وقت استعارہ کو ترک کر کے ہی خطاب عظمت والا ہوتا ہے اور اس اعتقاد کے ساتھ کہ ان دونوں معانی میں ایک ہی معنی مشترک مراد ہوتا ہے۔

تاویل یہ ہے کہ لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹا کر مرجوح معنی کی طرف لایا جائے اگر تو وہ عامی شخص ہے تو اس نے ایسے سمندر میں غوطہ لگایا ہے، جس کا کوئی ساحل ہی نہیں ہے اور وہ تیرنا بھی نہیں جانتا ہے۔ اگر وہ عالم ہے تو اس کے لیے بھی شرائط تاویل کا لحاظ کیے بغیر جائز نہیں ہے۔ اور عامی شخص تو ہرگز اس میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ عام آدمی اس کے فہم دادرک سے عاجز ہوتا ہے۔

کف باطن (دل و دماغ کو روک کر رکھنا) یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس میں داخل کر کے اتنا آگے نہ لے جائے کہ وہ کفر کی حدوں کو چھو جائے، اور اس کو اپنے سے ہٹانے کی قدرت بھی نہ رکھے، اور اس کے لیے کوئی اور راستہ بھی باقی نہ رہے۔

اعتقاد یہ رکھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس کو جانتے ہیں۔ پس اس حقیقت کو جان لینا ضروری ہے۔ اپنے آپ کو جناب رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ علماء کرام پر ہرگز قیاس نہ کرے۔ پس دل تو کانیں اور جواہر ہی ہوتے ہیں۔

## 4.2:۔ جہت و مکان سے اللہ تعالیٰ کی تشریح بیان کرنا

پھر اس کے بعد دو فصلیں بیان کی جائیں گی۔ ایک فصل جہت و مکان سے اللہ تعالیٰ کی تشریح بیان کرنے کے بارے میں ہے۔

### 4.2.1:۔ فصل اول: حق و باطل کا معیار

اس قوم نے اگر آثار و روایات کو اپنے دلائل میں پیش کیا ہے تو تم نے ان کی حقیقت

پہچان لیا ہے۔ یہ لوگ اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے کسی صحابی رضی اللہ عنہ یا تابعی کا قول پیش نہیں کر سکے، حالانکہ حق یہ ہے کہ حقیقت میں آدمی کو حق کے ساتھ ہی پہچانا جاتا ہے، حق کو آدمیوں سے نہیں پہچانا جاتا ہے۔ امام ابو داؤد نے اپنی کتاب ”سنن ابی داؤد“ میں روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”حق بات کو قبول کرو جہاں کہیں سے بھی آئے، اگرچہ وہ لانے والا کافر یا فاجر ہی کیوں نہ ہو، اور حکیم اور دانا کی لغزش اور حق سے انحراف سے بچ کر رہو۔ لوگوں نے عرض کیا: ہم اس بات کو کیسے پہچان لیں کہ کافر حق بات کہہ رہا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”حق کے اوپر نور چمک رہا ہوتا ہے۔“

سنن ابی داؤد میں اس روایت کے مکمل الفاظ یہ ہیں:

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبِ الْهَمْدَانِيِّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيَّ عَائِدَ اللَّهِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ عَمِيرَةَ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ - أَخْبَرَهُ قَالَ: كَانَ لَا يَجْلِسُ مَجْلِسًا لِلذِّكْرِ حِينَ يَجْلِسُ إِلَّا قَالَ: اللَّهُ حَكَمَ قِسْطًا، هَلَكَ الْمُرْتَابُونَ. فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يَوْمًا: ”إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ فِتْنًا يَكْثُرُ فِيهَا الْمَالُ، وَيُفْتَحُ فِيهَا الْقُرْآنُ حَتَّى يَأْخُذَهُ الْمُؤْمِنُ وَالْمُنَافِقُ، وَالرَّجُلُ، وَالْمَرْأَةُ، وَالصَّغِيرُ، وَالْكَبِيرُ، وَالْعَبْدُ، وَالْحُرُّ، فَيُوهِكُ قَائِلٌ أَنْ يَقُولَ: مَا لِلنَّاسِ لَا يَتَّبِعُونِي وَقَدْ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ؟ مَا هُمْ بِمُتَّبِعِي حَتَّى أَبْتَدِعَ لَهُمْ غَيْرَهُ، فَإِيَّاكُمْ وَمَا أَبْتَدِعَ، فَإِنَّ مَا أَبْتَدِعَ ضَلَالَةٌ، وَأَحْذَرُكُمْ زَيْغَةَ الْحَكِيمِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ عَلَى لِسَانِ الْحَكِيمِ، وَقَدْ يَقُولُ الْمُنَافِقُ كَلِمَةَ الْحَقِّ.“ قَالَ: قُلْتُ لِمُعَاذٍ: مَا يُدْرِيَنِي رَحِمَكَ اللَّهُ أَنَّ الْحَكِيمَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ وَأَنَّ الْمُنَافِقَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الْحَقِّ؟ قَالَ: بَلَى، اجْتَبِ مِنْ كَلَامِ الْحَكِيمِ الْمُشْتَهَرَاتِ الَّتِي يُقَالُ لَهَا مَا هَذِهِ، وَلَا يُشِينُكَ ذَلِكَ عَنْهُ، فَإِنَّهُ لَعَلَّهُ أَنْ يُرَاجَعَ، وَتَلَقَّ الْحَقَّ إِذَا سَمِعْتَهُ فَإِنَّ عَلَى الْحَقِّ نُورًا.“

(سنن ابی داؤد : کتاب السنۃ : باب : من دعا الی السنۃ : رقم ۴۶۱۱ : قال  
الالبانی : صحیح الاسناد موقوف ، ص ۸۳۳ طبع بحقیق الالبانی : مکتبۃ  
المعارف للنشر والتوزیع ، الرياض )

ترجمہ  
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں حضرت یزید بن عمیرہ فرماتے ہیں کہ  
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب کسی ذکر و وعظ کی مجلس میں بیٹھتے تو کہتے : اللہ تعالیٰ  
عادل اور حاکم ہیں۔ شک و شبہ کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ ایک دن حضرت معاذ بن  
جبل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارے آگے فتنے آئیں گے، جن میں مال کثرت سے ہوگا اور  
قرآن کھولا جائے گا۔ اسے مؤمن اور منافق، مرد اور عورت، چھوٹا اور بڑا، غلام اور  
آزاد حاصل کرے گا (یعنی اس کے الفاظ کا علم عام ہوگا)۔ پس ممکن ہے کہ کوئی کہنے  
والا کہے : لوگ میرا اتباع نہیں کرتے، حالانکہ میں نے قرآن پڑھا ہے؟ وہ میرا اتباع  
کرنے والے نہیں جب تک کہ میں ان کے لیے کوئی اور چیز قرآن کے سوانہ نکالوں۔  
پس تم بدعتوں سے بچ کر رہو کیونکہ بدعت گمراہی ہے، اور میں تمہیں دانا شخص کی کج  
روی سے ڈراتا ہوں کیونکہ شیطان کبھی گمراہی کا حکم دانا شخص کی زبان سے ادا کراتا  
ہے اور بعض دفعہ منافق بھی حق بات کہتا ہے۔ حضرت یزید بن عمیرہ نے کہا : اللہ تعالیٰ  
آپ رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے! مجھے کیوں کر پتہ چلے گا کہ حکیم آدمی بھی کبھی ضلالت  
(گمراہی) کا حکم دیتا ہے اور منافق کبھی حق کی بات کہتا ہے؟ حضرت معاذ بن جبل  
رضی اللہ عنہ نے فرمایا : کیوں نہیں؟ حکیم کی باتوں میں سے ان شہرت یافتہ باتوں سے بچ جن  
کے متعلق کہا جائے کہ یہ کیا باتیں ہیں؟ (یعنی علماء ان کا انکار اور رد کریں) اور یہ  
باتیں تجھے اس سے پھیر نہ دیں کیونکہ ممکن ہے وہ رجوع کرے۔ اور حق کو جب تو نے  
تو اسے حاصل کر لے کیونکہ حق میں روشنی ہوتی ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کیسی سچی بات کہی ہے۔ اگر ہم تقلید کا قلاوہ پہن لیں تو ہم اس  
سے مامون نہیں ہو سکتے کہ کوئی کافر ہمارے پاس اپنے دین کی کوئی بہت ہی معظّم  
بات لے آئے اور وہ آکر کہے : حق اس بات سے پہچان لو۔ جب تو نے یہ بات جان  
لی کہ قوم کو نقلی دلائل میں سے کوئی دلیل نہیں ملی ہے۔ پس تو اس بات کو جان لے کہ اللہ

تعالیٰ نے صرف اہل عقل، اہل دانش اور اہل بصیرت سے خطاب کیا ہے۔ قرآن مجید اس سے بھر پڑا ہے۔ عقل وہی ہے جو پہچاننے والی ہو:

اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کو

اللہ تعالیٰ کے انبیاء کی رسالت کی دلیل، کیونکہ صرف منقولات سے اس کی معرفت کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان اس پر شاہد ہیں:

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السَّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقِ نُعِيدُهُ.  
وَعَدَا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ. (الانبیاء: ۱۰۳)

اُس دن (کا دھیان رکھو) جب ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ دیں گے جیسے کاغذوں کے طومار میں تحریریں لپیٹ دی جاتی ہیں۔ جس طرح ہم نے پہلی بار تخلیق کی تھی، اسی طرح ہم اُسے دوبارہ پیدا کریں گے۔ یہ ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنے کا ہم نے ذمہ لیا ہے۔ ہمیں یقیناً یہ کام کرنا ہے۔

أَفَعَيَّبْنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ. (ق: ۱۵)

بھلا کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گئے تھے؟ نہیں! لیکن یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کے بارے میں دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔

شریعت نے عقل کو معتبر جانا ہے اور اس کی شہادت کو قبول کیا ہے۔ اور قرآن مجید میں کئی جگہوں میں اس سے استدلال بھی کیا ہے، جیسا کہ دوبارہ پیدا کرنے میں استدلال سے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ. قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ.

(سورت یس: ۷۸)

ہمارے بارے میں تو وہ باتیں بناتا ہے، اور خود اپنی پیدائش کو بھلا بیٹھا ہے۔ کہتا ہے

کہ: ان ہڈیوں کو کون زندگی دے گا، جب کہ وہ گل چکی ہوں گی؟

اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے فلاسفہ کے ان مباحث کا بالکل قلع قمع کر دیا جن سے وہ

معاد جسمانی یعنی جسموں کے دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے توحید کا استدلال بھی اس (مقل) سے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا. لَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا  
يَصِفُونَ. (انبیاء: ۲۲)

ترجمہ اگر آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے خدا ہوتے تو دونوں درہم برہم ہو جاتے۔ لہذا عرش کا مالک اللہ تعالیٰ ان باتوں سے بالکل پاک ہے جو یہ لوگ بنایا کرتے تھے۔

مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ. وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذَا لَذَهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ  
وَلَعَلَّا بَغَضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ. سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ. (المؤمنون: ۹۱)

ترجمہ نہ تو اللہ تعالیٰ نے کوئی بیٹا بنایا ہے، اور نہ اُس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا، اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتے۔ پاک ہے اللہ ان باتوں سے جو یہ لوگ بتاتے ہیں۔

أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ. وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ. وَأَنْ عَمِيَ أَنْ يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ  
يُؤْمِنُونَ. (الاعراف: ۱۸۵)

ترجمہ اور کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت پر اور اللہ تعالیٰ نے جو جو چیزیں پیدا کی ہیں ان پر غور نہیں کیا، اور یہ (نہیں سوچا) کہ شاید ان کا مقررہ وقت قریب آپہنچا ہو؟ اب اس کے بعد آخر وہ کون سی بات ہے جس پر یہ ایمان لائیں گے؟

قُلْ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ. وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ. (يونس: ۱۰۱)

ترجمہ (اے پیغمبر!) ان سے کہو کہ: ”ذرا نظر دوڑاؤ کہ آسمانوں اور زمین میں کیا کیا چیزیں ہیں؟“ لیکن جن لوگوں کو ایمان لانا ہی نہیں ہے، ان کے لیے (زمین و آسمان میں پھیلی ہوئی) نشانیاں اور آگاہ کرنے والے (پیغمبر) کچھ بھی کارآمد نہیں ہوتے۔

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ. أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مَشْفَىٰ وَقُرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُونَ. مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ. إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ.

(سبا: ۳۶)

۱ (اے پیغمبر!) ان سے کہو کہ: ”میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں، اور وہ یہ کہ تم چاہے دو دو مل کر اور چاہے اکیلے اکیلے اللہ تعالیٰ کی خاطر اٹھ کھڑے ہو، پھر (انصاف سے) سوچو (تو فوراً سمجھ میں آجائے گا) کہ تمہارے اس ساتھی (یعنی حضرت محمد ﷺ) میں جنون کی کوئی بات بھی نہیں ہے۔ وہ تو ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے تمہیں خبردار کر رہے ہیں۔“

۶ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمُ اللَّهُ الْحَقُّ. أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ. (حم سجدہ: ۵۳)

ترجمہ ہم انہیں اپنی نشانیاں کائنات میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کے اپنے وجود میں بھی، یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل کر سامنے آجائے کہ یہی حق ہے۔ کیا تمہارے رب کی یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہر وہ چیز کا گواہ ہے؟

ہائے افسوس! کس نے اس دلیل کو رد کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول کرنے کا حکم دیا ہے؟ اور کس نے اس دلیل کو گرایا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے؟ پس ان لوگوں نے ان جیسی دلیلوں کو باطل قرار دیا اور اپنے مشائخ کے اقوال کی طرف لوٹ گئے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے دین کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو ان کو دین پر ثابت قدمی نصیب نہیں ہوتی۔ اور جب ان کو میدان تحقیق کی طرف بلایا جاتا ہے، تو ان پر چپ سادھ جاتی ہے۔ اور یہ لوگ کہنے لگ جاتے ہیں: میں نے لوگوں کو ایسے کہتے ہی سنا ہے تو میں نے بھی ایسا ہی کہنا شروع کر دیا۔

صحیح بخاری میں حدیث کسوف میں یہی مضمون وارد ہے جس سے ان لوگوں کی قبروں میں یہی حالت مذکور ہے۔

صحیح بخاری کی روایت کے مکمل الفاظ یہ ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أُمِّ رَأَيْهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْدِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّهَا قَالَتْ: أَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ

خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّونَ وَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّي،  
فَقُلْتُ: مَا لِلنَّاسِ، فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا إِلَى السَّمَاءِ، وَقَالَتْ: سُبْحَانَ اللَّهِ،  
فَقُلْتُ: آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ: أَيْ نَعَمْ. قَالَتْ: فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلَّابِي الْفَشَى،  
فَجَعَلْتُ أَصْبُ فَوْقَ رَأْسِي الْمَاءِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا  
قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا، حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ  
تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ - أَوْ قَرِيبًا مِنْ - فِتْنَةِ الدُّجَالِ - لَا أَذْرِي أَيُّهُمَا  
قَالَتْ أَسْمَاءُ - يُزْتَمَى أَحَدُكُمْ، فَيَقَالُ لَهُ: مَا عَلِمَكَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا  
الْمُؤْمِنُ - أَوِ الْمُؤَقِنُ، لَا أَذْرِي أَيُّ ذَلِكَ قَالَتْ: أَسْمَاءُ - فَيَقُولُ:  
مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى،  
فَأَجَبْنَا وَآمَنَّا وَاتَّبَعْنَا، فَيَقَالُ لَهُ: نَمَّ صَالِحًا، فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوقِنًا،  
وَأَمَّا الْمُنَافِقُ - أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَذْرِي أَيُّهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ - فَيَقُولُ: لَا  
أَذْرِي، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ". (بخاری رقم ۱۰۵۳)

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت  
عائشہ صدیقہؓ کے پاس اس وقت آئی، جب سورج گرہن لگا ہوا تھا اور لوگ کھڑے  
نماز پڑھ رہے تھے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی کھڑی نماز پڑھ رہی تھیں۔ میں نے  
پوچھا: لوگوں کو کیا ہے؟ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا:  
سبحان اللہ! میں نے کہا: کوئی بڑی بات ہوگئی ہے؟ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اشارہ  
سے کہا: ہاں۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں: میں بھی نماز کے لیے کھڑی ہوگئی، یہاں تک  
کہ کھڑے کھڑے مجھ پر بیہوشی طاری ہوگئی، تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پھر  
جب جناب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر  
فرمایا: کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کو میں نے اس مقام پر یہاں نہ دیکھا ہو یہاں تک  
کہ جنت اور دوزخ کو بھی۔ اور میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ تمہاری قبروں میں  
ضرور ایسی آزمائش ہوگی جیسی فتنہ دجال کے وقت آزمائش ہوگی۔ تم میں سے ایک



شخص لایا جائے گا، تو اس سے یہ کہا جائے گا: اس شخص کے بارے میں تمہارا علم کیا ہے؟ تو مؤمن کہے گا: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس روشن دلائل اور ہدایت لے کر آئے ہیں۔ پس ہم نے آپ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت اور دعوت کو قبول کیا، اور ایمان لائے، اور ہم نے آپ ﷺ کی پیروی کی۔ تو اس مؤمن سے کہا جائے گا: آرام سے سو جا۔ ہم جانتے ہیں کہ تو مؤمن ہے۔ جو منافق اور کافر ہوگا وہ کہے گا: میں ان کے بارے میں خود تو کچھ جانتا نہیں، دوسرے لوگ جو کہا کرتے تھے، اس کو سن کر، وہی میں بھی کہتا تھا۔

☆ اس کے بعد عقل کہتی ہے جو انسان کے مکلف ہونے کا مدار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے اس کا حساب لے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی شہادت کو قبول کیا ہے اور اس کو دلیل کے طور پر قائم کیا ہے۔ اور اصول دین کو ثابت کیا ہے۔ اس مذہب کے خبیث ہونے پر گواہی دی ہے، اور اس کے عقیدہ کے فاسد ہونے پر بھی۔ اس مذہب کا مال کار اللہ تعالیٰ کی ذات میں نقائص کا ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان ظالم لوگوں کی بیان کردہ باتوں سے بہت بلند ہے۔

### 4.3: اللہ تعالیٰ سے نفی جہت کے دلائل

مشائخ طریقت نے بھی اسی کی خبر دی ہے جس کی عقل بھی گواہی دیتی ہے، اور قرآن مجید بھی اس کو ایسے اسلوب اور انداز سے بیان کرتا ہے جس کو اہل علم کے خاص لوگ ہی سمجھتے ہیں اور عام لوگ بھی اس کو نامانوس نہیں سمجھتے۔ اس کا بیان چند وجوہ سے ہے:

#### 4.3.1: برہان اول

پہلی دلیل پاکیزہ اور اعلیٰ حسب و نسب والے، علمائے کرام کے سردار، خیر الانبیاء کے وارث حضرت امام جعفر صادقؑ (الستوفی ص ۱۴۷) کے کلام سے متعین ہے، وہ فرماتے ہیں:

”جس شخص نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں ہیں یا وہ کسی چیز پر ہیں تو اس نے

شرک کیا۔ اس لیے کہ جب وہ کسی چیز میں ہوں گے تو وہ محصور ہوں گے۔ اور اگر وہ کسی چیز پر ہوں گے تو وہ محمول (اٹھائے ہوئے) ہوں گے۔ اگر وہ کسی چیز میں سے ہوں گے تو محدث ہوں گے۔“

### استدلال

1 اس دلیل سے استدلال یوں ہے: اگر اللہ تعالیٰ کسی جہت میں ہوتے تو اس کی طرف حسی طور پر اشارہ ہوتا، اور لوگ اس کو جانتے ہوتے، اور وہ اس کی طرف اشارہ حسی کو جائز قرار دیتے۔

2 جب جہت کے لحاظ سے اشارہ حسی ہے تو اس کا تناہی ہونا لازم آئے گا۔ یہ اس وقت ہے جب وہ ایک مخصوص جہت میں ہے اور دوسری جہات میں نہیں ہے۔ لہذا وہ ایک ہی جہت میں موجود ہوں گے، دوسری جہات میں نہیں۔ تناہی کا یہی تو معنی ہے۔ اور جو تناہی ہوگا وہ محدث ہوگا۔ اس لیے کہ اس سے ایک مخصوص مقدار کی تخصیص ہوگی، دوسری مقداروں سے نفی ہو جائے گی تو لازمی طور پر اس کا کوئی تخصیص ہوگا۔

3 یہ دلیل جس کو عقل سلیم قبول کرتی ہے: جہت کا قول اختیار کرنا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ خالق، مخلوق ہو جائے اور رب، مرلوب ہو جائے، اس کی ذات میں تصرف کیا جاسکے، اور وہ زیادتی اور نقصان کو قبول کر سکے۔

اللہ تعالیٰ ان ظالم لوگوں کی بیان کردہ باتوں سے بہت بلند ہے۔

## 4.3.2: برہان ثانی

یہ دلیل طریقت اور علم تحقیق کے شیخ حضرت شبلی بغدادی (المتوفی ۷۳۳ھ) کے کلام سے مستفاد ہے جب ان سے استواء علی العرش کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ جو رحمن ہے، وہ تو ازل سے موجود ہے۔ عرش تو محدث ہے۔ عرش تو اللہ تعالیٰ، جو رحمن ہے، کی بدولت قائم ہے۔“

استدلال ان لوگوں کے قول کی بنا پر جب اللہ تعالیٰ نے کسی خاص جہت کو اپنے لیے مخصوص کر لیا

ہے، (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہیں)، اور ان لوگوں نے اس کا نام عرش رکھ لیا ہے: تو یہ عرش معدوم ہوگا یا موجود ہوگا۔ قسم اول بالاتفاق محال ہے، اور اس لیے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی خاص جہت کو اپنے لیے مختص کرنا اشارہ حسیہ کو قبول کرنا ہے۔ اور اشارہ حسی معدوم کی طرف کرنا محال ہے۔ پس وہ موجود ہوگا۔ اور جب وہ موجود ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قدیم ہوگا، تو پھر اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے علاوہ ہمیں اس کو قدیم ماننا ہوگا۔ تو اس وقت یہ نہیں معلوم ہوگا کہ ان دونوں میں الہ کون سا ہے۔ یہ اس عقیدہ کا خبیث ہونا ظاہر کرتا ہے۔

اور اگر یہ حادث ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے لیے تمیز کا حادث ہونا ہوگا۔ تو اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ اللہ تعالیٰ صفات نفسی حادثہ کو قبول کرنے والے ہوں گے۔

### 4.3.3:۔ برہانِ ثالث

یہ برہان لسانِ طریقت، علم الحقیقت، طبیب القلوب، دلیل محبوب ابوالقاسم حضرت جنید بغدادی (المتوفی ۲۹۷ھ) کے کلام سے مستفاد ہے، وہ فرماتے ہیں: ”خالق کائنات جس کی نہ کوئی شبیہ اور نظیر ہے۔ اس سے مخلوق کیسے اتصال رکھ سکتی ہے جس کی مشابہت اور نظیر موجود ہے؟“۔ حیرانگی ہی حیرانگی! یہ تو عجیب و غریب خیال ہے!

استدلال اس استدلال کی تقریر یہ ہے:

۱ اگر اللہ تعالیٰ کسی جہت میں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس جہت سے بڑے ہوں گے، یا چھوٹے۔ اور حصر ضروری ہے۔

۲ اگر وہ بڑا ہے، تو جہت کے لحاظ سے اس کی مساوی مقدار اس مقدار سے مغائر ہوگی جو اس سے زیادہ ہے۔ تو اس طرح وہ اجزاء اور ابعاض سے مرکب ہوگا، یہ محال ہے۔ اس لیے کہ جو مرکب ہوگا وہ اپنے اجزاء کا محتاج ہوگا، اس کے اجزاء اس کے غیر ہوں گے۔ اور ہر مرکب غیر کا محتاج ہوتا ہے۔ جو بھی غیر کا محتاج ہوگا وہ الہ نہیں ہو سکتا۔

۳ اگر وہ جہت کے لحاظ سے مقدار کے مساوی ہوگا۔ اور جہت اپنے بعض کی طرف اشارہ حسی کے ممکن ہونے کی وجہ سے منقسم ہوگی۔ پس مقدار کے لحاظ سے مساوی ہوگا۔

منقسم ہوگا۔

- ۴ اگر وہ اس سے چھوٹا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت بلند ہیں۔
- ۵ اگر وہ جو ہر فرد کے لحاظ سے مساوی ہے۔ تو ان لوگوں نے اپنے آپ کو اس بات پر راضی کر لیا ہے کہ ان کا معبود جو ہر فرد کی مقدار والا ہے۔ ایسی بات کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا۔ اگرچہ ان کا مذہب ایسا ہی ہے کہ کوئی عاقل اس کو کہہ ہی نہیں سکتا۔ لیکن یہ تو بادی النظر میں بھی ایسا ہی ہے کہ اس پر جاہل فرنگی بھی ہنستا ہے۔
- ۶ اگر وہ اس سے بڑا ہے تو پھر بھی وہ منقسم ہو گیا ہے۔
- پس اس مذہب کی طرف دیکھو! جو چیزیں اس پر لازم ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو اس سے بہت بڑے اور بلند ہیں۔

نوٹ جو ہر فرد سے مراد جزء لا یتجزی ہے، جو متکلمین کے نزدیک قابل تقسیم نہیں ہوتا، مگر حکماء کے نزدیک قابل تقسیم ہوتا ہے۔

#### 4.3.4:۔ برہان رابع

یہ برہان حضرت جعفر بن نصیر بغدادی (المتوفی ۳۲۸ھ) کے کلام سے مستفاد ہے جب ان سے آیت ”الرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی“ (سورت طہ: ۵) (وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے) کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو احاطہ کیے ہوئے ہے اور کوئی چیز اس کے زیادہ قریب نہیں ہے۔“

استدلال اس برہان کی تقریر یہ ہے:

۱ جہات کی نسبت اللہ تعالیٰ کے لحاظ سے برابر ہے۔ پس یہ بات ممتنع ہے کہ وہ کسی ایک جہت میں ہوں۔

۲ اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جہات کی نسبت برابر ہے: یہ بات ثابت ہے کہ جہت ایک وجودی امر ہے۔ پس اگر یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قدیم ہے، تو وہ

قدیمی جدا جدا ذات والے وجودوں کو ماننا لازم آئے گا، اس لیے کہ اگر ان دو ذات والے وجودوں کو جدا جدا نہ مانا جائے، تو پھر جہت ہی اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہی جہت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تو اس سے بہت بلند ہے۔

اگر جہت قدیمی نہیں ہے، تو پھر اس کو خاص کرنا اس وجہ سے ہوگا کہ وہ بذات خود اس کی مقتضی ہے۔ تو اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ وہ ذات (جہت) صفات نفسی میں فاعل ہے، یا وہ غیر ذاتی ہے، تو جہات کی نسبت اس کی ذات کی طرف مساوی ہے۔ تو ایک جہت کو دوسری جہت پر ترجیح دینا اس کی ذات سے امر خارج ہے۔ تو اس سے ایک جہت کا خاص کرنا دوسری کے لحاظ سے احتیاج کا سبب ہوگا۔ جہت کو مختص کرنا یہ عین تحیز ہے۔ تحیز متحیز کی ذات کے ساتھ صفت قائمہ ہے۔ تو اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ اس کی ذات کی صفت دوسری ذات کی محتاج ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔

#### 4.4: نفی جہت کی براہین کے خلاف دلائل کا رد

اس بات کو جاننا چاہیے کہ یہ دلائل و براہین جن کو ہم نے ذکر کیا ہے اور ان کو ہم نے مشائخ طریقت سے حاصل کیا ہے۔ ان دلائل کو انہوں نے قرآن مجید سے ہی مستنبط کیا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ جو کچھ قرآن مجید میں ہے اس کو ہر ایک جاننے والا ہوتا ہے۔ ہر انسان بقدر ظرف ہی اس سے سیراب ہوتا ہے، حالانکہ اس کے پانی سے ایک قطرہ بھی کم نہیں ہوتا ہے۔

قرآن مجید سے سلف ان لڑائیوں اور غلبہ اسلام کو مستنبط کرتے تھے جو واقع ہوتی تھیں۔ حضرت ابن برجان (عبدالسلام بن عبدالرحمن بن محمد اللخمی الاشعری ابو الحکم التوفی ۵۳۶ھ) نے قرآن مجید سے مستنبط کیا کہ بیت المقدس سلطان صلاح الدین کے ہاتھ اسی سال فتح ہوگا۔

بعض متاخرین نے ”سورت الروم“ سے مستنبط کیا کہ اس میں ۳۷ھ کے بعد حادثات کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت کعب احبارؓ (التونی ۳۲ھ) نے تورات سے مستنبط کیا کہ حضرت عبداللہ بن قلابہؓ (التونی ۱۰۴ھ) ہی ارم ذات العماد میں داخل ہوں گے، کوئی دوسرا وہاں نہیں داخل ہوگا۔ وہ یہ بھی استنباط کرتے تھے جو حضرات صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں فتوحات کا ظہور ہوا اور جو شام کے لشکروں کے ساتھ معاملہ ہوا۔ اور یہ مشہور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے علوم بھی اتارے ہیں جن کو خلق کثیر نہیں جانتی ہے۔ ۳  
کچھ دوسرے مضامین کو نہیں جانتے ہیں۔ کلام فقہاء سے استنباط احکام کرنے والوں کے مراتب بھی مختلف ہیں، اسی طرح شعراء کے قصائد میں سے معانی کو نکالنے والے بھی مختلف مراتب کے ہیں۔

## 4.5: قرآن پاک سے نفی جہت کے دلائل

قرآن مجید میں جو نفی جہت کے دلائل ہیں، ان کو خاص اہل علم تو بخوبی جانتے ہیں اور عام لوگ بھی ان سے ناواقف نہیں ہیں۔ ان دلائل میں سے چند دلائل یہ ہیں:

آیت 1 لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ. وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوریٰ: ۱۱)

ترجمہ: کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔  
استدلال: اگر اس ذات کو جہت کے لحاظ سے کوئی چیز گھیر رہی ہے، تو وہ چیز اس کے لیے مثل ہوگی اس لیے کہ وہ بعض لحاظ سے اس کو گھیرنے والی ہوگی (حالانکہ اس کی کوئی مثل نہیں ہے)۔

آیت 2 هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا (مریم: ۶۵)

ترجمہ: کیا تمہارے علم میں کوئی اور ہے جو اس جیسی صفات رکھتا ہو؟  
استدلال: ”سَمِيًّا“ کا معنی ہے: ”مِثْلًا“۔ پس اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مثال، شبیہ اور نظیر نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (التونی ۶۸ھ) فرماتے ہیں: کیا تو رب تعالیٰ کے لیے کوئی مثال اور شبیہ جانتا ہے؟

آیت 3 أَلَلَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ. لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ. لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ. مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ. يَعْلَمُ مَا

بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ. وَلَا يَحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ .  
وَبِعَ كُرْمِيَّةِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ. وَلَا يَؤُودُهُ حِفْظُهُمَا. وَهُوَ الْعَلِيُّ  
الْعَظِيمُ. (سورت البقره: ۲۵۵)

ترجمہ:- اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو سدا زندہ ہے، جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے؛ جس کو نہ کبھی اُدگھ لگتی ہے، نہ نیند۔ آسمانوں میں جو کچھ ہے (وہ بھی) اور زمین میں جو کچھ ہے (وہ بھی)، سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے؟ وہ سارے بندوں کے تمام آگے پیچھے کے حالات کو خوب جانتا ہے۔ اور وہ لوگ اُس کے علم کی کوئی بات اپنے علم کے دائرے میں نہیں لاسکتے، سوائے اُس بات کے جسے وہ خود چاہے۔ اس کی کرسی نے سارے آسمانوں اور زمین کو گھیرا ہوا ہے؛ اور ان دونوں کی نگہبانی سے اُسے ذرا بھی بوجھ نہیں ہوتا۔ اور وہ بڑا عالی مقام، صاحبِ عظمت ہے۔

استدلال اس آیت میں لفظ: "الْقَيُّومُ" (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) کے معنی سے، خصوصاً اس لیے بھی کہ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے، کہ وہ ذات خود قائم ہے، اور اس کے علاوہ کوئی ذات خود قائم نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کسی جہت کے ساتھ قائم ہو تو وہ اپنے علاوہ کسی اور کے سہارے قائم ہوگی، (جو محال ہے)۔

تشریح مصنف اس اسم: "الْقَيُّومُ" (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) سے دو امور کو سمجھا رہے ہیں:

اول لفظ: "الْقَيُّومُ" (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) کے اطلاق سے مصنف وہی بات سمجھا رہے ہیں جو وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے سمجھا رہے ہیں:

هَلْ نَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا (مریم: ۶۵)

ترجمہ کیا تمہارے علم میں کوئی اور ہے جو اس جیسی صفات رکھتا ہو؟

یعنی لفظ: "الْقَيُّومُ" (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مثل اور مثال نہیں ہے۔ لہذا وہ بذاتِ خود قائم ہے اور باقی تمام مخلوق اس کے وجود سے ہی قائم ہے۔ بذاتِ خود قائم تو صرف ایک ہی ذات اللہ

تعالیٰ کی ہے جس کی کوئی مثل اور مثال نہیں ہے۔ وہ جو کسی کے سہارے قائم ہونے والی (مخلوق) ہو وہ تو متعدد ہیں۔

دوم لفظ: "الْقَيُّومُ" (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) میں مبالغہ کے صیغہ سے یہ بات مفہوم ہو رہی ہے، یعنی اس ذات کے قائم ہونے میں بھی مبالغہ ہے۔ اس مبالغہ کے صیغہ سے علامہ ابن چہیلؒ نے یہ بات سمجھا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کسی دوسرے کی احتیاج نہیں ہے، اور یہ نئی جہت پر دلالت کر رہا ہے۔ اس لیے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی طرف جہت کی نسبت کا قول کریں گے تو اللہ تعالیٰ کو جہت کا محتاج ماننا پڑے گا اور یہ تو لفظ: "الْقَيُّومُ" (جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے) کے مفہوم اور مدلول کے منافی ہے، جس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ بذات خود قائم ہیں اور اس کو کسی دوسرے کی احتیاج بالکل نہیں ہے، جب کہ دوسری تمام مخلوق اسی کے سہارے قائم ہے۔

آیت 4 هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ. يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ. وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. (الحشر: ۲۴)

ترجمہ وہ اللہ وہی ہے جو پیدا کرنے والا ہے، وجود میں لانے والا ہے، صورت بنانے والا ہے۔ اسی کے سب سے اچھے نام ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں جتنی چیزیں ہیں، وہ اس کی تسبیح کرتی ہیں، اور وہی ہے جو قدرت ار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔

استدلال اس آیت میں لفظ: "الْمُصَوِّرُ" (صورت بنانے والا ہے) کے مفہوم سے یہ واضح ہے، اس لیے کہ اگر وہ ذات کسی جہت میں ہو تو اس کی تصویر بنائی جاسکتی ہے۔ پس اگر وہ اپنی تصویر خود بنانے والا ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور ہو، یہ دونوں محال ہیں۔

آیت 5 وَيَخْمَلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةَ. (الحاقة: ۱۷)

ترجمہ اور آپ ﷺ کے پروردگار کے عرش کو اس روز اٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے۔ استدلال اگر اللہ تعالیٰ کی ذات عرش پر تھی تو وہ ذات تو اٹھائی ہوئی ہوگی (اور یہ محال ہے)۔

آیت 6 كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ. (القصص: ۸۸)

ترجمہ سوائے ذاتِ خداوندی کے ہر چیز اپنی ذات سے فانی اور معدوم ہے۔



استدلال اس آیت سے یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔ عرش بھی فنا ہو جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں یہ بات مان لیں کہ وہ پہلے (عرش کے پیدا ہونے سے پہلے) کسی جہت میں نہیں تھا، پھر (عرش کے پیدا ہونے کے بعد) وہ کسی جہت میں ہو گیا، پھر (عرش کے فنا ہونے کے بعد) وہ کسی جہت میں نہیں ہوگا۔ تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات میں تغیر اور تبدیلی کا ہونا پایا جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں محال ہے۔

تشریح علامہ ابن جبہلؒ اس آیت سے یہ بات سمجھا رہے ہیں کہ عرش عدم سے وجود میں آیا ہے اور وہ اس آیت: ”كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ“ کے مقتضی کے مطابق دوبارہ معدوم بھی ہو جائے گا۔ اور عرش عنقریب اس نص: ”كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ“ (القصص: ۸۸) کے مطابق فنا اور ہلاک ہو جائے گا۔

اس بنا پر اللہ تعالیٰ کو عرش سے پہلے جس چیز نے اٹھایا تھا، جہت کے معنی کے لحاظ سے وہ موجود تھی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف جہت کی نسبت کا قول اختیار کریں تو وہ عرش کی طرف اس کے وجود کے آنے کے بعد منتقل ہوگی۔ اور پھر وہ عرش کے فنا ہو جانے کے بعد دوبارہ اسی کی طرف لوٹ جائے گی۔ عرش کی طرف منتقل ہونا، اور پھر اس سے جدا ہو جانا، تو تغیرات کا آجانا ہے۔ تغیرات تو حوادث کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اس منزہ اور پاک ہے۔ (من جانب مترجم)

## 4.6: حافظ ابن تیمیہؒ کا رد

اس مدعی (حافظ ابن تیمیہؒ) نے جب یہ بات جان لی کہ قرآن پاک اس قسم کی اشیاء اور اشارات سے بھرا پڑا ہے، تو اس نے یہ بات کہہ دی: ان اشیاء کی دلالت تو معمرہ اور پہلی جیسی ہے۔

کیا اس مغرور شخص کے علم میں یہ بات نہیں آئی کہ علم العقائد کے اسرار و رموز کو عوام الناس کی عقلیں ہرگز نہیں سمجھ سکتیں۔ یہ اسرار و رموز تو ایسے ہی بیان ہوئے ہیں۔

قرآن مجید میں جسمیت کی نفی بھی تو اسی انداز میں بیان ہوئی ہے۔ کیا اذہان اور عقول مخفی چیزوں کے استنباط کے علاوہ کسی اور چیز پر فخر کرتی ہیں؟ جیسا کہ حضرت امام شافعیؒ نے قرآن مجید کی اس آیت سے اجماع کی دلیل کے حجت ہونے کو مستنبط کیا ہے:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ  
الْمُؤْمِنِينَ. نُؤَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ. وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ. وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء: ۱۱۵)

ترجمہ اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول اللہ (ﷺ) کی مخالفت کرے، اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے۔ اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کر دیں گے جو اس نے خود بنائی ہے، اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

اسی طرح قیاس کو اس آیت سے مستنبط کرنا:

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ. (الحشر: ۳)

لہذا اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کر لو۔

جیسے حضرت امام شافعیؒ نے اس حدیث سے خیار مجلس کو اپنے بھائی کی بیع کے اوپر بیع کی نہیں سے مستنبط کیا ہے۔

یہ حدیث بہت سی کتب میں موجود ہے۔ بخاری، مسلم اور ترمذی کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَالِحِ أَبِي  
الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، رَفَعَهُ إِلَى حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ  
يَتَفَرَّقَا — أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا — فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَّا بُورِكَ لَهُمَا فِي  
بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَّتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا". (بخاری رقم ۲۰۷۹)

۲ حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا  
الْخَلِيلِ، يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا. أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا. فَإِنْ صَدَقَا وَبَيْنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا". (بخاری رقم ۲۰۸۲، ۲۰۱۰)

حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اخْتَرْ، وَرُبَّمَا قَالَ: أَوْ يَكُونُ بَيْعَ خِيَارٍ". (بخاری رقم ۲۱۰۹)

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْبَيْعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ، مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ".

(مسلم: رقم: ۱۵۳۱: ۲۳۳ رقم فؤاد عبد الباقی)

حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَخْتَارَا". قَالَ: فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا ابْتَاعَ بَيْعًا وَهُوَ قَاعِدٌ قَامَ لِيَجِبَ لَهُ الْبَيْعُ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَرزَةَ، وَحَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَسُمْرَةَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ. حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

(ترمذی رقم ۱۲۳۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "خرید و فروخت کرنے والوں کو اختیار ہوتا ہے جب تک وہ وہاں سے جدا نہ ہو جائیں یا وہ دونوں اس کو اختیار نہ کر لیں۔"

حضرت امام نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی چیز کو خریدتے تو اگر وہ بیٹھے ہوتے تو کھڑے ہو جاتے تاکہ وہ بیع واجب ہو جائے۔

اس مسئلے کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمہور امت کو صرف کلمہ طیبہ:

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ“ کا ہی مکلف بنایا ہے، جیسا کہ حضرت امام شافعیؒ کے سوال کے جواب میں حضرت امام مالکؒ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اور باقی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد فرمایا ہے۔ اور ان سے اور ان کے اصحابؒ سے اس بارے میں صرف چند کلمات ہی منقول ہیں۔ ان جیسے مسائل تو مخفی ہی رہے۔ اس کی تشریحات سے کلام سربستہ راز ہی رہا۔

## 4.7: فصل ثانی: حافظ ابن تیمیہؒ کی طمع سازی اور اس کا رد

اس فصل میں مدعی کی طمع سازی کو باطل قرار دیا گیا ہے، جو اس نے قرآن و حدیث کے ظاہر پر مشتمل آیات و احادیث سے اخذ کرنے کی کوشش کی ہے اور جو ”مشکلمین“ کے قول پر تنزیہ باری تعالیٰ پر دلالت کرتا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں: فرمان باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ. هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخْرُ مُتَشَابِهَاتٌ. فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ. وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ. وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ. كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا. وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ. (آل عمران: ۷)

(اے رسول!) وہی اللہ ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے جس کی کچھ آیتیں تو محکم ہیں جن پر کتاب کی اصل بنیاد ہے اور کچھ دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔ اب جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ ان متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فتنہ پیدا کریں اور ان آیتوں کی تاویلات تلاش کریں، حالانکہ ان آیتوں کا ٹھیک ٹھیک مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور جن لوگوں کا علم پختہ ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ: ”ہم اس (مطلب) پر ایمان لاتے ہیں (جو اللہ کو معلوم ہے)۔ سب کچھ ہمارے پروردگار ہی کی طرف سے ہے۔“ اور نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ قرآن مجید میں محکم اور متشابہ آیات ہیں۔ متشابہ آیات کے بارے میں بندوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کی تاویل (معنی و مراد) کو اللہ تعالیٰ اور

راخین فی العلم (علم میں پختہ لوگوں) کی طرف لوٹائیں۔ لہذا اس کے بعد ہم یہ کہتے ہیں: نبوت کا مقصد نص کے ظاہر کو متشابہ پر پیش کرنا نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبوت کا مقصدِ اعظم تو عام لوگوں کو ہدایت دینا ہوتا ہے۔ پھر جب قرآن پاک کا اکثر حصہ محکم ہے، اور عوام الناس کو متشابہات میں غور و خوض سے روکنا ہے، تو مقصود حاصل ہو گیا، اگر شیطان لوگوں کو گمراہی اور ہلاکت میں نہ ڈال دے۔ اگر متشابہات کو لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کر دیا جائے، تو لوگوں کی عقلیں ان کے ادراک سے عاجز ہو جائیں گی۔

2 پھر متشابہات کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ ان سے علمائے کرام کے مراتب کو ایک دوسرے پر فضیلت دینا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ. (یوسف: ۷۶)

ترجمہ اور جتنے علم والے ہیں، ان سب کے اوپر ایک بڑا علم رکھنے والا موجود ہے۔

علاوہ ازیں ان متشابہات کے ذریعے اجر کے زیادہ ہونے کا حصول بھی ہے جو ان کے سمجھنے، سمجھانے، سیکھنے اور سکھانے میں کوشش کرنے سے ملتا ہے۔

3 یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اگر ان متشابہات کا مفہوم بھی بذاتِ خود واضح اور ظاہر ہوتا، تو لوگ ان سارے علوم کو نہ سیکھتے، بلکہ ان کو مکمل طور پر چھوڑ بیٹھتے۔ اگر کتاب اللہ بذاتِ خود ہی اتنی واضح ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو سمجھنے کے لیے کسی معین علم کی ضرورت ہی نہ ہوتی، پھر متشابہات میں ان سے خطاب کیا جاتا جو ان کے لحاظ سے عظیم ہے، اگرچہ معاملہ اس سے بھی بڑا ہے، جیسا کہ علامہ عبدالعزیز ماحسونؒ کے کلام میں اس پر تنبیہ بھی کر دی گئی ہے۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کی نعمتوں میں ارشاد فرمایا ہے:

فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ. وَطَلْحٍ مَّنْضُودٍ. وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ. وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ.

(الواقعة: ۲۸ تا ۳۱)

ترجمہ (وہ عیش کریں گے) کانٹوں سے پاک بیڑیوں میں! اور اوپر تلے لدے ہوئے کیلے کے درختوں میں، اور ڈور تک پھیلے ہوئے سائے میں، اور بہتے ہوئے پانی میں۔

یہ نعمتیں ان کے نزدیک بہت بڑی ہیں، اگرچہ جنت کی نعمتیں اس سے بہت بڑی ہیں جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَالَ اللَّهُ: أَغْدُذْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَيَّ قَلْبٍ بَشِيرٍ". (بخاری رقم ۷۴۹۸)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور بنی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جن کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، اسی کان نے نہیں سنا اور کسی دل میں اس کے بارے میں خیال بھی نہیں گزرا۔

## خاتمہ

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں بھی اس جنت میں ٹھکانا عطا فرمائے، ہمیں نور بصیرت عطا فرمائے، ہماری آنکھوں کو منور فرمائے، اور اپنے احسان و کرم سے ہمیں خالص اپنی رضا کے لیے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم اس بات کے منتظر ہیں گے کہ یہ مدعی اس بارے میں کیا وجہ و فساد برپا کرتے ہیں تاکہ ہم بھی اس کی گمراہی اور دین دشمنی کو واضح کریں۔

ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں پوری کوشش کریں گے۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حصّة دوم



# الحقائق الجلية

في الرد على ابن تيمية فيما

أورده في الفتوى الحموية

المؤلف

أحمد بن يحيى بن إسماعيل الشَّيْخ شهاب الدِّين

ابن جهيل الكلابي الحلبي الأصل  
(المتولد ٦٤٠هـ، المتوفى ٧٣٣هـ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَظِيمِ شَأْنُهُ، الْقُوَى سُلْطَانُهُ الْقَاهِرُ مَلَكُوتُهُ، الْبَاهِرُ  
جَبْرُوتُهُ، الْغَيْبِيُّ عَنِ كُلِّ شَيْءٍ وَكُلُّ شَيْءٍ مَفْتَقَرٌ إِلَيْهِ، فَلَا مَعُولَ لَشَيْءٍ مِنَ  
الْكَائِنَاتِ إِلَّا عَلَيْهِ.

أَرْسَلَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَحْجَةِ الْبَيْضَاءِ، وَالْمَلَّةِ  
الزَّهْرَاءِ، فَآتَى بِأَوْضَحِ الْبُرَاهِينِ، وَنُورِ مَحْجَةِ السَّالِكِينَ، وَوَصَفِ رَبِّهِ تَعَالَى  
بِصِفَاتِ الْجَلَالِ، وَنَفَى عَنْهُ مَا لَا يَلِيْقُ بِالْكِبْرِيَاءِ وَالْكَمَالِ، فَتَعَالَى اللَّهُ الْكَبِيرُ  
الْمَتَعَالِ، عَمَّا يَقُولُهُ أَهْلُ الْغَى وَالضَّلَالِ، لَا يَحْمِلُهُ الْعَرْشُ بِلِ الْعَرْشِ وَحَمَلْتَهُ  
مَحْمُولُونَ بِلَطْفِ قُدْرَتِهِ، مَقْهُورُونَ فِي قَبْضَتِهِ، أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمَاءُ، وَأَحْصَى  
كُلَّ شَيْءٍ عِدْدًا، مَطَّلَعَ عَلَى هَوَاجِسِ الضَّمَائِرِ، وَحَرَكَاتِ الْخَوَاطِرِ، فَسَبَّحَانَهُ  
مَا أَعْظَمَ شَأْنُهُ، وَأَعَزَّ سُلْطَانُهُ، "يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" لَافْتِقَارِهِمْ  
إِلَيْهِ: "كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ" لَاقْتِدَارِهِ عَلَيْهِ.

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ أَنْبِيَائِهِ وَمَبْلَغِ أَنْبَاءِهِ  
وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ.

### 0.1: سبب تأليف هذا الكتاب وخطة البحث

أما بعد: فالذي دعا إلى تسطير هذه النبذة، ما وقع في هذه المدة، مما  
علقه بعضهم في إثبات الجهة واغتر بها من لم يرسخ له في التعليم قدم،  
ولم يتعلّق بأذيال المعرفة ولا كبحه لجام الفهم، ولا استبصر بنور  
الحكمة، فأحييت أن:

١ أذكر عقيدة أهل السنة والجماعة.

٢ ثم أبين فساد ما ذكره، مع أنه لم يدعي غفوى إلا نقضها، ولا أطرده قاعداً إلا هدمها.

٣ ثم أمتدل على عقيدة أهل السنة وما يتعلّق بذلك.

وهنا أنا أذكر قبل ذلك مقدّمة يستضاء بها في هذا المكان. فأقول: وبالله المستعان.



## مقدمه

## 1.1: تمهيد: مذهب الحشوية وأنواعهم والرد عليهم

1 مَذْهَبُ الْحَشَوِيَّةِ فِي إِثْبَاتِ الْجَهَّةِ مَذْهَبٌ وَاهٍ سَاقِطٌ، يَظْهَرُ فَسَادُهُ مِنْ مُجَرَّدِ تَصَوُّرِهِ، حَتَّى قَالَتِ الْأَيْمَّةُ: لَوْلَا اغْتِرَارُ الْعَامَّةِ بِهِمْ لَمَا صَرَفَ إِلَيْهِمْ عَنَانَ الْفِكْرِ، وَلَا خَطَّ الْقَلَمِ فِي الرَّدِّ عَلَيْهِمْ، وَهُمْ فَرِيقَانِ: فَرِيقٌ لَا يَتَحَاشَى فِي إِظْهَارِ الْحَشْوِ: "وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَى شَيْءٍ. إِلَّا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ".

2 وفريق يتستر بمذهب السلف لسحت يأكله، أو حطام يأخذه، أو هوى يجمع عليه الطغام الجهلة، والرعاع السفلة لعلمه أن إبليس ليس له دأب إلا خذلان أمة محمد صلى الله عليه وسلم.

2 ولذلك لا يجمع قلوب العامة إلا على بدعة وضلالة، يهدم بها الدين، ويفسد بها اليقين، فلم يسمع في التواريخ أنه أخزاه الله جمع غير خوارج أو رافضة أو ملاحدة أو فرامطة. وأم أهل السنة والجماعة فلا تجتمع إلا على كتاب الله المبين وحبله المتين.

3 وفي هذا الفريق من يكذب على السابقين الأولين من المهاجرين والأنصار، ويزعم أنهم يقولون بمقالته.

4 ولو أنفق ملء الأرض ذهباً ما استطاع أن يروج عليهم كلمة تصدق دعواؤه، وتستر هذا الفريق بالسلف حفظاً لرياسته والحطام الذي يجتلبه: "يريدون أن يأمنوكم ويأمنوا قومهم". وهؤلاء يتحلون بالرياء والتشفي، فيجعلون الروث مفضضاً والكنيف مبيضاً، ويزهدون في الذرة ليحصلوا الدرّة.

- أظهروا للناس نسكا وعلى المنقوش داروا  
5 ومذهب السلف إنما هو التوحيد والتنزيه دون التجسيم والتشبيه،  
والمبتدعة تزعم أنها على مذهب السلف.
- وكل يدعون وصال ليلي ويلي لا تقر لهم بذاكا  
6 وكيف يعتقد في السلف أنهم يعتقدون التشبيه، أو يسكنون عند  
ظهور أهل البدع. وقد قال الله: "وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا  
الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ". وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: "وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ  
أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنَنَّ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ". وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: "لتبين  
للناس ما نزل إليهم".
- 7 ولقد كانت الصحابة رضي الله عنهم لا يخوضون في شيء من هذه  
الأشياء، لعلمهم أن حفظ الدهماء أهم الأمور مع أن سيف حججهم  
مرهفة ورماحها مشحودة،
- 8 ولذلك لما نبغت الخوارج وراجعهم حبر الأمة وعالمها وابنا عم  
رسولها، أمير المؤمنين علي بن أبي طالب وعبد الله بن عباس،  
فاهتدى البعض بالمناظرة، وأصر الباقون عنادا فتسلط عليهم  
السيف.
- 9 ولكن حكم السيف فيكم مسلطا فرضى إذا ما أصبح السيف راضيا  
وكذلك لما نبغ القدر ونجم به معتد الجهنى قيص الله تعالى له  
زاهد الأمة وابن فاروقها عبد الله عمر بن الخطاب رضي الله عنهما،
- 10 ولو لم تنبغ هاتان البدعتان لما تكلمت الصحابة رضي الله عنهم في  
رد هذا ولا يبطل هذا ولم يكن دأبهم إلا الحث على التقوى والغزو  
وأفعال الخير، ولذلك لم ينقل عن سيد البشر صلى الله عليه وسلم  
ولا عن أحد من أصحابه رضي الله عنهم أنه جمع الناس في مجمع  
غام ثم أمرهم أن يعتقدوا في الله تعالى كذا وكذا.

11 وَقَدْ أُصْدِرَ ذَلِكَ فِي أَحْكَامِ شَيْءٍ، وَإِنَّمَا تَكَلَّمَ فِيهَا بِمَا يَفْهَمُهُ الْخَاصُّ  
وَلَا يُنْكِرُهُ الْعَامُّ. وَبِاللَّهِ أَقْسَمُ يَمِينًا بَرَةً، مَا هِيَ مَرَّةٌ بَلْ أَلْفُ مَرَّةٍ،  
أَنَّ سَيِّدَ الرُّسُلِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقُلْ: أَيُّهَا النَّاسُ اعْتَقِدُوا أَنَّ  
اللَّهَ تَعَالَى فِي جِهَةِ الْعُلُوِّ. وَلَا قَالَ ذَلِكَ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ، وَلَا أَحَدٌ  
مِنَ الصَّحَابَةِ.

12 بَلْ تَرَكُوا النَّاسَ وَأَمَرَ التَّعْبُدَاتِ وَالْأَحْكَامِ، وَلَكِنْ لَمَّا ظَهَرَتِ الْبِدْعُ  
قَمَعَهَا السَّلَفُ. أَمَا التَّحْرِيكَ لِلْعُقَائِدِ، وَالتَّشْمِيرُ لِإِظْهَارِهَا وَإِقَامَةُ  
ثَائِرِهَا، فَمَا فَعَلُوا ذَلِكَ، بَلْ حَسَمُوا الْبِدْعَ عِنْدَ ظُهُورِهَا.

13 ثُمَّ الْحَشْوِيَّةُ إِذَا بَحَثُوا فِي مَسَائِلِ أَصُولِ الدِّينِ مَعَ الْمُخَالِفِينَ تَكَلَّمُوا  
بِالْمَعْقُولِ، وَتَصَرَّفُوا فِي الْمَنْقُولِ، فَإِذَا وَصَلُوا إِلَى الْحَشْوِ تَبَلَدُوا  
وَتَأَسَّوْا. فَتَرَاهُمْ لَا يَفْهَمُونَ بِالْعَرَبِيَّةِ وَلَا بِالْعَجْمِيَّةِ، كَلَّا وَاللَّهِ! وَاللَّهِ  
لَوْ فَهَمُوا لَهَامُوا، وَلَكِنْ اغْتَرَضُوا بَحْرَ الْهَوَى فَشَقَوْهُ وَعَامَوْا،  
وَاسْمَعُوا كُلَّ ذِي عَقْلٍ ضَعِيفٍ وَذَهْنٍ سَخِيفٍ، وَخَالَفُوا السَّلَفَ فِي  
الْكَفِّ عَنِ ذَلِكَ مَعَ الْعَوَامِّ.

14 وَلَقَدْ كَانَ الْحَسَنُ الْبُصْرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا تَكَلَّمَ فِي عِلْمِ التَّوْحِيدِ  
أَخْرَجَ غَيْرَ أَهْلِهِ.

15 وَكَانُوا رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى لَا يَتَكَلَّمُونَ فِيهِ إِلَّا مَعَ أَهْلِ السَّنَةِ مِنْهُمْ، إِذْ  
هِيَ قَاعِدَةُ أَهْلِ التَّحْقِيقِ، وَكَانُوا يَضُنُّونَ بِهِ عَلَى الْأَخْدَاثِ.

16 وَقَالُوا:

”الْأَخْدَاثُ هُمُ الْمُسْتَقْبِلُونَ الْأُمُورَ الْمُبْتَدِئُونَ فِي الطَّرِيقِ فَلَمْ يَجْرِبُوا  
الْأُمُورَ وَلَمْ يَرَسِّخْ لَهُمْ فِيهَا قَدَمٌ وَإِنْ كَانُوا أَبْنَاءَ سَبْعِينَ سَنَةً“.

17 وَقَالَ سَهْلٌ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى:

”لَا تَطْلَعُوا الْأَخْدَاثَ عَلَى الْأَسْرَارِ قَبْلَ تَمَكِّنِهِمْ مِنْ اِعْتِقَادِ أَنْ الْإِلَهَ  
وَاحِدٌ وَأَنَّ الْمَوْحِدَ فَرْدٌ، صَمَدٌ، مَنْزَهُ عَنِ الْكَيْفِيَّةِ، وَالْأَيْبَةِ. لَا تَحِيطُ

بِهِ الْأَفْكَارَ وَلَا تَكْفِيهِ الْأَلْبَابَ“.

18 وَهَذَا الْفَرِيقُ لَا يَكْتَفِي مِنْ إِيْمَانِ النَّاسِ إِلَّا بِاعْتِقَادِ الْجِهَةِ، وَكَأَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ الْحَدِيثَ الصَّحِيحَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: “أَمَرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ الْحَدِيثَ.

19 أَهْلًا يَكْتَفِي بِمَا كُتِفِي بِهِ نَبِيَهُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى إِنَّهُ يَأْمُرُ الزَّمَنِي (زَمِنٌ: كِي جَمْعٌ: لِنَجَاءِ، آفَتٌ) بِالْخَوْضِ فِي بَحْرٍ لَا سَاحِلَ لَهُ، وَيَأْمُرُهُمْ بِالْتَفْتِيْشِ عَمَّا لَمْ يَأْمُرْهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْتَفْتِيْشِ عَنْهُ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ. وَلَا تَنَازُلَ وَاكْتَفَى بِمَا نَقَلَ عَنِ إِمَامِهِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى.

## 1.2: مذهب الامام أحمد بن حنبل في الصفات

حَيْثُ قَالَ: “لَا يُوصَفُ اللَّهُ تَعَالَى إِلَّا بِمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ أَوْ وَصَفَهُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا نَتَجَاوَزُ الْقُرْآنَ وَالْحَدِيثَ، وَنَعْلَمُ أَنَّ مَا وَصَفَ اللَّهُ بِهِ مِنْ ذَلِكَ فَهُوَ حَقٌّ لَيْسَ فِيهِ لَغْزٌ وَلَا أَحَاجُ، بَلْ مَعْنَاهُ يَعْرِفُ مِنْ حَيْثُ يَعْرِفُ مَقْصُودَ الْمُتَكَلِّمِ بِكَلَامِهِ، وَهُوَ مَعَ ذَلِكَ: “لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ“ فِي نَفْسِهِ الْمَقْدُوسَةِ الْمَذْكُورَةِ بِأَسْمَائِهِ وَصِفَاتِهِ، وَلَا فِي أَعْمَالِهِ فَكَانَ يُنْبَغِي أَنْ اللَّهُ سُبْحَانَهُ لَهُ ذَاتٌ حَقِيقِيَّةٌ وَأَعْمَالٌ حَقِيقِيَّةٌ، وَكَذَلِكَ لَهُ صِفَاتٌ حَقِيقِيَّةٌ، وَهُوَ “لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ“ لَا فِي ذَاتِهِ وَلَا فِي صِفَاتِهِ، وَلَا فِي أَعْمَالِهِ، وَكُلُّ مَا أَوْجَبَ نَقْصًا أَوْ حَدُوثًا فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ مِنْزَهُ عَنْهُ حَقِيقَةٌ، فَإِنَّهُ سُبْحَانَهُ مُسْتَحَقٌّ لِلْكَمَالِ الَّذِي لَا غَايَةَ فَوْقَهُ، وَمَمْتَعٌ عَلَيْهِ الْخُدُوثُ لِامْتِنَاعِ الْعَدَمِ عَلَيْهِ، وَاسْتِلْزَامِ الْخُدُوثِ سَابِقَةَ الْعَدَمِ وَالتَّقَارُّمِ الْمُحَدَّثِ إِلَى مُحَدَّثِ وَوُجُوبِ وَجُودِهِ بِنَفْسِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى“.

هَذَا نَصُّ إِمَامِهِ فَهَلَا اكْتَفَى بِهِ.

وَلَقَدْ آتَىٰ إِمَامَهُ فِي هَذَا الْمَكَانِ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ، وَسَاقَ أُدْلَةَ الْمُتَكَلِّمِينَ عَلَىٰ مَا يَدْعِيهِ هَذَا الْمَارِقُ بِأَحْسَنِ رَدٍّ وَأَوْضَحِ مَعَانٍ، مَعَ أَنَّهُ لَمْ يَأْمُرْ بِمَا أَمَرَ هَذَا الْفَرِيقُ.

### 1.3: مذهب الإمام مالك والشافعي في

#### الصفات

وَقَدْ قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَىٰ:

سَأَلْتُ مَالِكًا عَنِ التَّوْحِيدِ، فَقَالَ: مَحَالٌ أَنْ نَنْظُرَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ عَلِمَ أُمَّتَهُ الْإِسْتِنْبَاءَ وَلَمْ يَعْلَمَهُمُ التَّوْحِيدَ، وَقَدْ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَمَرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" الْحَدِيثُ.

فَبَيَّنَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: أَنَّ الْهَيْطَلُوبَ مِنَ النَّاسِ فِي التَّوْحِيدِ هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلَيْهِ هَذَا الْحَدِيثُ، وَلَمْ يَقُلْ مِنَ التَّوْحِيدِ اعْتِقَادَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ فِي جِهَةِ الْعُلُوِّ.

وَسُئِلَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ عَنِ صِفَاتِ اللَّهِ، فَقَالَ:

"حَرَامٌ عَلَى الْعُقُولِ أَنْ تَمَثَّلَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَعَلَى الْأَوْهَامِ أَنْ تَحُدَّ وَعَلَى الظُّنُونِ أَنْ تَقْطَعَ وَعَلَى النُّفُوسِ أَنْ تَفَكَّرَ وَعَلَى الضَّمَائِرِ أَنْ تَعْمَقَ وَعَلَى الْخَوَاطِرِ أَنْ تَحِيطَ إِلَّا مَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

### 1.4: طريق السلف الصالحين

وَمَنْ تَقَضَىٰ وَفَتَشَ وَبَحَثَ، وَجَدَ أَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَالتَّابِعِينَ وَالصُّدُرَ الْأُولَىٰ، لَمْ يَكُنْ دَابَّهُمْ غَيْرَ الْإِمْسَاكِ عَنِ الْخَوْضِ

فِي هَذِهِ الْأُمُورِ، وَتَرَكَ ذِكْرَهَا فِي الْمَشَاهِدِ، وَلَمْ يَكُونُوا يَدْبِسُونَهَا  
إِلَى الْعَوَامِ، وَلَا يَتَكَلَّمُونَ بِهَا عَلَي الْمَنَابِرِ، وَلَا يُوَقِّعُونَ فِي قُلُوبِ  
النَّاسِ مِنْهَا هَوَاجِسَ، كَالْحَرِيقِ الْمَشْتَعِلِ، وَهَذَا مَعْلُومٌ بِالضَّرُورَةِ مِنْ  
سِيرِهِمْ، وَعَلَى ذَلِكَ بَيْنَنَا عَقِيدَتَنَا، وَأَسْسَانَا نَحْلَتَنَا، وَسَيَظْهَرُ لَكَ  
إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى مُوَافَقَتَنَا لِلْسَلْفِ، وَمُخَالَفَةَ الْمُخَالَفِ طَرِيقَتِهِمْ، وَإِنْ  
ادَّعَى الْإِتِّبَاعَ، فَمَا سَالِكَ غَيْرِ الْإِبْتِدَاعِ.

## 1.5: ادعاء المدعى والرد عليها

- 1 وَقَوْلُ الْمُدَّعِي إِنَّهُمْ أَظْهَرُوا هَذَا. وَيَقُولُ: عَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ، وَمَا عَلَّمَ هَذَا الْمَهْمُ! هَذَا يَهْرَجُ (بِاطِلٍ  
اورردی چیز) لَا يَمْشِي عَلَى الصَّيْرِ فِي النَّقَادِ؛ أَوْ مَا عَلَّمَ أَنَّ الْخِرَاءَةَ  
يَحْتَاجُ إِلَيْهَا كُلَّ وَاحِدٍ. وَرُبَّمَا تَكَرَّرَتِ الْحَاجَةُ إِلَيْهَا فِي الْيَوْمِ مَرَّاتٍ.  
وَأَيُّ حَاجَةٍ بِالْعَوَامِ إِلَى الْخَوْضِ فِي الصِّفَاتِ؟! نَعَمْ الَّذِي يَحْتَاجُونَ  
إِلَيْهِ مِنَ التَّوْحِيدِ قَدْ تَبَيَّنَ فِي حَدِيثٍ: "أَمَرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ".
- 2 ثُمَّ هَذَا الْكَلَامُ مِنَ الْمُدَّعِي يَهْدِمُ بُنْيَانَهُ، وَيَهْدِي أَرْكَانَهُ؛ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
عَلَّمَ الْخِرَاءَةَ تَضْرِيحًا، وَمَا عَلَّمَ النَّاسَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى فِي جِهَةِ الْعُلُوِّ.
- 3 وَمَا وَرَدَ مِنَ الْعَرْشِ وَالسَّمَاءِ فِي الْأَسْتَوَاءِ، قَدْ بَنَى الْمُدَّعِي مَبْنَاهُ،  
وَأَوْثَقَ عُرْوَى دَعْوَاهُ عَلَى أَنْ الْمُرَادُ بِهِمَا شَيْءٌ وَاحِدٌ، وَهُوَ: جِهَةُ الْعُلُوِّ،  
فَمَا قَالَهُ هَذَا الْمُدَّعِي لَمْ يُعَلِّمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتَهُ،  
وَعَلِمَهُمُ الْخِرَاءَةَ.
- 4 فَعِنْدَ الْمُدَّعِي: يَجِبُ تَعْلِيمُ الْعَوَامِ حَدِيثَ الْجِهَةِ، وَمَا عَلَّمَهَا رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ!

## 1.6: - طريق السكوت طريق الأسلام

وَأَمَّا نَحْنُ فَأَلْدَى نَقُولُهُ أَنَّهُ لَا يَخَاضُ فِي مِثْلِ هَذَا وَيَسْكُتُ عَنْهُ كَمَا  
 سَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ، وَيَسْعَا مَا وَسِعَهُمْ،  
 وَلِذَلِكَ لَمْ يُوجَدْ مِنَّا أَحَدٌ يَأْمُرُ الْعَوَامَ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْضِ فِي  
 الصُّفَاتِ، وَالْقَوْمُ وَقَدْ جَعَلُوا دَابَّهُمُ الدُّخُولَ فِيهَا وَالْأَمْرَ بِهَا. فليت  
 شعري من الأشبه بالسلف؟!!

## عقيدة أهل السنة والجماعة

وَمَا نَحْنُ تَذَكِّرُ عَقِيدَةَ أَهْلِ السُّنَّةِ فَنَقُولُ:

عقيدتنا: "أَنَّ اللَّهَ قَدِيمٌ، أَزَلِيٌّ، لَا يَشْبَهُ شَيْئًا، وَلَا يُشَبَّهُهُ شَيْءٌ، لَيْسَ لَهُ جِهَةٌ، وَلَا مَكَانٌ، وَلَا يَجْرِي عَلَيْهِ وَقْتُ، وَلَا زَمَانٌ، وَلَا يُقَالُ لَهُ: أَيْنَ، وَلَا حَيْثُ، يُرَى لَا عَن مَّقَابِلَةٍ، وَلَا عَالِي مَقَابِلَةٍ. كَانَ وَلَا مَكَانٌ، كَوْنُ الْمَكَانِ، وَدَبَّرَ الزَّمَانَ. وَهُوَ الْآنَ عَلِيٌّ مَا عَلَيْهِ كَانَ".

### 2.1: عقيدة مشايخ الطريق رحمهم الله تعالى

هَذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَعَقِيدَةُ مَشَايِخِ الطَّرِيقِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى. قَالَ الْجُنَيْدُ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: "مَتَى يَتَّصَلُ مِنْ لَا شَبِيهِ لَهُ وَلَا نَظِيرَ لَهُ بِمَنْ لَهُ شَبِيهِ وَنَظِيرٌ".

وَكَمَا قِيلَ لِيَحْيَى بْنِ مَعَاذِ الرَّازِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: أَخْبَرَنَا عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ:

قَالَ: إِلَهٌ وَاحِدٌ.

فَقِيلَ لَهُ: كَيْفَ هُوَ؟

فَقَالَ: مَا لَكَ قَادِرٌ.

فَقِيلَ لَهُ: أَيْنَ هُوَ؟

فَقَالَ: بِالْمَرْصَادِ.

فَقَالَ السَّائِلُ: لِمَ أَسْأَلُكَ عَنِ هَذَا؟

فَقَالَ: مَا كَانَ غَيْرَ هَذَا كَانَ صِفَةَ الْمَخْلُوقِ. فَأَمَا صِفَتُهُ فَمَا أَخْبَرْنَا



عنه.

وكما سأل ابن شاهين رحمه الله تعالى، الجنيذ رحمه الله تعالى عن معنى "مع"؟

فقال: "مع" على معنيين: مع الأنبياء بالنصرة والكلاءة؛ قال الله تعالى: "إِنِّي مَعَكُمْ أَسْمَعُ وَأَرَى". ومع العالم بالعلم والإحاطة؛ قال الله تعالى: "مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ".

فقال ابن شاهين: مثلك يصلح دالاً للامة على الله.

وسئل ذو النون المصري رحمه الله تعالى عن قوله تعالى: "الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى".

فقال: أثبت ذاته ونفى مكانه، فهو موجود بذاته، والأشياء بحكمته كما شاء سبحانه.

وسئل عنه الشبلي رحمه الله تعالى، فقال: الرحمن لم يزل، والعرش محدث، والعرش بالرحمن استوى.

وسئل عنها جعفر بن نصير رحمه الله تعالى، فقال: "استوى علمه بكل شيء، وليس شيء أقرب إليه من شيء".

وقال جعفر الصادق رحمه الله تعالى: من زعم أن الله في شيء، أو من شيء، أو على شيء، فقد أشرك، إذ لو كان في شيء لكان محصوراً، ولو كان على شيء لكان محمولاً، ولو كان من شيء لكان محدثاً.

وقال محمد بن محبوب رحمه الله تعالى، خادم أبي عثمان المغربي رحمه الله تعالى، قال لي أبو عثمان المغربي، رحمه الله تعالى، يوماً:

يا محمد! لو قال لك قائل: أين معبودك؟ أيش تقول:

قلت: أقول حيث لم يزل.

قال: فإن قال لك: فأين كان في الأزل، أيش تقول؟

قلت: حيثُ هو الآن. يعني: أنه كانَ وَلَا مَكَانَ، فَهُوَ الآنَ كَمَا كَانَ.  
قَالَ: فارتضى ذلك منى، وترع قميصه وأعطانيه.

9 وَقَالَ أَبُو عُثْمَانَ الْمَغْرِبِيُّ، رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: كُنْتُ أَعْتَقِدُ شَيْئاً مِنْ  
خَدِيثِ الْجَهَّةِ، فَلَمَّا قَدِمْتُ بَغْدَادَ زَالَ ذَلِكَ عَن قَلْبِي. فَكُتِبَتْ إِلَيَّ  
أَصْحَابِي بِمَكَّةَ أَنِّي اسْلَمْتُ الآنَ اسْلاماً جَدِيداً. قَالَ: "فَرَجَعَ كُلٌّ مِنْ  
كَانَ تَابِعَهُ عَن ذَلِكَ".

فَهَذِهِ كَلِمَاتُ أَعْلَامِ أَهْلِ التَّوْحِيدِ، وَأئِمَّةِ جُمْهُورِ الْأُمَّةِ، سِوَى هَذِهِ  
الشَّرْذِمَةِ الزَّائِغَةِ. وَكُتِبَهُمْ طَافِحَةٌ بِذَلِكَ.

وَرَدَّهُمْ عَلَيَّ هَذِهِ النَّازِعَةُ لَا يَكَادُ يَحْصُرُ، وَلَيْسَ غَرَضُنَا بِذَلِكَ  
تَقْلِيدَهُمْ، لَمَنْعِ ذَلِكَ فِي أَصُولِ الدِّيَانَاتِ، بَلْ إِنَّمَا ذَكَرْتُ ذَلِكَ  
لِيَعْلَمَ أَنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ السَّنَةِ مَا قَدَّمْنَاهُ.

## 2.2: موقف أهل السنة من آيات الصفات

ثُمَّ إِنْ قَوْلُنَا: إِنْ آيَاتِ الصِّفَاتِ وَأَخْبَارُهَا، عَلَيَّ مِنْ يَسْمَعُهَا وَظَائِفِ  
التَّقْدِيرِ، وَالْإِيمَانِ بِمَا جَاءَ عَنِ اللَّهِ تَعَالَى وَعَنْ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ عَلَيَّ مُرَادَ اللَّهِ تَعَالَى، وَمُرَادَ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،  
وَالْتَصَدِيقِ وَالْإِعْتِرَافِ بِالْعَجْزِ، وَالسُّكُوتِ وَالْإِمْسَاكِ عَنِ التَّصَرُّفِ  
فِي الْأَلْفَافِ الْوَارِدَةِ. وَكَفِ الْبَاطِنُ عَنِ التَّفَكُّرِ فِي ذَلِكَ، وَاعْتِقَادِ أَنْ  
مَا خَفِيَ عَلَيْهِ مِنْهَا لَمْ تَخَفْ عَنِ اللَّهِ وَلَا عَنِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ. وَسَيَأْتِي شَرْحُ هَذِهِ الرُّظَائِفِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

فليت شعري:

- 1 فِي أَيِّ شَيْءٍ نُخَالِفُ السَّلَفَ؟!
- 2 هَلْ هُوَ فِي قَوْلِنَا: كَانَ وَلَا مَكَانَ؟
- 3 أَوْ فِي قَوْلِنَا: إِنَّهُ تَعَالَى كَرَّرَ الْمَكَانَ؟

أَوْ فِي قَوْلِنَا: وَهُوَ الْآنَ عَلَى مَا عَلَيْهِ كَانَ؟  
 أَوْ فِي قَوْلِنَا: تَقَدَّسَ الْحَقُّ عَنِ الْجِسْمِيَّةِ وَمُشَابَهَتِهَا؟  
 أَوْ فِي قَوْلِنَا: يَجِبُ تَصْدِيقُ مَا قَالَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَرَسُولُهُ بِالْمَعْنَى الَّتِي  
 أَرَادَ؟

أَوْ فِي قَوْلِنَا يَجِبُ الْإِغْتِرَافُ بِالْعَجْزِ؟  
 أَوْ فِي قَوْلِنَا نَسَكْتَ عَنِ السُّؤَالِ وَالْخَوْضِ فِيمَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ؟  
 أَوْ فِي قَوْلِنَا يَجِبُ إِمْسَاكُ اللِّسَانِ عَنِ تَغْيِيرِ الظُّوَاهِرِ بِالزِّيَادَةِ  
 وَالنَّقْصَانِ!!؟  
 وليت شعري:

فِي مَاذَا وافقوا هم السلف؟  
 هَلْ فِي دُعَائِهِمْ إِلَى الْخَوْضِ فِي هَذَا، وَالْحَثِّ عَلَى الْبَحْثِ مَعَ  
 الْأَحْدَاثِ الْغَرِيبِ؟، وَالْعَوَامِ الطَّغَامِ الَّذِينَ يَعْجِزُونَ عَنِ غَسْلِ مَحَلِّ  
 النِّجْوَةِ وَإِقَامَةِ دَعَائِمِ الصَّلَاةِ؟  
 أَوْ وافقوا السلف في تَنْزِيهِ الْبَارِي سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَنِ الْجِهَةِ؟  
 وَهَلْ سَمِعُوا فِي كِتَابِ اللَّهِ، أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمِ عَنِ السَّلَفِ، أَنَّهُمْ وَصَفُوا  
 اللَّهَ تَعَالَى بِجِهَةِ الْعُلُوِّ؟  
 وَأَنْ كُلَّ مَا لَا يَصِفُهُ بِهِ فَهُوَ ضَالٌّ مُضِلٌّ مِنْ فِرَاقِ الْفَلَسْفَةِ وَالْهِنُودِ  
 وَالْيُونَانِ؟

أَنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَكَفَى بِهِ إِثْمًا مُبِينًا (النساء: ٥٠)

## مناقشة ابن تيمية في مذهبه

وَنَحْنُ الْآنَ نَبْتَدِئُ بِإِفْسَادِ مَا ذَكَرَهُ، ثُمَّ بَعْدَ ذَلِكَ نَقِيمُ الْحُجَّةَ عَلَى  
نَفْيِ الْجَهَّةِ وَالتَّشْبِيهِ، وَعَلَى جَمِيعِ مَا يَدْعِيهِ، وَبِاللَّهِ الْمُسْتَعَانَ.

### 3.1: أولاً: بيان فساد ما ذهب إليه ابن تيمية

#### 3.1.1: - عرض حجج الخصم ومناقشتها

- 1 فَأَقُولُ: ادَّعَى أَوَّلًا أَنَّهُ يَقُولُ بِمَا قَالَ اللَّهُ، وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ، وَالسَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.  
ثُمَّ إِنَّهُ قَالَ مَا لَمْ يَقُلْهُ اللَّهُ، وَلَا رَسُولُهُ، وَلَا السَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ  
الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، وَلَا شَيْئًا مِنْهُ.
- 2 فَأَمَّا الْكِتَابُ وَالتَّسَنُّةُ فَسَنِينٌ مُخَالَفَتَهُ لِهَئِمَا.
- 3 وَأَمَّا السَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ ﷺ، فَذَكَرَهُ لَهُمْ فِي  
هَذَا الْمَوْضِعِ اسْتِعَارَةً لِلتَّهْوِيلِ، وَإِلَّا فَهُوَ لَمْ يُورِدْ مِنْ أَقْوَالِهِمْ كَلِمَةٌ  
وَاحِدَةً، لَا نَفِيًّا وَلَا إِثْبَاتًا، وَإِذَا تَصَفَّحْتَ كَلَامَهُ عَرَفْتَ ذَلِكَ. اَللَّهُمَّ  
إِلَّا أَنْ يَكُونَ مُرَادُهُ بِالسَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ مَشَائِخَ  
عَقِيدَتِهِ دُونَ الصَّحَابَةِ ﷺ.
- 4 وَأَخَذَ بَعْدَ هَذِهِ الدَّعْوَى فِي مَدْحِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي مَدْحِ  
... دِينِهِ، وَأَنْ أَصْحَابَهُ ﷺ أَعْلَمُ النَّاسَ بِذَلِكَ.
- 5 وَالْأَمْرُ كَمَا قَالَهُ وَفَوْقَ مَا قَالَهُ. وَكَيْفَ الْمَدَائِحُ تَسْتَوْفِي مَنَاقِبَهُ!!

- وَلَكِنْ كَلَامَهُ كَمَا قَالَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: "كَلِمَةٌ حَقٌّ أُرِيدَ بِهَا بَاطِلٌ".
- 6 ثُمَّ أَخَذَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي ذَمِّ الْأَيْمَةِ وَأَعْلَامِ الْأُمَّةِ، حَيْثُ اعْتَرَفُوا بِالْعَجْرِ عَنْ إِذْرَاكَهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى مَعَهُ أَنْ سَيِّدَ الرُّسُلِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا أَحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا اثْنَيْتَ عَلَيَّ لِنَفْسِكَ". وَقَالَ الصَّدِيقُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: "الْعَجْزُ عَنْ دَرَكِ الْإِذْرَاكِ إِذْرَاكٌ".
- 7 وَتَجَاسَرَ الْمُدَّعِي عَلَى دَعْوَى الْمَعْرِفَةِ وَأَنَّ ابْنَ الْحَيْضِ قَدْ عَرَفَ الْقَدِيمَ عَلَى مَا هُوَ عَلَيْهِ! وَلَا غُرُورَ وَلَا جَهْلَ أَعْظَمَ مِمَّنْ يَدَّعِي ذَلِكَ. فَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخِذْلَانِ.
- 8 ثُمَّ أَخَذَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي نِسْبَةِ مَذْهَبِ جُمْهُورِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَنَّهُ مَذْهَبُ فِرَاحِ الْفَلَّاسِفَةِ وَأَتْبَاعِ الْيُونَانِ وَالْهِنُودِ. "سَتَكْتُبُ شَهَادَتَهُمْ وَيَسْأَلُونَ".
- 9 ثُمَّ قَالَ: "كِتَابُ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ أَوَّلِهِ إِلَى آخِرِهِ، وَسَنَةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوَّلِهَا إِلَى آخِرِهَا، ثُمَّ عِبَادَةُ كَلَامِ الصَّحَابَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَالرَّابِعِينَ، ثُمَّ كَلَامِ سَائِرِ الْأَيْمَةِ مَمْلُوءٌ بِمَا هُوَ: إِمَّا نَصٌّ وَإِمَّا ظَاهِرٌ فِي أَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى هُوَ الْعَلِيُّ الْأَعْلَى، وَهُوَ فَوْقَ كُلِّ شَيْءٍ، وَهُوَ عَالٍ، وَعَلَى كُلِّ شَيْءٍ، وَأَنَّهُ فَوْقَ الْعَرْشِ، وَأَنَّهُ فَوْقَ السَّمَاءِ".
- 10 وَقَالَ فِي أَثْنَاءِ كَلَامِهِ، وَأَوَّخِرَ مَا رَاعَمَهُ: إِنَّهُ فَوْقَ الْعَرْشِ حَقِيقَةً. وَقَالَهُ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ عَنِ السَّلَفِ.
- 11 فَلَيْتَ شِعْرِي! أَيْنَ هَذَا فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى هَذِهِ الصُّورَةِ، الَّتِي نَقَلَهَا عَنْ كِتَابِ رَبِّهِ وَسَنَةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
- 12 وَهَلْ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى كَلِمَةٌ مِمَّا قَالَهُ حَتَّى يَقُولَ: إِنَّهُ فِي نَصٍّ؟! وَالنَّصُّ هُوَ الَّذِي لَا يَحْتَمِلُ التَّأْوِيلَ الْبَيِّنَةَ. وَهَذَا مُرَادُهُ، فَإِنَّهُ جَعَلَهُ غَيْرَ الظَّاهِرِ، لِعَظْفِهِ لَهُ عَلَيْهِ، وَأَيُّ آيَةٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى نَصٌّ بِهَذَا الْإِعْتِبَارِ!

## 3.2: الدلائل من القرآن

1 قَاوِلْ مَا اسْتَدِلَّ بِهِ قَوْلُهُ تَعَالَى: "إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ". فليت شعري! أى نص في الآية أو ظاهر على أن الله تعالى في السماء أو على العرش؟!

ثم نهاية ما يتمسك به أنه يدل على علو يفهم من الصعود، وهيهات، — زل حمار العلم في الطين — فإن الصعود في الكلام كيف يكون حقيقة مع أن المفهوم في الحقائق أن الصعود ما صفات الأجسام فليس المراد إلا القبول، ومع هذا لا حد ولا مكان.

2 وأتبعها بقوله تعالى: "إِنِّي متوفيك ورافعك إلیّ". وما أدرى: من أين استنبط من هذا الخبر: أن الله تعالى فوق العرش من هذه الآية؟ هل ذلك بدلالة المطابقة أو التضمن أو الإلزام، أو هو شئء أخذه بطريق الكشف والنفث في الروح؟ ولعله اغتد أن الرفع إنما يكون في العلو في الجهة. فإن كان كما خطر له فذاك أيضا لا يعقل إلا في الجسمية والحدية، وإن لم يقل بهما فلا حقيقة فيما استدلل به، وإن قال بهما فلا حاجة إلى المغالطة. ولعله لم يسمع الرفع في المرتبة والتقريب في المكانة، من استعمال العرب والعرف، ولا "فلان رفع الله شأنه".

3 وأتبع ذلك قوله: "أأنتم من في السماء أن يخسف بكم الأرض". وخص هذا المستدل "من" بالله تعالى. ولعله لم يجوز أن المراد به ملائكة الله تعالى. ولعله يقول إن الملائكة لا تفعل ذلك، ولا أن جبريل عليه السلام خسف بأهل سدوم. فلذلك استدلل بهذه الآية. ولعلها هي النص الذي أشار إليه.

4 وأتبعه بقوله تعالى: "تخرج الملائكة والروح إليه". والعروج

والصعود شئ واحد. وَلَا دَلَالَةٌ فِي الْآيَةِ عَلَى أَنَّ الْعُرُوجَ إِلَى سَمَاءٍ  
وَلَا عَرْشٍ، وَلَا شَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ الَّتِي ادَّعَاهَا بِوَجْهِهِ مِنَ الْوُجُوهِ، لِأَنَّ  
حَقِيقَتَهُ الْمُسْتَعْمَلَةَ فِي لُغَةِ الْعَرَبِ فِي الْإِنْتِقَالِ فِي حَقِّ الْأَجْسَامِ، إِذْ لَا  
تَعْرِفُ الْعَرَبُ إِلَّا ذَلِكَ. فَلَيْتَ لَوْ أَظْهَرَهُ وَاسْتَرَاحَ مِنْ كَيْتَمَانِهِ.

5 وأردفه بقوله تعالى: "يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ". وَتِلْكَ أَيْضًا لَا  
دَلَالَةَ لَهُ فِيهَا عَنِ سَمَاءٍ وَلَا عَرْشٍ وَلَا أَنَّهُ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ حَقِيقَةٌ.  
ثُمَّ الْفَوْقِيَّةُ تَرُدُّ لِمَعْنِيَيْنِ:

أحدهما نِسْبَةُ جِسْمٍ إِلَى جِسْمٍ، بِأَنَّ يَكُونُ أَحَدُهُمَا أَعْلَى وَالْآخَرُ أَسْفَلَ،  
بِمَعْنَى أَنَّ أَسْفَلَ الْأَعْلَى مِنْ جَانِبِ رَأْسِ الْأَسْفَلِ. وَهَذَا لَا يَقُولُ بِهِ مَنْ  
لَا يَجِسِّمُ. وَيَتَقَدَّرُ أَنْ يَكُونَ هُوَ الْمُرَادُ وَأَنَّهُ تَعَالَى لَيْسَ لَجِسْمٍ فَلَمْ لَا  
يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ "مِنْ فَوْقِهِمْ" صِلَةٌ لـ "يَخَافُونَ"، وَيَكُونُ تَقْدِيرُ  
الْكَلَامِ: "يَخَافُونَ مِنْ فَوْقِهِمْ رَبَّهُمْ". أَيْ أَنَّ الْخَوْفَ مِنْ جِهَةِ الْعُلُوِّ وَأَنَّ  
الْعَذَابَ يَأْتِي مِنْ تِلْكَ الْجِهَةِ.

وثانيهما بِمَعْنَى الْمُرْتَبَةِ، كَمَا يُقَالُ: "الْخَلِيفَةُ فَوْقَ السُّلْطَانِ"، وَ"السُّلْطَانُ فَوْقَ  
الْأَمِيرِ". وَكَمَا يُقَالُ: "جَلَسَ فُلَانٌ فَوْقَ فُلَانٍ"، وَ"الْعِلْمُ فَوْقَ الْعَمَلِ"،  
وَ"الصَّبَاغَةُ فَوْقَ الدَّبَاغَةِ". وَقَدْ وَقَعَ ذَلِكَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى حَيْثُ قَالَ:  
"وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ". وَلَمْ يَطَّلِعْ أَحَدُهُمْ عَلَى أَكْتِافِ  
الْآخَرِ. وَمِنْ ذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: "وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ"، وَمَا رَكِبَتْ  
الْقِبْطُ أَكْتِافَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا ظَهَرَهُمْ.

6 وَأُرْدِفَ ذَلِكَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: "الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى". وَوَرَدَ  
هَذَا فِي كِتَابِ اللَّهِ فِي سِتَّةِ مَوَاضِعَ مِنْ كِتَابِهِ، وَهِيَ عُمْدَةُ الْمَشْبَهَةِ  
وَأَقْوَى مَعْتَمِدِهِمْ، حَتَّى إِنَّهُمْ كَتَبُوهَا عَلَى بَابِ جَامِعِ هَمْذَانَ.  
فَلِنَصْرِفِ الْعِنَايَةَ إِلَى إِضَاحِهَا، فَتَقُولُ: إِمَّا أَنَّهُمْ يَعْزِلُونَ الْعَقْلَ بِكُلِّ  
وَجْهِهِ وَسَبَبٍ، وَلَا يَلْتَفِتُونَ إِلَى مَا سَمِيَ فِهِمَا وَإِدْرَاكًا، فَمُرْحَبًا بِفَعْلِهِمْ،

وَيَقُولُ: "الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى". وَإِنْ تَعَدُّوا هَذَا إِلَى أَنَّهُ مَسْتَوٍ عَلَى الْعَرْشِ فَلَا مَرَجًا وَلَا كَرَامَةً، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى مَا قَالَهُ، مَعَ أَنَّ عُلَمَاءَ الْبَيَانَ كَالْمُتَّفِقِينَ عَلَى أَنَّ فِي اسْمِ الْفَاعِلِ مِنَ الثُّبُوتِ مَا لَا يَفْهَمُ مِنَ الْفِعْلِ. وَإِنْ قَالُوا: هَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ فَوْقَهُ، فَقَدْ تَرَكُوا مَا التَزَمُوهُ، وَبَالَغُوا فِي التَّنَاقُضِ وَالتَّشْهُيِّ وَالجَرَآةِ.

وَإِنْ قَالُوا: بَلْ نَبَقِيَ الْعَقْلُ، وَنَفْهَمُ مَا هُوَ الْمُرَادُ، فَتَقُولُ لَهُمْ: مَا هُوَ الْاسْتِوَاءُ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ؟ فَإِنْ قَالُوا: الْجُلُوسُ وَالِاسْتِقْرَارُ، قُلْنَا: هَذَا مَا تَعْرِفُهُ الْعَرَبُ إِلَّا فِي الْجِسْمِ فَقُولُوا: يَسْتَوِي جِسْمٌ عَلَى الْعَرْشِ. وَإِنْ قَالُوا: جُلُوسٌ وَاسْتِقْرَارٌ نَسَبَهُ إِلَى ذَاتِ اللَّهِ تَعَالَى، كَنَسْبَةِ الْجُلُوسِ إِلَى الْجِسْمِ.

فَالْعَرَبُ لَا تَعْرِفُ هَذَا حَتَّى يَكُونَ هُوَ الْحَقِيقَةُ. ثُمَّ الْعَرَبُ تَفْهَمُ اسْتِوَاءَ الْقَدْحِ الَّذِي هُوَ ضِدُّ الْأَعْرَاجِاجِ، فَوَصَفُوهُ بِذَلِكَ وَتَبَرَّءُوا مَعَهُ مِنَ التَّجْسِيمِ. وَسَدُّوا بَابَ الْحَمْلِ عَلَى غَيْرِ الْجُلُوسِ، وَلَا يَسُدُّونَهُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ". وَقَوْلُهُ تَعَالَى: "وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ". وَلَا تَقُولُوا مَعَهُمْ بِالْعِلْمِ.

وَإِنْ قُلْتُمْ ذَلِكَ فَلِمَ تَحْلُونَهُ عَامًا وَيَحْرَمُونَهُ عَامًا؟ وَمَنْ أَيْنَ لَكُمْ أَنْ لَيْسَ الْاسْتِوَاءُ فِعْلًا مِنْ أَفْعَالِهِ تَعَالَى فِي الْعَرْشِ؟

فَإِنْ قَالُوا: لَيْسَ هَذَا كَلَامَ الْعَرَبِ. قُلْنَا: وَلَا كَلَامَ الْعَرَبِ اسْتَوَى بِالْمَعْنَى الَّتِي تَقُولُونَ بِهَا جِسْمًا.

وَلَقَدْ رَامَ الْمُدَّعِي التَّفْلِتَ مِنْ شَرِكِ التَّجْسِيمِ، بِمَا زَعَمَهُ مِنْ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى فِي جِهَةٍ. وَأَنَّهُ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ اسْتِوَاءً يَلِيْقُ بِجَلَالِهِ. فَتَقُولُ لَهُ: قَدْ صَرَتْ الْآنَ إِلَى قَوْلِنَا فِي الْاسْتِوَاءِ، وَأَمَّا الْجِهَةُ فَلَا تَلِيْقُ بِالْجَلَالِ.

وَأَخِذْ عَلَى الْمُتَكَلِّمِينَ قَوْلَهُمْ: إِنْ اللَّهَ تَعَالَى لَوْ كَانَ فِي جِهَةٍ، لِمَا أَنْ



يكون أكبر أو أصغر أو مُساوياً. وكل ذلك محال. قال فلم يفهموا من قول الله تعالى "على العرش" إلا ما يبتغون لأى جسم كان على أى جسم كان.... قال وهذا اللازم تابع لهذا المفهوم وأما استواء يليق بجلال الله فلا يلزمه شئ من اللوازم.

فَنَقُولُ لَهُ: أَمِيماً مَرَّةً وَقِيْسِيَا أُخْرَى! إِذَا قُلْتَ: اسْتَوَى اسْتِوَاءً يَلِيْقُ بِجَلَالِ اللَّهِ، فَهُوَ مَذْهَبُ الْمُتَكَلِّمِينَ. وَإِنْ قُلْتَ: اسْتِوَاءٌ هُوَ اسْتِقْرَارٌ وَاسْتِخْصَاصٌ بِجِهَةٍ دُونَ أُخْرَى، لَمْ يَجِدْ ذَلِكَ تَخْلِصًا مِنَ التَّرْدِيدِ الْمَذْكُورِ. وَالِاسْتِوَاءُ بِمَعْنَى الْإِسْتِيْلَاءِ، وَأَشْهَدُ لَهُ، فِي هَذِهِ الْآيَةِ أَنَّهَا لَمْ تَرُدْ قَطًّا إِلَّا فِي إِظْهَارِ الْعِظَمَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالسُّلْطَانِ وَالْمَلِكِ. وَالْعَرَبُ تَكْنِي بِذَلِكَ عَنِ الْمَلِكِ. فَيَقُولُونَ فَلَانَ اسْتَوَى عَلَى كُرْسِيِّ الْمَمْلُوكَةِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ جَلَسَ عَلَيْهِ مَرَّةً وَاحِدَةً، وَيُرِيدُونَ بِذَلِكَ الْمَلِكِ.

وَأَمَّا قَوْلُهُمْ: فَإِنْ حَمَلْتُمْ الْاسْتِوَاءَ عَلَى الْإِسْتِيْلَاءِ لَمْ يَبْقَ لَذِكْرِ الْعَرْشِ فَائِدَةٌ، فَإِنَّ ذَلِكَ فِي حَقِّ كُلِّ الْمَخْلُوقَاتِ، فَلَا يَخْتَصُّ بِالْعَرْشِ. فَالْجَوَابُ عَنْهُ أَنَّ كُلَّ الْمَوْجُودَاتِ لَمَّا حَوَاهَا الْعَرْشُ كَانَ الْإِسْتِيْلَاءُ عَلَيْهِ اسْتِيْلَاءً عَلَى جَمِيعِهَا وَلَا كَذَلِكَ غَيْرٌ وَأَيْضًا فَكُنَايَةُ الْعَرَبِ السَّابِقَةُ تَرْجِيحُهُ وَقَدْ تَقَدَّمَ الْكَلَامُ عَنِ السَّلْفِ فِي مَعْنَى الْاسْتِوَاءِ كَجَعْفَرِ الصَّادِقِ وَمَنْ تَقَدَّمَ.

وَقَوْلُهُمْ: اسْتَوَى بِمَنْى اسْتَوَى، إِنَّمَا يَكُونُ فِيمَا يَدَافِعُ عَلَيْهِ. قُلْنَا: وَاسْتَوَى بِمَنْى جَلَسَ أَيْضًا إِنَّمَا يَكُونُ فِي جِسْمٍ، وَأَنْتُمْ قَدْ قُلْتُمْ إِنَّكُمْ لَا تَقُولُونَ بِهِ. وَلَوْ وَصَفُوهُ تَعَالَى بِالِاسْتِوَاءِ عَلَى الْعَرْشِ لَمَّا أَنْكَرْنَا عَلَيْهِمْ ذَلِكَ بَلْ نَعْدُهُمْ إِلَى مَا يَشْبَهُ التَّشْبِيهِ، أَوْ هُوَ التَّشْبِيهِ الْمَخْذُورُ. وَاللَّهُ الْمُؤَفَّقُ.

وَاسْتَدَلَّ بِقَوْلِهِ تَعَالَى جِكَايَةَ عَنِ فِرْعَوْنَ: "يَا هَامَانَ ابْنِ لِي صِرْحًا لَعَلِّي

أبلغ الأسباب. أسباب السماوات فاطلع إلى إله موسى. فليت شعري! كيف فهم من كلام فرعون أن الله تعالى فوق السموات وفوق العرش يطلع إلى إله موسى؟ أما أن إله موسى في السموات فما ذكره. وعلى تقدير فهم ذلك من كلام فرعون فكيف استدل بظن فرعون وفهمه، مع إخبار الله تعالى عنه أنه زين له سوء عمله، وأنه حاد عن سبيل الله عز وجل، وأن كيده في ضلال؟ مع أنه لما سأل موسى عليه السلام وقال: وَمَا رَبُّ السَّمَوَاتِ؟ لم يتعرض موسى عليه السلام للجهة، بل لم يذكر إلا أخص بالصفات، وهي القدرة على الاختراع ولو كانت الجهة ثابتة لكان التعريف بها أولى، فإن الإشارة الحسية من أقوى المعارف حسياً وعرفاً. وفرعون سأل بلفظة "ما". فكان الجواب بالتحيز أولى من الصفة، وغاية ما فهمه من هذه الآية واستدل به - فهم فرعون. فيكون عمدة هذه العقيدة كون فرعون ظنّها، فيكون هو مستندها. فليت شعري! لم لا ذكر النسبة إليه كما ذكر أن عقيدة سادات أمة محمد ﷺ، الذين خالفوا اعتقاده في مسألة التحيز والجهة الذين أحقهم بالجهمية، متأقاة من لبيد بن الأعصم اليهودي الذي سحر النبي ﷺ؟

وختم الآيات الكريمة بالاستدلال بقوله: "تنزيل من حكيم حميد"، "منزل من ربك بالحق". وما في الآيتين لا عرش ولا كرسي ولا سماء ولا أرض، بل ما فيهما إلا مجرد التنزيل. وما أدري من أي الدلالات استنبطها المُدّعي! فإن السماء لا تفهم من التنزيل، فإن التنزيل قد يكون من السماء وقد يكون من غيرها. ولا تنزيل القرآن كيف يفهم منه النزول، الذي هو انتقال من فوق إلى أسفل! فإن العرب لا تفهم ذلك في كلام، سواء كان من عرض أو غير عرض. وكما تطلق العرب النزول على الانتقال تطلقه على غيره، كما جاء

فِي كِتَابِهِ الْعَزِيزِ: "وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ"، قَوْلُهُ تَعَالَى: "وَأَنْزَلْ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ". وَلَمْ يَرِ أَحَدٌ قَطَّ قِطْعَةَ حَدِيدٍ نَازِلَةً مِنَ السَّمَاءِ فِي الْهَوَاءِ، وَلَا جَمَلًا يَحْلُقُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، فَكَمَا جُوزَ هُنَا أَنْ النَّزُولَ غَيْرَ الْإِتْقَالَ مِنَ الْعُلُوِّ إِلَى السُّفْلِ، فَلِيَجُوزَهُ هُنَاكَ.

9 هَذَا آخِرُ مَا اسْتَدْلَّ بِهِ مِنَ الْكِتَابِ الْعَزِيزِ. وَقَدْ ادَّعَى أَوْلَا: أَنَّهُ يَقُولُ مَا قَالَهُ اللَّهُ. وَأَنْ مَا ذَكَرَهُ مِنَ الْآيَاتِ دَلِيلٌ عَلَى قَوْلِهِ، إِمَّا نَصًا وَإِمَّا ظَاهِرًا. وَأَنْتِ إِذَا رَأَيْتِ مَا ادَّعَاهُ. وَأَمَعْنَتِ النَّظْرَ فِيمَا قُلْنَا. وَاسْتَقْرَأْتَ هَذِهِ الْآيَاتِ، لَمْ تَجِدِ فِيهَا كَلِمَةً عَلَى وَفْقِ مَا قَالَهُ أَوْلَا، لَا نَصًا وَلَا ظَاهِرًا أَلْبَتَّةَ. وَكُلُّ أَمْرٍ بَعْدَ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى، وَالِدَّعْوَى عَلَيْهِ خَلَلٌ.

### 3.3: الدلائل من الأحاديث المباركة

1 ثُمَّ اسْتَدْلَّ مِنَ السَّنَةِ بِحَدِيثِ الْمِعْرَاجِ، وَلَمْ يَرِدْ فِي حَدِيثِ الْمِعْرَاجِ أَنَّ اللَّهَ فَوْقَ السَّمَاءِ أَوْ فَوْقَ الْعَرْشِ حَقِيقَةً، وَلَا كَلِمَةً وَاحِدَةً مِنْ ذَلِكَ. وَهُوَ لَمْ يُسْرِدْ حَدِيثَ الْمِعْرَاجِ وَلَا بَيَّنَّ الدَّلَالََةَ مِنْهُ، حَتَّى نَجِيبَ عَنْهُ، فَإِنْ بَيْنَ وَجْهَ الْإِسْتِدْلَالِ عَرَفْنَاهُ كَيْفَ الْجَوَابِ.

2 وَاسْتَدْلَّ بِنَزُولِ الْمَلَائِكَةِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ تَعَالَى. وَالْجَوَابُ عَنْ ذَلِكَ: أَنَّ نَزُولَ الْمَلَائِكَةِ مِنَ السَّمَاءِ إِنْ مَا كَانَ لِأَنَّ السَّمَاءَ مَقْرَهُمْ. وَالْعَنْدِيَّةُ لَا تَدُلُّ عَلَى أَنَّ اللَّهَ فِي السَّمَاءِ. أَنَّهُ يُقَالُ فِي الرُّسُلِ الْآدَمِيِّينَ إِنَّهُمْ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُونُوا نَزَلُوا مِنَ السَّمَاءِ، عَلَى أَنَّ الْعَنْدِيَّةَ قَدْ يُرَادُ بِهَا الشَّرْفُ وَالرَّبِّيَّةُ. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: "وَإِنْ لَكَ عِنْدَنَا لِرُفْيٍ وَحَسَنٍ مَا بَ". وَتَسْتَعْمَلُ فِي غَيْرِ ذَلِكَ، كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِكَايَةَ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ: "أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عِبْدِي بِي".

3 وَذَكَرَ عُرُوجَ الْمَلَائِكَةِ، وَقَدْ سَبَقَ، وَرُبَّمَا شَدَّ فَقَارَ ظَهْرِهِ وَقَوَى مَنَّةً

منته بلفظة: "إلى ربهم"، وأن "إلى" لانتهااء الغاية. وأنها في قطع المسافة، وإذا سكت عن هذا لم يتكلم بكلام العرب، فإن المسألة لا تفهم العرب منها إلا ما تنتقل فيه الأجسام، وهو يقول: إنهم لا يقولون بذلك. وقد قال الخليل عليه السلام: "إني ذاهب إلى ربي". وليس المراد بذلك الانتهااء الذي عناه المدعى بالاتفاق؟ فلم يجترئ على ذلك في كتاب الله تعالى؟ ولا يجاب به في خبر الواحد.

4 وذكر قوله صلى الله عليه وسلم: "ألا تأمنوني وأنا أمين من في السماء يأتيني خبر من في السماء صباحا ومساء". وليس المراد بمن هو الله تعالى، ولا ذكر النبي صلى الله عليه وسلم ذلك، ولا خصه به. ومن أين للمدعى أنه ليس المراد "بمن" الملائكة، فإنهم أكبر المخلوقات علما بالله تعالى وأشدهم اطلاعا على القرب، وهم يعلمون أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمين، وهو عندهم في هذه الرتبة؟ فليعلم المدعى أنه ليس في الحديث ما ينفي هذا، ولا ما يثبت ما ادعاه.

5 ثم ذكر حديث الرقية: "ربنا الله الذي في السماء، تقدس اسمك، أمرك في السماء والأرض، كما رزقك في السماء". الحديث وهذا الحديث بتقدير ثبوته. فالذي ذكره النبي صلى الله عليه وسلم فيه: "ربنا الذي في السماء تقدس اسمك"، ما سكت النبي صلى الله عليه وسلم على "في السماء". فإلى معنى نقف نحن عليه؟! ونجعل "تقدس اسمك" كلاما مستأنفا؟ هل فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم هكذا، أو أمر به؟ وعند ذلك لا يجد المدعى مخلصا إلا أن يقول: الله تقدس اسمه في السماء والأرض. فلم خصت السماء بالذكر؟ فنقول له: ما معنى "تقدس"؟ إن كان المراد به التنزيه من حيث هو تنزيه، فذلك ليس في سماء ولا

أَرْضٍ. إِذُ التَّنْزِيهِ: نَفَى النِّقَالِصَ. وَذَلِكَ لَا تَعْلُقُ لَهُ بِجَرَبَاءَ وَلَا غَيْرَاءَ. فَإِنَّ الْمُرَادَ أَنَّ الْمَخْلُوقَاتِ تَقْدَسُ وَتَعْتَرَفُ بِالتَّنْزِيهِ. فَلَا شَكَّ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ مُطَبِّقُونَ عَلَى تَنْزِيهِهِ تَعَالَى، كَمَا أَنَّهُ لَا شَكَّ أَنَّ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ مَنْ لَمْ يَنْزِهِ، وَجَعَلَ لَهُ نِدَاءً، وَوَصَفَهُ بِمَا لَا يَلِيْقُ بِجَلَالِهِ، فَيَكُونُ تَخْصِيصُ السَّمَاءِ بِذِكْرِ التَّقْدِيسِ فِيهَا لِأَنْفِرَادِ أَهْلِهَا بِالِاطْبَاقِ عَلَى التَّنْزِيهِ، كَمَا أَنَّهُ سُبْحَانَهُ لَمَّا أَنْفَرَدَ فِي الْمَلِكِ فِي يَوْمِ الدِّينِ عَمَّنْ يَتَوَهَّمُ مَلِكُهُ خُصَّصَهُ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: "مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ". وَكَمَا قَالَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى بَعْدَ دَمَارِ مَنْ ادَّعَى الْمَلِكَ وَالْمَلِكُ: "لَمَنْ الْمَلِكُ الْيَوْمَ. لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ".

وَأَعَادَ هَذَا الْمُدَّعَى الْحَدِيثَ مِنْ أَوْلِهِ، وَوَصَلَ إِلَيَّ أَنْ قَالَ: فَلْيَقُلْ: "زَيْنَا الَّذِي فِي السَّمَاءِ". قَالَ: وَذَكَرَهُ وَوَقَفَ عَلَى قَوْلِهِ "فِي السَّمَاءِ". فَلَيْتَ شَعْرِي! هَلْ جُوزَ أَحَدٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ أَنْ يَفْعَلَ مِثْلَ هَذَا؟ وَهَلْ هَذَا إِلَّا مُجَرَّدُ إِيْهَامٍ أَنَّ سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَلَيْهِمْ - قَالَ: "زَيْنَا اللَّهُ فِي السَّمَاءِ".

وَأَمَّا حَدِيثُ الْأَوْعَالِ، وَمَا فِيهِ مِنْ قَوْلِهِ: "وَالْعَرْشُ فَوْقَ ذَلِكَ كُلهُ، وَاللَّهُ فَوْقَ ذَلِكَ كُلهُ". فَهَذَا الْحَدِيثُ قَدْ كَثُرَ مِنْهُمْ إِيْهَامُ الْعَرَامِ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ بِهِ. وَيُرْجُونَ بِهِ زُخْرَافَهُمْ، وَلَا يَتْرَكُونَ دَعْوَى مَنْ دَعَاوِيهِمْ عَاطِلَةٌ مِنَ التَّحْلِى بِهَذَا الْحَدِيثِ. وَنَحْنُ نَبِينُ أَنَّهُمْ لَمْ يَقُولُوا بِحَرْفٍ وَاحِدٍ مِنْهُ، وَلَا اسْتَقَرَّ لَهُمْ قَدَمٌ بِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَوْقَ الْعَرْشِ حَقِيقَةٌ، بَلْ نَقَضُوا ذَلِكَ. وَإيضاحُ ذَلِكَ بِتَقْدِيمِ مَا آخَرَ هَذَا الْمُدَّعَى، قَالَ فِي آخِرِ كَلَامِهِ: وَلَا يَظُنُّ الظَّانُّ أَنَّ هَذَا يُخَالِفُ ظَاهِرَ قَوْلِهِ تَعَالَى: "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ"، وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَإِنَّ اللَّهَ قَبْلَ وَجْهِهِ". وَنَحْوَ ذَلِكَ. قَالَ: فَإِنَّ هَذَا غَلَطٌ ظَاهِرٌ، وَذَلِكَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى مَعًا حَقِيقَةٌ، وَهُوَ فَوْقَ الْعَرْشِ

حَقِيقَةٌ. قَالَ: كَمَا جَمَعَ اللَّهُ بَيْنَهُمَا فِي قَوْلِهِ: "هُوَ الَّذِي خَلَقَ  
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ  
فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرَجُ فِيهَا وَهُوَ  
مَعَكُمْ أَيَّنَ مَا كُنْتُمْ. وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ". قَالَ هَذَا الْمُدَّعِي بِمَلَأَ  
مَا ضَغْتِيهِ مِنْ غَيْرِ تَكْتُمِ وَلَا تَلْعَنُ: فَقَدْ أَخْبَرَ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ فَوْقَ  
الْعَرْشِ، وَيَعْلَمُ كُلَّ شَيْءٍ، وَهُوَ مَعَنَا أَيَّنَمَا كُنَّا. كَمَا قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فِي حَدِيثِ الْأَوْعَالِ: "وَاللَّهُ فَوْقَ الْعَرْشِ وَهُوَ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ  
عَلَيْهِ". فَقَدْ فَهَمْتُ أَنَّ هَذَا الْمُدَّعِي ادَّعَى أَنَّ اللَّهَ فَوْقَ الْعَرْشِ حَقِيقَةٌ.  
وَاسْتَدَلَّ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: "ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ". وَجَعَلَ أَنَّ ذَلِكَ مِنْ  
اللَّهِ تَعَالَى خَبْرًا: أَنَّهُ فَوْقَ الْعَرْشِ. وَقَدْ عَلِمَ كُلُّ ذِي ذَهْنٍ قَوِيمٍ وَفَكْرٍ  
مُسْتَقِيمٍ أَنَّ لَفْظَ: "اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ"، لَيْسَ مُرَادًا لِلْفِظِ: "فَوْقَ  
الْعَرْشِ" حَقِيقَةٌ. وَقَدْ سَبَقَ مِنَ الْكَلَامِ عَلَيْهِ، وَلَا فِي آيَةِ مَا يَدُلُّ عَلَى  
الْجَمْعِ الَّذِي ادَّعَاهُ، وَلَا بَيْنَ التَّقْرِيبِ فِي الْإِسْتِدْلَالِ، بَلْ سَرَدَ آيَةَ مِنْ  
كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى، لَا يَدْرِي هَلْ حَفِظَهَا أَوْ نَقَلَهَا مِنَ الْمُصْحَفِ. ثُمَّ شَبَّهَ  
الْآيَةَ فِي الدَّلَالَةِ عَلَى الْجَمْعِ بِحَدِيثِ الْأَوْعَالِ. قَالَ: كَمَا قَالَ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ: "وَاللَّهُ فَوْقَ الْعَرْشِ". وَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّهُ لَيْسَ فِي  
الْحَدِيثِ مَا يَدُلُّ عَلَى الْمَعْنَى، بَلْ لَا مَدْخَلَ لِي "مَعَ" فِي الْحَدِيثِ.  
قَالَ: وَذَلِكَ أَنَّ "مَعَ" إِذَا أُطْلِقَتْ فَلَيْسَ ظَاهِرًا فِي اللُّغَةِ إِلَّا لِلْمُقَارَنَةِ  
الْمُطْلَقَةِ مِنْ غَيْرِ وَجُوبِ مِمَاسَةٍ وَلَا مُحَاذَاةٍ عَنِ يَمِينٍ أَوْ شِمَالٍ. فَإِذَا  
قِيدَتْ بِمَعْنَى مِنَ الْمَعْنَى دَلَّتْ عَلَى الْمُقَارَنَةِ فِي ذَلِكَ الْمَعْنَى، فَإِنَّهُ  
يُقَالُ: مَا زِلْنَا نَسِيرَ وَالْقَمَرَ مَعَنَا وَالنَّجْمَ مَعَنَا. وَيُقَالُ هَذَا الْمَتَاعُ مَعَنَا.  
وَهُوَ لِمَجَامَعَتِهِ لَكَ وَإِنْ كَانَ فَوْقَ رَأْسِكَ. فَإِنَّمَا اللَّهُ مَعَ خَلْقِهِ  
حَقِيقَةٌ، وَهُوَ فَوْقَ الْعَرْشِ حَقِيقَةٌ. ثُمَّ هَذِهِ الْمَعْنَى تَخْتَلِفُ أَحْكَامَهَا  
بِحَسَبِ الْمَوَارِدِ.

فَلَمَّا قَالَ: "يَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ". دَلَّ ظَاهِرُ الْخُطَابِ عَلَى أَنَّ حُكْمَ هَذِهِ الْمَعِيَّةِ وَمَقْتَضَاهَا أَنَّهُ مَطْلَعٌ عَلَيْكُمْ عَالِمٌ بِكُمْ. قَالَ: وَهَذَا مَعْنَى قَوْلِ السَّلَفِ إِنَّهُ مَعَهُمْ يَعْلَمُهُ. قَالَ: وَهَذَا ظَاهِرُ الْخُطَابِ وَحَقِيقَتُهُ.

قَالَ: وَكَذَلِكَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: "مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ" الْآيَةَ. وَفِي قَوْلِهِ تَعَالَى: "لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا"، "إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ"، "إِنِّي مَعَكُمْ أَسْمَعُ وَأَرَى".

قَالَ: وَيَقُولُ أَبُو الصَّبِيِّ لَهُ مِنْ فَوْقِ السَّقْفِ: لَا تَخَفْ: أَنَا مَعَكَ. تَبَيَّنَتْ عَلَى الْمَعِيَّةِ الْمُوجِبَةَ لِحُكْمِ الْحَالِ. فَلَيفَهُمُ النَّظَرُ هَذَا الْمُدْعَى فِي هَذَا الْمَثَلِ، وَحَسَنُ الْفَاطِظِ فِي اسْتِثْمَارِ مَقَاصِدِهِ.

ثُمَّ قَالَ فَفَرَّقَ بَيْنَ الْمَعِيَّةِ وَبَيْنَ مَقْتَضَاهَا، وَرَبَّمَا صَارَ مَقْتَضَاهَا مِنْ مَعْنَاهَا، فَيُخْتَلَفُ بِاخْتِلَافِ الْمَوَاضِعِ. فَلَيفَهُمُ النَّظَرُ هَذِهِ الْعِبَارَةَ الَّتِي لَيْسَتْ بِالْعَرَبِيَّةِ وَلَا بِالْعَجْمِيَّةِ. فَسَبْحَانَ الْمَسْبُوحِ بِاللُّغَاتِ الْمُخْتَلِفَةِ. قَالَ: فَلَفِظَ الْمَعِيَّةِ قَدْ اسْتَعْمَلَ فِي الْكِتَابِ وَالسَّنَةِ فِي مَوَاضِعٍ، يَقْتَضِي فِي كُلِّ مَوْضِعٍ أُمُورًا لَا يَقْتَضِيهَا فِي الْمَوْضِعِ الْآخَرَ. هَذِهِ عِبَارَتُهُ بِحُرُوفِهَا.

ثُمَّ قَالَ: فَإِنَّمَا أَنْ تَخْتَلَفَ دَلَالَتُهَا بِحَسَبِ الْمَوَاضِعِ، أَوْ تَدُلَّ عَلَى قَدْرِ مُشْتَرَكٍ بَيْنَ جَمِيعِ مَوَارِدِهَا، وَإِنْ ائْتَتْ كُلَّ مَوْضِعٍ بِخَاصِيَّةٍ، فَلَيفَهُمُ تَقْسِيمُ هَذَا الْمُدْعَى وَحَسَنُ تَصْرِفِهِ.

قَالَ: فَعَلَى التَّقْدِيرَيْنِ لَيْسَ مَقْتَضَاهَا أَنْ تَكُونَ ذَاتُ الرَّبِّ عَزَّوَجَلَّ مَخْتَلِطَةً بِالْخَلْقِ، حَتَّى يُقَالَ: صَرَفَتْ عَنْ ظَاهِرِهَا.

ثُمَّ قَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: مِنْ عِلْمِ أَنَّ الْمَعِيَّةَ تُضَافُ إِلَى كُلِّ نَوْعٍ مِنْ أَنْوَاعِ الْمَخْلُوقَاتِ، كِبِإِضَافَةِ الرَّبُوبِيَّةِ مَثَلًا، وَأَنَّ الْاِسْتِوَاءَ عَلَى الْعَرْشِ

لَيْسَ إِلَّا الْعَرْشُ، وَأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُوصَفُ بِالْعُلُوِّ وَالْفُوقِيَّةِ الْحَقِيقِيَّةِ، وَلَا يُوصَفُ بِالسُّفُولِ وَلَا بِالتَّحْتِيَّةِ قَطُّ، لَا حَقِيقَةً وَلَا مَجَازًا، عِلْمٌ أَنَّ الْقُرْآنَ عَلَى مَا هُوَ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ تَحْرِيفٍ. فليفهم الناظر هذه الْمُقَدِّمَاتِ الْقَطْعِيَّةِ. وَهَذِهِ الْعِبَارَاتُ الرَّائِقَةُ الْجَلِيَّةُ، وَحَصْرُ الْأَسْتَوَاءِ عَلَى الشَّيْءِ فِي الْعَرْشِ مِمَّا لَا يَقُولُهُ عَاقِلٌ، فَضْلًا عَنِ جَاهِلٍ.

17 ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَهَّمَ أَنَّ كَوْنَ اللَّهِ فِي السَّمَاءِ بِمَعْنَى أَنَّ السَّمَاءَ تُحِيطُ بِهِ وَتَحْوِيهِ، فَهُوَ كَاذِبٌ إِنْ نَقَلَهُ عَنْ غَيْرِهِ، وَضَالٌّ إِنْ اعْتَقَدَهُ فِي رِيهِ، وَمَا سَمِعْنَا أَحَدًا يَفْهَمُهُ مِنَ اللَّفْظِ، وَلَا رَأَيْنَا أَحَدًا نَقَلَهُ عَنْ أَحَدٍ. فليستفد الناظر أَنَّ الْفَهْمَ يَسْمَعُ.

18 قَالَ: وَلَوْ سُئِلَ سَائِرُ الْمُسْلِمِينَ هَلْ يَفْهَمُونَ مِنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى فِي السَّمَاءِ تَحْوِيهِ، لِبَادِرِ كُلِّ أَحَدٍ مِنْهُمْ إِلَى أَنْ يَقُولَ: هَذَا شَيْءٌ لَعَلَّهُ لَمْ يَخْطُرْ بِبَالِنَا. وَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ هَكَذَا فَمَنْ التَّكَلَّفَ أَنْ يَجْعَلَ ظَاهِرَ اللَّفْظِ شَيْئًا مُحَالًا، لَا يَفْهَمُهُ النَّاسُ مِنْهُ، ثُمَّ يُرِيدُ أَنْ يَتَاوَلَهُ.

19 قَالَ: بَلْ عِنْدَ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ اللَّهَ فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ عَلَى الْعَرْشِ وَاحِدٌ، إِذِ السَّمَاءُ إِنَّمَا يُرَادُ بِهِ الْعُلُوُّ. فَالْمَعْنَى: اللَّهُ فِي الْعُلُوِّ لَا فِي السُّفُلِ.

20 هَكَذَا قَالَ هَذَا الْمُدْعَى فليشد الناظر على هذه بالخصائص، وليعض عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ. وَلْيَعْلَمْ أَنَّ الْقَوْمَ "يَخْرَبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ".

21 قَالَ: وَقَدْ عِلِمَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّ كُرْسِيَهُ تَعَالَى وَسِعَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ. وَأَنَّ الْكُرْسِيَّ فِي الْعَرْشِ كَحَلْقَةِ مَلَقَاةٍ بِأَرْضِ فِلَاةٍ. وَأَنَّ الْعَرْشَ خَلَقَ مِنْ مَخْلُوقَاتِ اللَّهِ تَعَالَى. لَا نِسْبَةَ لَهُ إِلَّا قَدْرَةَ اللَّهِ وَعَظَمَتَهُ. وَكَيْفَ يَتَوَهَّمُ مَتَوَهَّمٌ بَعْدَ هَذَا أَنَّ خَلْقًا يَحْصِرُهُ وَيَحْوِيهِ.

22 وَقَدْ قَالَ تَعَالَى: "وَلَا صَلْبَنَكُمْ فِي جُدُوعِ النَّخْلِ". وَقَالَ تَعَالَى:



”فسيروا في الأرض“، بِمَعْنَى عَلِيٍّ، وَنَحْوِ ذَلِكَ. وَهُوَ كَلَامٌ عَرَبِيٌّ حَقِيقَةٌ لَا مَجَازٍ. وَهَذَا يُعَلِّمُهُ مِنْ عَرَفِ حَقَائِقِ مَعْنَى الْحُرُوفِ، وَاللَّهَا مِطْرَاطَةٌ فِي الْغَالِبِ.  
هَذَا آخِرُ مَا تَمَسَّكَ بِهِ.

### 3.4: رد ابن جهيل على ابن تيمية تفصيلاً

- 1 فنقول: أولاً ما معنى قولك إن مع في اللغة للمقارنة المطلقة من غير مماسية ولا محاذاة وما هي المقارنة فإن لم يفهم من المقارنة غير صفة لازمة للجسمية حصل المقصود وإن فهم غيره فليتنبه حتى تنظر هل تفهم العرب من المقارنة ذلك أو لا.  
ثم قوله: فإذا قيدت بمعنى من المعاني دلت على المقارنة في ذلك المعنى. فنقول له: ومن هنا ذلك في ذلك؟
- 2 قوله: إنها في هذه المواضع كلها بمعنى العلم. قلنا: من أين لك هذا؟ فإن قال: من جهة قوله تعالى: ”ما يكون من نجوى ثلاثة إلا هو رابعهم“ الآية، دل ذلك على المعية بالعلم، وأنه على سبيل الحقيقة فنقول له: قد كلت بالصاع الوافي فكل لنا بمثله.
- 3 وأعلم أن ”فوق“ كما يستعمل في العلو في الجهة كذلك يستعمل في العلو في المرتبة والسلطنة والملك. وكذلك الاستواء. فيكونان متواطئين، كما ذكرته حرفاً بحرف. وقد قال الله تعالى: ”وهو القاهر فوق عباده“. وقال تعالى: ”وفوق كل ذي علم عليم“. وقال الله تعالى: ”يد الله فوق أيديهم“. وقال تعالى حكاية عن قوم فرعون: ”وإننا فوقهم قاهرون“. وقال تعالى: ”ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات“. ومعلوم أنه ليس المراد جهة العلو. فأعد البحث وقل: فوق العرش بالاستيلاء. وكذا في حديث الأوعال. وما فعلته

فِي "مَعَ" فافعله فِي "فَرَقَ" وَخَرَجَ هَذَا كَمَا خَرَجْتَ ذَلِكَ، وَإِلَّا  
اتَرَكَ الْجَمِيعَ.

4 ثُمَّ قَوْلُهُ: وَمَنْ عَلِمَ أَنَّ الْمَعِيَّةَ تُضَافُ إِلَى كُلِّ نَوْعٍ مِنْ أَنْوَاعِ  
الْمَخْلُوقَاتِ، وَأَنَّ الِاسْتَوَاءَ عَلَى الشَّيْءِ لَيْسَ إِلَّا الْعَرْشَ.

قُلْنَا: حَتَّى تُبْصِرَ لَكَ رَجُلًا اسْتَعْمَلَهَا يَعْلَمُ مَا تَقُولُهُ مِنْ غَيْرِ دَلِيلٍ،  
فَبِأَنَّكَ إِنْ لَمْ تَقُمْ دَلَالَةً عَلَى ذَلِكَ وَإِلَّا اِبْرَزْتَ لَفْظَةَ تَدُلُّ عَلَى تَحْتِ  
"فَوْقَ" لِلِاسْتَوَاءِ فِي جِهَةِ الْعُلُوِّ. فَلَيْتَ شَعْرَى! مَنْ أَيْنَ تَعْلَمُ أَنَّ الْمَعِيَّةَ  
بِالْعِلْمِ حَقِيقَةٌ، وَأَنَّ آيَةَ الِاسْتَوَاءِ عَلَى الْعَرْشِ وَحَدِيثِ الْأَوْعَالِ دَالانِ  
عَلَى صِفَةِ الرَّبُوبِيَّةِ بِالْفَوْقِيَّةِ الْحَقِيقِيَّةِ!! اللَّهُمَّ غَفْرًا. هَذَا لَا يَكُونُ إِلَّا  
بِالْكَشْفِ، وَإِلَّا فَالِدَلَّةُ الَّتِي نَصَبَهَا اللَّهُ تَعَالَى لِنَعْرِفَ بِهَا ذَاتَهُ وَصِفَاتِهِ  
وَشَرَائِعَهُ لَمْ يُورَدْ هَذَا الْمُدَّعَى مِنْهَا حَرْفًا وَاحِدًا عَلَى وَفْقِ دَعْوَى. وَلَا  
تَبَيَّنَ لَهُ قَدَمٌ إِلَّا فِي مَهْوَى.

5 ثُمَّ قَوْلُهُ: لَا يُوصَفُ اللَّهُ تَعَالَى بِالسُّفُولِ وَالتَّحْتِيَّةِ، لَا حَقِيقَةً وَلَا  
مَجَازًا. لَيْتَ شَعْرَى! مَنْ ادَّعَى لَهُ بِهَذِهِ الدَّعْوَى حَتَّى يُكَلِّفَ الْكَلَامَ  
فِيهَا؟

6 ثُمَّ إِنْ قَوْلُهُ: بَعْدَ ذَلِكَ مِنْ تَوْهَمِ كَوْنِ اللَّهِ تَعَالَى فِي السَّمَاءِ، بِمَعْنَى  
أَنَّ السَّمَاءَ تَحِيطُ بِهِ وَتَحْوِيهِ، فَهُوَ كَاذِبٌ إِنْ نَقَلَهُ عَنِ غَيْرِهِ، وَضَالٌ إِنْ  
اعْتَقَدَهُ فِي رِبِّهِ.

أَيُّهَا الْمُدَّعَى! قُلْ مَا تَفْهَمُ، وَافْهَمْ مَا تَقُولُ، وَكَلِّمِ النَّاسَ كَلَامَ عَاقِلٍ  
لِعَاقِلٍ، تَفِيدُ وَتَسْتَفِيدُ، إِذَا طَلَبْتَ أَنْ تَسْتَبِطَ مِنْ لَفْظَةِ "فِي" الْجِهَةَ،  
وَحَمَلْتَهَا عَلَى حَقِيقَتِهَا، هَلْ يَفْهَمُ مِنْهَا غَيْرَ الظَّرْفِيَّةِ، أَوْ مَا فِي مَعْنَاهَا؟!  
وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ فَهَلْ يَفْهَمُ عَاقِلٌ أَنَّ الظَّرْفَ يَنْفَكُ عَنِ إِحَاطَةِ  
بِبَعْضٍ أَوْ جَمِيعٍ مَا يُلْزَمُ ذَلِكَ؟! وَهَلْ جَرَى هَذَا عَلَى سَمْعٍ؟ وَهَلْ مِنْ  
يَخَاطِرُ أَنَّ "فِي" عَلَى حَقِيقَتِهَا فِي جِهَةٍ. وَلَا يَفْهَمُ مِنْهَا احْتِوَاءٌ وَلَا

إحاطة بِنَفْضِ وَلَا كُلِّ. فَإِنْ كَانَ الْمُرَادُ أَنْ يَعْزَلَ النَّاسَ عُقُولَهُمْ،  
وَتَكَلِّمَ أَنْتَ وَهُمْ يَقْلُدُونَ وَيَصْدُقُونَ. لَمْ تَأْمَنْ أَنْ بَعْضَ الْمَسْئُولِينَ  
مِنَ الْمُخَالَفِينَ لِلْمِلَّةِ يَأْمُرُكَ بِذَلِكَ وَيُثَبِّتَ الْبَاطِلَ عَلَيْكَ.

ثُمَّ قَوْلُكَ: لَوْ سُئِلَ سَائِرُ الْمُسْلِمِينَ هَلْ يَفْهَمُونَ مِنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى  
وَرَسُولِهِ أَنَّ اللَّهَ فِي السَّمَاءِ تَحْوِيهِ، لِبَادِرِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ إِلَى أَنْ  
يَقُولَ: هَذَا شَيْءٌ لَعَلَّهُ لَمْ يَخْطُرْ بِأَلْبَانَا.

فَنَقُولُ: مَا الَّذِي أَرَدْتَ بِذَلِكَ؟ إِنْ أَرَدْتَ أَنْ هَذَا اللَّفْظُ لَا يُعْطَى هَذَا  
الْمَعْنَى فَيَاكَ أَنْ تَسْأَلَ عَنْ هَذَا مِنْ هُوَ عَارِفٌ بِكَلَامِ الْعَرَبِ، فَإِنَّهُ لَا  
يَصْدُقُكَ فِي أَنْ هَذَا اللَّفْظُ لَا يُعْطَى هَذَا، مَعَ كَوْنِ "فِي" لِلظَّرْفِيَّةِ،  
وَأَنَّهَا عَلَى حَقِيقَتِهَا فِي الْجِهَةِ. وَإِنْ أَرَدْتَ أَنْ الْعُقُولُ تَأْبَى ذَلِكَ فِي  
حَقِّ اللَّهِ تَعَالَى، فَلَسْنَا نَحْنُ مَعَكَ إِلَّا فِي تَقْدِيرِ هَذَا، وَنَفِي كُلِّ مَا  
يُوْهُمُ نَقْصًا فِي حَقِّ اللَّهِ تَعَالَى.

ثُمَّ قَوْلُكَ: عِنْدَ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ اللَّهَ فِي السَّمَاءِ وَهُوَ عَلَى الْعَرْشِ  
وَاحِدٌ.

لَا يَنْبَغِي أَنْ تُضَيَّفَ هَذَا الْكَلَامَ إِلَّا إِلَى نَفْسِكَ، أَوْ إِلَى مَنْ تَلَقَّيْتَ هَذِهِ  
الْوَصْمَةَ مِنْهُ، وَلَا تَجْعَلِ الْمُسْلِمِينَ يَرْتَبِكُونَ فِي هَذَا الْكَلَامِ الَّذِي لَا  
يَعْقِلُ.

ثُمَّ اسْتَدَلَّتْ عَلَى أَنْ كَوْنَ اللَّهِ فِي السَّمَاءِ وَالْعَرْشِ وَاحِدًا بِأَنَّ السَّمَاءَ  
إِنَّمَا يُرَادُ بِهَا الْعُلُوُّ، فَالْمَعْنَى: أَنَّ اللَّهَ فِي الْعُلُوِّ لَا فِي السُّفْلِ.

قَالَ لِي: هَلْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسَّابِقُونَ  
الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ: أَنَّ اللَّهَ  
تَعَالَى فِي الْعُلُوِّ لَا فِي السُّفْلِ؟ وَكُلُّ مَا قَلَّتْ مِنْ أَوْلِ الْمُقَدِّمَةِ إِلَى  
آخِرِهَا، لَوْ سَلِمَ لَكَ لَكَانَ حَاصِلَةً أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَصَفَ نَفْسَهُ بِأَنَّهُ  
اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ. وَأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَوْقَ الْعَرْشِ.

- وَأَمَّا أَنْ السَّمَاءَ الْمُرَادَ بِهَا جِهَةَ الْعُلُوِّ فَمَا ظَهَرَتْ كَلِمَاكَ بِنَقْلِهِ.
- 10 ثُمَّ قَوْلُكَ: قَدْ عَلِمَ الْمَسْلُومُونَ أَنَّ كُرْسِيَهُ تَعَالَى وَسِعَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَأَنَّ الْكُرْسِيَّ فِي الْعَرْشِ كَحَلْقَةِ مَلَقَاةٍ بِأَرْضِ فَلَاةٍ.
- فَلَيْتَ شِعْرِي إِذَا كَانَ حَدِيثُ الْأَوْعَالِ، بِدَلِّكَ عَلَى أَنَّ اللَّهَ فَوْقَ الْعَرْشِ، فَكَيْفَ يَجْمَعُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ طُلُوعِ الْمَلَائِكَةِ إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي فِيهَا اللَّهُ؟ وَكَيْفَ يَكُونُ مَعَ ذَلِكَ فِي السَّمَاءِ حَقِيقَةً؟ وَلَعَلَّكَ تَقُولُ: إِنْ الْمُرَادُ بِهِمَا جِهَةَ الْعُلُوِّ تَوْفِيقًا. فَلَيْتَ شِعْرِي أَيْمَكُنُ أَنْ تَقُولَ بَعْدَ هَذَا التَّوْفِيقِ الْعَارِي عَنِ التَّوْفِيقِ وَالتَّوْفِيقِ: إِنْ اللَّهُ فِي السَّمَاءِ حَقِيقَةً، وَعَلَى السَّمَاءِ حَقِيقَةً، وَفِي الْعَرْشِ حَقِيقَةً، وَعَلَى الْعَرْشِ حَقِيقَةً؟ ثُمَّ حَقِيقَةُ السَّمَاءِ هِيَ هَذِهِ الْمَشَاهِدَةُ الْمَحْسُوسَةُ يُطْلَقُ عَلَيْهَا هَذَا الْأِسْمُ مِنْ لَمْ يَخْطُرَ بِبَالِهِ السَّمَوِ. وَأَمَّا أَسْلُ الْإِشْتِقَاقِ فَذَلِكَ لَا مَزِيَةَ لَهَا فِيهِ عَلَى السَّقْفِ وَالسَّحَابِ. فَتَبَارَكَ اللَّهُ خَالِقَ الْعُقُولِ.
- 11 ثُمَّ قَوْلُكَ بَعْدَ ذَلِكَ: الْعَرْشُ مِنْ مَخْلُوقَاتِ اللَّهِ تَعَالَى، لَا نِسْبَةَ لَهُ إِلَّا قُدْرَةَ اللَّهِ وَعَظَمَتَهُ. وَقَعَ إِلَيْنَا "إِلَّا قُدْرَةَ اللَّهِ" فَإِنْ كَانَتْ بِأَلْفِ لَامٍ أَلْفَ كَمَا وَقَعَ إِلَيْنَا فَقَدْ نَفَيْتَ الْعَرْشَ وَجَعَلْتَ الْجِهَةَ هِيَ الْعَظْمَةُ وَالْقُدْرَةُ وَصَارَ مَعْنَى كَلِمَاكَ جِهَةَ اللَّهِ عَظْمَتَهُ وَقُدْرَتَهُ.
- وَالْآنَ قُلْتُ مَا لَا يَفْهَمُ، وَلَا قَالَ أَحَدٌ، وَإِنْ كَانَ كَلِمَاكَ بِأَلْفِ لَامٍ يَاءٌ، فَقَدْ صَدَقْتَ وَقُلْتَ الْحَقَّ. وَمَنْ قَالَ خِلَافَ ذَلِكَ؟ وَلِعَمْرِي قَدْ رَمَمْنَا لَكَ هَذَا الْكَلَامَ. وَلَقْنَاكَ إِصْلَاحَهُ.
- 12 ثُمَّ قُلْتُ: كَيْفَ يَتَرَوَّهُمْ بَعْدَ هَذَا أَنْ خَلَقَا يَحْصِرُهُ أَوْ يَحْوِيَهُ.
- قُلْنَا: نَعَمْ، وَمِنْ أَيِّ شَيْءٍ بَلَاؤُنَا إِلَّا مِمَّنْ يَدْعِي الْحَضَرَ أَوْ يُوهِمُهُ!
- 13 ثُمَّ قُلْتُ: وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: "وَأَصْلِبْنَكُمْ فِي جُدُوعِ النَّخْلِ". أَوْ مَا عَلِمْتَ أَنَّ التَّمَكُّنَ الْإِسْتِقْرَارِي حَاصِلٌ فِي الْجُدْعِ، فَإِنْ تَمَكَّنَ الْمَصْلُوبُ فِي الْجُدْعِ كَتَمَكَّنَ الْكَائِنُ فِي الظَّرْفِ. وَكَذَلِكَ الْحَكْمُ

فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: "قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْبَشَرَ الْأُولَىٰ ثُمَّ قُلُوا لِلَّهِ الْمَجْدُ وَالْحَمْدُ وَالْأُكْبَارُ كُلُّهَا وَمَا لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمَلَكُوتِ وَالْعَرْشِ الْعَظِيمِ". وَهَذَا الَّذِي ذَكَرْنَاهُ هُوَ الْجَوَابُ عَنْ حَدِيثِ الْأَوْعَالِ. وَحَدِيثِ قَبْضِ الرُّوحِ، وَحَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. وَحَدِيثِ أُمِّئَةَ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ. وَمَا قَالَ مِنْ قَوْلِهِ:

مَجِدُوا اللَّهَ فَهُوَ أَهْلٌ لِمَجْدِهِ رَبَّنَا فِي السَّمَاءِ أَمْسَى كَبِيرًا  
 14 فَيُقَالُ لِلْمُدَّعِي: إِنْ كُنْتَ تَرَوِيهِ "لِي السَّمَاءُ" فَقَطِّطْ. وَلَا تَتَّبِعْهَا "أَمْسَى كَبِيرًا". فَرُبَّمَا يُؤْهِمُ مَا تَدْعِيهِ، لَكِنْ لَا يَبْقَى شَعْرًا وَلَا قَافِيَةً، وَإِنْ كَانَ قَالَ: "رَبَّنَا فِي السَّمَاءِ أَمْسَى كَبِيرًا"، فَقُلْ مِثْلَ مَا قَالَ أُمِّئَةَ، وَعِنْدَ ذَلِكَ لَا يَدْرِي: هَلْ هُوَ كَمَا قُلْتَ: أَوْ قَالَ: إِنْ اللَّهُ كَبِيرٌ فِي السَّمَاءِ.  
 15 فَإِنْ قُلْتَ: وَهُوَ كَبِيرٌ فِي الْأَرْضِ فَلِمَ خَصَّتِ السَّمَاءُ؟

قُلْنَا: التَّخْصِيسُ بِمَا أَشْرْنَا إِلَيْهِ مِنْ أَنْ تَعْظِيمُ أَهْلِ السَّمَوَاتِ أَكْثَرَ مِنْ تَعْظِيمِ أَهْلِ الْأَرْضِ لَهُ. فَلَيْسَ فِي الْمَلَائِكَةِ مِنْ يَنْحُتُ حَجْرًا وَيَعْبُدُهُ. وَلَا فِيهِمْ دَهْرِي وَلَا مَعْطَلٌ وَلَا مِثْبَهُ. وَخَطَابُ أُمِّئَةَ لِكُفَّارِ الْعَرَبِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا هُبُلًا وَمَنَاةَ وَاللَّاتَ وَالْعِزَّى وَغَيْرَ ذَلِكَ مِنَ الْأَنْثَلَادِ. وَقَدْ عَلِمْتَ الْعَرَبُ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ أَعْلَمُ مِنْهُمْ، حَتَّى كَانُوا يَتَمَسَّكُونَ بِحَدِيثِ الْكَاهِنِ الَّذِي كَانَ يَتَلَقَّفُ مِنَ الْجِنِّ الَّذِي يَسْتَرِقُ الْكَلِمَةَ مِنَ الْمَلِكِ، فَيَضِيفُ إِلَيْهَا مِائَةَ كَذِبَةٍ فَكَيْفَ اعْتَقَادَهُمْ فِي الْمَلَائِكَةِ!! فَلِذَلِكَ احْتَجَّ عَلَيْهِمْ أُمِّئَةَ بِالْمَلَائِكَةِ، هَذَا لَيْسَ بِبَعِيدٍ وَلَا خِلَافَهُ قَطِيعِي.

16 ثُمَّ قَالَ: مِنَ الْمَعْلُومِ بِالضَّرُورَةِ أَنَّ الرَّسُولَ الْمُبْلَغَ عَنِ اللَّهِ أُلْقِيَ إِلَىٰ أُمَّةِ الْمَدْعُوبِينَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ عَلَى الْعَرْشِ وَأَنَّهُ فَوْقَ السَّمَاءِ. فَتَقُولُ لَهُ: هَذَا لَيْسَ بِصَحِيحٍ بِالصَّرِيحِ، بَلْ أُلْقِيَ إِلَيْهِمْ أَنَّ اللَّهَ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ. هَذَا الَّذِي تَوَاتَرَ مِنْ تَبْلِيغِ هَذَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا ذَكَرَهُ الْمُدَّعِي مِنْ هَذَا الْإِخْبَارِ. فَأَخْبَارُ آخَادٍ لَا يَصْدُقُ

عَلَيْهَا جَمْعٌ كَثْرَةٌ، وَلَا حِجَّةَ لَهُ فِيهَا. وَذَلِكَ وَاضِحٌ لِمَنْ سَمِعَ كَلَامَ  
الرُّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَزَلَهُ عَلَى اسْتِعْمَالِ الْعَرَبِ  
وَإِطْلَاقَاتِهَا، وَلَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهَا غَيْرَ لُغَتِهَا.

17 ثُمَّ قُلْتُ: كَمَا فَطَرَ اللَّهُ جَمِيعَ الْأُمَمِ عَرَبِيًّا وَعَجَمِيًّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ  
وَالْإِسْلَامِ إِلَّا مِنْ اجْتِلَالِهِ الشَّيَاطِينِ عَنْ فِطْرَتِهِ.

هَذَا كَلَامٌ مِنْ أَوَّلِهِ إِلَى آخِرِهِ مَعَارِضٌ بِالْمِيلِ وَالتَّرْجِيحِ مَعًا.  
18 ثُمَّ قُلْتُ: عَنِ السَّلَفِ فِي ذَلِكَ مِنَ الْأَقْوَالِ مَا لَوْ جَمَعْتَهُ لَبَلَّغْتَ مَائَتِينَ  
أَوْ أَلْفًا.

فَنَقُولُ: إِنْ أَرَدْتَ بِالسَّلَفِ سَلْفَ الْمَشْبَهَةِ كَمَا سَيَأْتِي فِي كَلَامِكَ،  
فَرُبَّمَا قَارَبْتَ، وَإِنْ أَرَدْتَ سَلْفَ الْأُمَّةِ الصَّالِحِينَ فَلَا حَرْفًا وَلَا شَطْرَ  
حَرْفٍ. وَهَذَا نَحْنُ مَعَكَ فِي مَقَامِ مَقَامٍ وَمُضْمَارٍ مِثْلَ مِثْلِهِ بِحَوْلِ اللَّهِ  
وَقُوَّتِهِ.

19 ثُمَّ قُلْتُ: لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَلَا سُنَّةِ رَسُولٍ وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِنْ  
سَلْفِ الْأُمَّةِ لَا مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَا مِنَ التَّابِعِينَ، حَرْفٌ وَاحِدٌ يُخَالِفُ  
ذَلِكَ، لَا نَصَّ وَلَا ظَاهِرًا.

قُلْنَا: وَلَا عَنْهُمْ كَمَا ادَّعَيْتَ أَنْتَ، وَلَا نَصَّ وَلَا ظَاهِرًا، وَقَدْ صَدَرَتْ أَوْلَا  
أَنَّكَ تَقُولُ مَا قَالَهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ  
وَالْأَنْصَارِ. ثُمَّ دَارَتْ الدَّائِرَةُ عَلَى أَنْ الْمُرَادُ بِالسَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ مِنَ  
الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ مَشَائِخِ عَقِيدَتِكَ وَعَزَلْتَ الْعَشْرَةَ وَأَهْلَ بَدْرٍ  
وَالْحُدَيْبِيَّةِ عَنِ السَّبْقِ وَالتَّابِعِينَ عَنِ الْمُتَابِعَةِ وَتَوَلَّى هَؤُلَاءِ لَا غَيْرَ.  
”اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ“.

20 ثُمَّ قَوْلُكَ: لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِنْهُمْ فَقَطْ: إِنَّ اللَّهَ لَيْسَ فِي السَّمَاءِ، وَلَا إِنَّهُ  
لَيْسَ عَلَى الْعَرْشِ، وَلَا إِنَّهُ بِلَدَاتِهِ فِي كُلِّ مَكَانٍ، وَلَا إِنْ جَمِيعَ الْأُمَمِ  
بِالنُّسْبَةِ إِلَيْهِ سِوَاءً، وَلَا إِنَّهُ دَاخِلُ الْعَالَمِ وَلَا خَارِجُهُ، وَلَا مُتَّصِلٌ وَلَا

مُنْفَصِل.

قُلْنَا: لقد عممت الدُّعْوَى، فذكرت ما لم تحط به علماء، وقد ذكرنا لك عن جَعْفَرِ الصَّادِقِ والجنيد والشبلي وجعفر بن بصير، وأبي عُثْمَانَ المغربي رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، مَا فِيهِ كِفَايَةٌ، فَإِنْ طَعَنْتَ فِي نَقْلِنَا، أَوْ فِي هَذِهِ السَّادَةِ، طَعْنَا فِي نَقْلِكَ، وَفِي مَنْ اسْتَدَّتْ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِ عَقِيدَتِكَ خَاصَّةً، فَلَمْ يُوَافِقْكَ عَلَى مَا ادَّعَيْتَهُ غَيْرَهُمْ.

21 ثُمَّ إِنَّكَ أَنْتَ الَّذِي قَدْ قَلْتِ مَا لَمْ يَقُلْهُ اللهُ، وَلَا رَسُولُهُ، وَلَا السَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، وَلَا مِنَ التَّابِعِينَ وَلَا مِنْ مَشَائِخِ الْأُمَّةِ الَّذِينَ لَمْ يَدْرِكُوا الْأَهْوَاءَ فَمَا نَطَقَ أَحَدٌ مِنْهُمْ بِحَرْفٍ لِي أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى فِي جِهَةِ الْعُلُوِّ. وَقَدْ قَلْتِ وَصَرَحْتِ وَبَحِثْتِ وَفَهَمْتِ بِأَنَّ مَا وَرَدَ مِنْ أَنَّهُ فِي السَّمَاءِ، وَفَوْقَ السَّمَاءِ، وَفِي الْعَرْشِ، وَفَوْقَ الْعَرْشِ، الْمُرَادُ بِهِ جِهَةُ الْعُلُوِّ. فَقُلْ لَنَا: مَنْ قَالَ هَذَا؟ هَلْ قَالَهُ اللهُ، أَوْ رَسُولُهُ، أَوْ السَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، أَوْ التَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ. فَلَمْ تَهْوُلْ عَلَيْنَا بِالْأُمُورِ الْمَغْمِغَةِ؟ وَبِاللَّهِ الْمُسْتَعَانَ.

22 ثُمَّ اسْتَدَلَّ عَلَى جَوَازِ الْإِشَارَةِ الْحَسِيَةِ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ وَنَحْوِهَا، بِمَا صَحَّ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خُطْبَةِ عَرَافَاتٍ جَعَلَ يَقُولُ: "أَلَا هَلْ بَلَغْتَ". فَيَقُولُونَ: نَعَمْ. فَيَرْفَعُ أُصْبُعَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَيْهِمْ، وَيَقُولُ: "اللَّهُمَّ اشْهَدْ"، غَيْرَ مَرَّةٍ.

وَمِنْ أَى دَلَالَةٍ يَدُلُّ هَذَا عَلَى جَوَازِ الْإِشَارَةِ إِلَيْهِ؟ هَلْ صَدَرَ مِنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنَّهُ رَفَعَ أُصْبُعَهُ ثُمَّ نَكَتُهَا إِلَيْهِمْ؟ هَلْ فِي ذَلِكَ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ رَفْعَهُ كَانَ يُشِيرُ بِهِ إِلَى جِهَةِ اللهِ تَعَالَى؟ وَلَكِنْ هَذَا مِنْ عَظِيمِ مَا رَسَخَ فِي ذَهْنِ هَذَا الْمُدَّعِيِّ مِنْ حَدِيثِ الْجِهَةِ، حَتَّى إِنَّهُ لَوْ سَمِعَ مَسْأَلَةَ مَنْ عَوِيصَ الْفَرَائِضَ وَالْوَصَايَا وَأَحْكَامَ الْحَيْضِ. لَقَالَ: هَذِهِ دَالَّةٌ عَلَى الْجِهَةِ.

ثُمَّ أَتَى بِالطَّامَةِ الْكُبْرَى وَالذَّاهِيَةَ الدُّهْيَاءِ (سُخْتِ مَصِيْبِتِ). وَقَالَ: فَإِنْ كَانَ الْحَقُّ فِي مَا يَقُولُهُ هَؤُلَاءِ السُّلِقُونَ النَّاظِرُونَ مِنْ هَذِهِ الْعِبَارَاتِ وَنَحْوِهَا، دُونَ مَا يَفْهَمُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، إِمَّا لِنَصِّ أَوْ ظَاهِرٍ، فَكَيْفَ يَجُوزُ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى، ثُمَّ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ عَلَى خَيْرِ الْأُمَّةِ: أَنَّهُمْ يَتَكَلَّمُونَ دَائِمًا بِمَا هُوَ نَصٌّ أَوْ ظَاهِرٌ فِي خِلَافِ الْحَقِّ الَّذِي يَجِبُ اعْتِقَادُهُ لَا يَبْجُحُونَ (ظَاهِرُ كَرْنَا)، بِالْحَقِّ الَّذِي يَجِبُ اعْتِقَادُهُ قَطُّ، وَلَا يَدُلُّونَ عَلَيْهِ، لَا نَصًّا وَلَا ظَاهِرًا، حَتَّى يَجِيءَ أَتْبَاطُ الْفَرَسِ وَالرُّومِ وَأَفْرَاحُ الْهِنْدِ يَبِينُونَ لِلْأُمَّةِ الْعَقِيدَةَ الصَّحِيحَةَ، الَّتِي يَجِبُ عَلَى كُلِّ مُؤَلِّفٍ أَوْ فَاضِلٍ أَنْ يَعْتَقِدَهَا. لَيْسَ كَانَ مَا يَقُولُهُ هَؤُلَاءِ الْمُتَكَلِّمُونَ الْمُتَكَلِّفُونَ، هُوَ الْإِعْتِقَادُ الْوَاجِبُ، وَهُمْ مَعَ ذَلِكَ أَحْيَلُوا فِي مَعْرِفَتِهِ عَلَى مُجَرَّدِ عُقُولِهِمْ، وَأَنْ يَدْفَعُوا بِمَا اقْتَضَى قِيَاسُ عُقُولِهِمْ مَا دَلَّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ، نَصًّا أَوْ ظَاهِرًا. لَقَدْ كَانَ تَرَكَ النَّاسُ بِلَا كِتَابٍ وَلَا سُنَّةٍ أَهْدَى لَهُمْ وَأَنْفَعُ عَلَى هَذَا التَّقْدِيرِ، بَلْ كَانَ وَجُودُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ ضَرُورًا مَحْضًا فِي أَصُولِ الدِّينِ، فَإِنْ حَقِيقَةٌ الْأَمْرُ عَلَى مَا يَقُولُهُ هَؤُلَاءِ: أَنْكُمْ يَا مَعْشَرَ الْعِبَادِ لَا تَطْلُبُوا مَعْرِفَةَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَمَا يَسْتَحِقُّ مِنَ الصِّفَاتِ نَفِيًّا وَلَا إِبْتِئَاتًا، لَا مِنَ الْكِتَابِ وَلَا مِنَ السُّنَّةِ، وَلَا مِنْ طَرِيقِ سَلْفِ الْأُمَّةِ، وَلَكِنْ انظُرُوا أَنْتُمْ، فَمَا وَجَدْتُمُوهُ مُسْتَحَقًّا لَهُ مِنَ الصِّفَاتِ فَصَفُوهُ بِهِ، سِوَاءِ كَانَ مَوْجُودًا فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ أَوْ لَمْ يَكُنْ، وَمَا لَمْ تَجِدُوهُ مُسْتَحَقًّا لَهُ فِي عُقُولِكُمْ فَلَا تَصِفُوهُ بِهَا.

ثُمَّ قَالَ: هُمَا فَرِيقَانِ، أَكْثَرُهُمْ يَقُولُونَ: مَا لَمْ تَثْبِتْهُ عُقُولُكُمْ فَانْفُوهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: بَلْ تَوَقَّفُوا فِيهِ. وَمَا نَفَاهُ قِيَاسُ عُقُولِكُمْ الَّذِي أَنْتُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ وَمُضْطَرِبُونَ، اخْتِلَافًا أَكْثَرَ مِنْ جَمِيعِ اخْتِلَافِ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ فَانْفُوهُ، وَإِلَيْهِ عِنْدَ التَّنَازُعِ فَارْجِعُوا. فَإِنَّ الْحَقَّ الَّذِي تَعْبُدُنَّكُمْ



بِهِ. وَمَا كَانَ مَذْكُورًا فِي الْكِتَابِ وَالسَّنَةِ مِمَّا يُخَالَفُ قِيَاسَكُمْ هَذَا، أَوْ يثبت مَا لَمْ تُدْرِكْهُ عَقُولُكُمْ، عَلَى طَرِيقَةٍ أَكْثَرَهُمْ، فاعلموا انى امتحنكم، لا لتعلموا بتزويله، لَا لِتَأْخُذُوا الْهَدَى مِنْهُ، لَكِنْ لِتَجْتَهِدُوا فِي تَخْرِيجِهِ عَلَى شِوَاذِ اللُّغَةِ وَوَحْشَى الْأَلْفَاظِ وَغَرَائِبِ الْكَلَامِ، أَوْ تَسْكُنُوا عَنْهُ مَفُوضِينَ عِلْمَهُ إِلَى اللَّهِ مَعَ نَفْيِ دَلَالَتِهِ عَلَى شَيْءٍ مِنَ الصِّفَاتِ. هَذَا حَقِيقَةُ الْأَمْرِ عَلَى رَأْيِ الْمُتَكَلِّمِينَ. هَذَا مَا قَالَهُ، وَهُوَ الْمَوْضِعُ الَّذِي صَرَعَ فِيهِ وَتَخَبَّطَهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ.

### 3.5: -نصوص المتشابهات والتاويل فيها

25 فَنَقُولُ لَهُ: مَا تَقُولُ فِيمَا وَرَدَ مِنْ ذِكْرِ الْعُيُونِ بِصِفَةِ الْجَمْعِ، وَذِكْرِ الْجَنْبِ، وَذِكْرِ السَّاقِ الْوَاحِدِ؛ وَذِكْرِ الْأَيْدِي؟ فَإِنْ أَخَذْنَا بِظَاهِرِ هَذَا يَلْزِمُنَا إِثْبَاتُ شَخْصٍ لَهُ وَجْهٌ وَاحِدٌ، وَعَلَيْهِ عُيُونٌ كَثِيرَةٌ، وَلَهُ جَنْبٌ وَاحِدٌ، وَعَلَيْهِ أَيْدٍ كَثِيرَةٌ، وَلَهُ سَاقٌ وَاحِدٌ، فَأَيُّ شَخْصٍ يَكُونُ فِي الدُّنْيَا أَبْشَعُ مِنْ هَذَا، وَإِنْ تَصَرَّفَتْ فِيهِ هَذَا بِجَمْعٍ وَتَفْرِيقٍ بِالتَّأْوِيلِ، فَلَمَّا لَمْ يَذْكُرْهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَسَلَفُ الْأُمَّةِ؟

26 وَقَوْلُهُ تَعَالَى فِي الْكِتَابِ الْعَزِيزِ: "اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ". فَكُلُّ عَاقِلٍ يَعْلَمُ أَنَّ النُّورَ الَّذِي عَلَى الْحَيْطَانِ وَالسَّقُوفِ وَفِي الطَّرِيقِ وَالْحَشُوشِ لَيْسَ هُوَ اللَّهُ تَعَالَى. وَلَا قَالَتِ الْمَجُوسُ بِذَلِكَ. فَإِنْ قُلْتَ بِأَنَّهُ هَادِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمُنُورُهَا، فَلَمْ لَا قَالَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَلَا رَسُولُهُ وَلَا سَلَفُ الْأُمَّةِ؟

27 وَوَرَدَ قَوْلُهُ تَعَالَى: "وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ". وَذَلِكَ يَقْتَضِي أَنَّ يَكُونُ اللَّهُ دَاخِلَ الزَّرْدَمَةِ (مَوْضِعِ الْإِبْتِلَاعِ: سِرَّادِ الْكَلْبِ) فِي رَمْيَانِ كَاكُوشْتِ يَأْخُذُ فِيهِ نِجْلُ الْكَلْبِ، فَلَمْ لَمْ يُبَيِّنْهُ اللَّهُ وَلَا رَسُولُهُ وَلَا سَلَفُ الْأُمَّةِ.

- 28 وَقَالَ تَعَالَى: "وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ". وَمَعْلُومٌ أَنَّ التَّقَرُّبَ لِمَى الْجِهَةَ لَيْسَ إِلَّا بِالْمَسَافَةِ فَلَمْ لَمْ يُبَيِّنْهُ اللهُ تَعَالَى وَلَا رَسُولُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا سَلْفُ الْأُمَّةِ.
- 29 وَقَالَ تَعَالَى: "فَإِنَّمَا تَوَلَّوْا فِئْمَ وَجْهِ اللهِ"، وَقَالَ تَعَالَى: "وَجَاءَ رَبُّكَ"، وَقَالَ تَعَالَى: "فَأَتَى اللهُ بِنِيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ"، وَقَالَ تَعَالَى: "مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحَدَّثٌ".
- 30 وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِكَايَةً عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ: "مَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شَبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَمَنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتَهُ هَرْوَلَةً". وَمَا صَحَّ فِي الْحَدِيثِ: "أَجِدُ نَفْسَ الرَّحْمَنِ مِنْ قَبْلِ الْيَمَنِ"، وَمَنْ قَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ يَمِينُ اللهِ فِي الْأَرْضِ"، وَمَنْ قَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِكَايَةً عَنْ رَبِّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى: "أَنَا جَلِيسٌ مِنْ ذِكْرِي".

### 3.6: رد شبهات ابن تيمية

- 31 وَكُلُّ هَذِهِ هَلْ تَأْمَنُ مِنَ الْمَجْسَمِ أَنْ يَقُولَ لَكَ: ظَوَاهِرُ هَذِهِ كَثْرَةٌ تَفَوَّتْ (غلبنا) الْحَضْرَ أضعافَ أَحَادِيثِ الْجِهَةِ، فَإِنْ كَانَ الْأَمْرُ كَمَا يَقُولُ فِي نَفْسِ الْجِسْمِيَّةِ، مَعَ أَنَّهُ لَمْ يَأْتِ فِي شَيْءٍ مِنْ هَذِهِ مَا يَبِينُ خِلَافَ ظَوَاهِرِهَا، لَا عَنْ اللهِ تَعَالَى وَلَا عَنْ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا عَنْ سَلْفِ الْأُمَّةِ. فَحِينَئِذٍ يَكِيلُ لَكَ الْمَجْسَمُ بِصَاعِكَ، وَيَقُولُ لَكَ: لَوْ كَانَ الْأَمْرُ كَمَا قُلْتَ، لَكَانَ تَرَكَ النَّاسُ بِلَا كِتَابٍ وَلَا سَنَةِ أَهْدَى لَهُمْ.
- وإن قلت: إن العموميات قد بينت خلاف ظواهر هذه، لم نجد منها نافية للجسمية إلا وهو ناف للجهة.
- 32 ثُمَّ مَا يُؤْمِنُكَ مِنْ تَنَاسُخِي يَفْهَمُ مِنْ قَوْلِهِ: "فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ"

رکبک“ مذہبہ؟ من معطل يفهم من قوله تعالى: ”مِمَّا تَنْبِت الْأَرْضُ“  
 مُرَادِهِ. فَحِينَئِذٍ لَا تَجِدُ مَسَاغًا لِمَا نَعَصَ (س، ن؛ کھانے یا پانی سے پھسدا  
 لگتا، اچھولگتا) بِهِ مِنْ ذَلِكَ إِلَّا الْأَدِلَّةَ الْخَارِجَةَ عَنْ هَذِهِ الْأَلْفَافِ. ثُمَّ  
 صَارَ حَاصِلُ كَلَامِكَ أَنَّ مَقَالََةَ الشَّافِعِيَّةِ وَالْحَنَفِيَّةِ وَالْمَالِكِيَّةِ، يُلْزِمُهَا  
 أَنْ يَكُونَ تَرْكُ النَّاسِ بِلَا كِتَابٍ وَلَا سُنَّةٍ أَهْدَى لَهُمْ. أَفْتَرَاهُمْ  
 يَكْفُرُونَكَ بِذَلِكَ أَمْ لَا؟

ثُمَّ جَعَلْتَ أَنْ مُقْتَضَى كَلَامِ الْمُتَكَلِّمِينَ، أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَرَسُولَهُ وَسَلَفَ  
 الْأُمَّةِ تَرَكُوا الْعَقِيدَةَ حَتَّى بَيْنَهَا هَوَلَاءِ. فَقُلْنَا: إِنْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ  
 وَسَلَفُ الْأُمَّةِ بَيْنُوهُمَا، ثُمَّ انْقَلَبَ عَنْهُمْ أَنَّهُمْ قَالُوا كَمَا تَقُولُ: إِنْ اللَّهُ تَعَالَى  
 فِي جِهَةِ الْعُلُوِّ لَا فِي جِهَةِ السُّفْلِ، وَإِنَّ الْإِشَارَةَ الْحَسِيَّةَ جَائِزَةً إِلَيْهِ.  
 فَإِذَا لَمْ تَجِدْ ذَلِكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى، وَلَا كَلَامِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا كَلَامِ أَحَدٍ مِنَ الْعَشْرَةِ، وَلَا كَلَامِ أَحَدٍ مِنَ السَّابِقِينَ  
 الْأَوَّلِينَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ. فَعَدَّ عَلِيٌّ نَفْسَكَ  
 بِاللَّائِمَةِ. وَقُلْ: لَقَدْ أَلْزَمْتُ الْقَوْمَ بِمَا لَا يُلْزِمُهُمْ، وَلَوْ لَزِمَهُمْ لَكَانَ  
 عَلَيْكَ اللُّومُ.

ثُمَّ قُلْتَ عَنِ الْمُتَكَلِّمِينَ: إِنَّهُمْ يَقُولُونَ: مَا يَكُونُ عَلِيٌّ وَفُقِّي قِيَاسِ  
 الْعُقُولِ فَقُولُوهُ، وَإِلَّا فَانْفَوْهُ. وَالْقَوْمُ لَمْ يَقُولُوا ذَلِكَ، بَلْ قَالُوا: صِفَةُ  
 الْكَمَالِ يَجِبُ ثُبُوتُهَا لِلَّهِ، وَصِفَةُ النُّقْصِ يَجِبُ نَفْيُهَا عَنْهُ. كَمَا قَالَ  
 الْإِمَامُ أَحْمَدُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

قَالُوا: وَمَا وَرَدَ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى وَمِنْ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 فَلْيَعْرِضْ عَلَيَّ لُغَةَ الْعَرَبِ، الَّتِي أَرْسَلَ اللَّهُ تَعَالَى مُحَمَّدًا بَلِّغْتَهَا، كَمَا  
 قَالَ تَعَالَى: ”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ“. فَمَا فَهَمْتَ  
 الْعَرَبَ فَافْهَمَهُ، وَمَنْ جَاءَكَ بِمَا يُخَالِفُهُ فَاذْبُذْ كَلَامَهُ نَبْذِ الْحَدَاءِ  
 الْمَرْقَعِ (پیوند لگا ہوا)، وَأَضْرِبْ بِقَوْلِهِ خَائِطَ الْحَشِّ (کچھوروں کا

جھنڈ: پاخانہ).

36 ثم نعقد فصلا إن شاء الله تعالى. بعد إفساد ما نزع به في سبب ورود هذه الآيات على هذا الوجه، فإنه إنما تلقف ما نزع به - في مخالفة الجماعة، وأساء القول على الأمة - من حثالة الملاحدة الطاعنين في القرآن. وسنين إن شاء الله تعالى ضلالهم. ويعلم إذ ذاك من هو من فراح الفلاسفة والهنود، ثم لو استحيى الغافل لعرف مقدار علماء الأمة رحمهم الله تعالى. ثم هل رأى من رد على الفلاسفة والهنود والروم والفرس غير هؤلاء الذين جعلهم فرائضهم؟ وهل اتكلوا في الرد على هذه الطوائف على قوم لا عقل لهم ولا بصيرة ولا إدراك؟ ثم يذرونهم يستدلون على إثبات الله تعالى في الحجج على منكره بالنقل، وعلى منكري النبوة بالنقل حتى يصير موضة للماضغ؟ وضحكة للمستهزئ؟ وشماتة للعدو؟ وفرحا للحسود؟ وفي قصة الحسن بن زياد اللؤلؤي عبرة للمعتبر.

37 ثم أخذ بعد هذا في أن الأمور العامة إذا نفيت عنها إنما يكون دلالتها على سبيل الإلغاز. قلنا: وكذلك المجسم يقول لك: دلالة الأمور العامة على نفي الجسمية إلغاز.

38 ثم قال بعد هذا: يا سبحان الله كيف لم يقل الرسول صلى الله عليه وسلم يوما من الدهر، ولا أحد من سلف الأمة: هذه الآيات والأحاديث لا تعتقدوا ما دلت عليه؟ فيقال له: ما الذي دلت عليه حتى يقولوا إنه لا يعتقد؟ هذا تشنيع بحث (محض خالص).

39 ثم يقول لك المجسم: يا سبحان الله لم لم يقل رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا أحد من سلف الأمة: إن الله تعالى ليس بجسم، ولا قالوا: لا تعتقدوا من الأحاديث الموهمة للجسمية ظواهرها؟

40 ثم استدل بقوله صلى الله عليه وسلم في صفة الفرقة الناجية: "هو

من كَانَ عَلَىٰ مِثْلِ مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي“. قَالَ الْمُدَّعِي: فَهَلَا  
قَالَ: من تمسك بظواهر القرآن في آيات الاعتقاد فهو ضال، وإنما  
الهدى رجوعكم إلى مقاييس عقولكم.

41 فليعلم الناظر أنه ها هنا باهت وزخرف وتشبع بما لم يُعْطَ، فإنه قد  
ثبت أن طريق رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه رضى الله  
عنهم: الكف عن ذلك. فماتحن الآمرون به، وأنه هو ليس  
بساكت، بل طريقه الكلام، وأمر الدهماء بوصف الله تعالى بجهة  
العلو، وتجويز الإشارة الحسية إليه. فليت شعري من الموافق  
رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه؛ ولكن صدق القائل:  
رمتني بدائها وانسلت.

41 ثم المجسم يقول له - حذو النعل بالنعل - ما قاله لنا. ونقول له: لم لا  
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الناحية من قال إن الله في جهة  
العلو، وإن الإشارة الحسية إليه جائزة؟" فإن قال: هذه طريقة السلف  
وطريقة الصحابة. قلنا: من أين لك هذا؟ ثم لا تامن من كل مبتدع  
أن يدعى ذلك.

42 ثم أفاد المدعى وأسنده أن هذه المقالة مأخوذة من تلامذة اليهود  
والمشركين وضلال الصابئين. قال: فإن أول من حفظ عنه هذه  
المقالة..... الجعد بن درهم وأخذها عنه جهم ابن صفوان، وأظهرها  
فنسبت مقالة الجهمية إليه. قال: والجعد، أخذها عن أبان بن  
سُمعان، وأخذها أبان من طالوت بن أخت لبيد بن الأعصم، وأخذها  
طالوت من لبيد اليهودي الذي سحر النبي صلى الله عليه وسلم.  
قال: وكان الجعد هذا فيما يقال من أهل حران.

43 فيقال له: أيها المدعى أن هذه المقالة مأخوذة من تلامذة اليهود، قد  
خالفت الضرورة في ذلك. فإنه ما يخفى على جميع الخواص

وَكَثِيرٍ مِنَ الْعَوَامِ أَنَّ الْيَهُودَ مَجْسَمَةٌ مَشْبَهَاتٌ. فَكَيْفَ يَكُونُ ضِدُّ  
التَّجْسِيمِ وَالتَّشْبِيهِ مَاخُودًا عَنْهُمْ؟ وَأَمَّا الْمُشْرِكُونَ فَكَانُوا عِبَادَ  
أَوْثَانٍ. وَقَدْ بَيَّنَّتِ الْأَيْمَةُ أَنَّ عِبَادَةَ الْأَصْنَامِ تَلَامِذَةُ الْمَشْبَهَةِ. وَأَنَّ أَصْلَ  
عِبَادَةِ الصَّنَمِ التَّشْبِيهِ. فَكَيْفَ يَكُونُ نَفْيُهُ مَاخُودًا عَنْهُمْ؟ وَأَمَّا الصَّابِئَةُ  
فَبِلِسَانِهِمْ مَعْرُوفٌ وَإِقْلِيمِهِمْ مَشْهُورٌ. وَهَلْ نَحْنُ مِنْهُ أَوْ خَصْمُونَا؟ وَأَمَّا  
تَكْوِينُ الْجَعْدِ ابْنِ دِرْهَمٍ مِنْ أَهْلِ حِرَانَ فَالنَّسَبَةُ صَحِيحَةٌ، وَتَرْتِيبُ هَذَا  
السَّنَدِ الَّذِي ذَكَرَهُ سَيَسْأَلُهُ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِ بِالْمُرْصَادِ.  
وَلَيْتَ لَوْ أَتْبَعَهُ أَنَّ سَنَدَ دَعْوَاهُ وَعَقِيدَتَهُ أَنَّ فِرْعَوْنَ ظَنَّ أَنَّ إِلَهَ مُوسَى لِي  
السَّمَاءِ!

44 ثُمَّ أَضَافَ الْمَقَالَةَ إِلَى بَشَرِ الْمَرِيَسِيِّ، وَذَكَرَ أَنَّ هَذِهِ التَّأْوِيلَاتُ هِيَ  
الَّتِي أَبْطَلَهَا الْأَيْمَةُ. وَرَدَّ بِهَا عَلَى بَشَرٍ. وَأَنَّ مَا ذَكَرَهُ الْأُسْتَاذُ أَبُو بَكْرٍ  
بَنَ فُورِكَ وَالْإِمَامَ فَخْرَ الدِّينِ الرَّازِيَّ، قَدَسَ اللَّهُ رُوحَهُمَا، هُوَ مَا  
ذَكَرَهُ بَشَرٌ، وَهَذَا بَهْرَجٌ (بَاطِلٌ، رَدِيٌّ) لَا يَثْبُتُ عَلَى مَحَكِّ النَّظَرِ  
الْقَوِيمِ، وَلَا مَعْيَارِ الْفِكْرِ الْمُسْتَقِيمِ. فَإِنَّهُ مِنَ الْمَحَالِّ أَنْ تَنْكَرَ الْأَيْمَةُ  
عَلَى بَشَرٍ أَنْ يَقُولَ مَا تَقُولُهُ الْعَرَبُ. وَهَذَا إِي مَامَانِ مَا قَالَا إِلَّا مَا قَالَهُ  
الْعَرَبُ وَمَا الْإِنْكَارُ عَلَى بَشَرٍ إِلَّا فِيمَا يُخَالَفُ فِيهِ لُغَةُ الْعَرَبِ؟ وَأَنَّ  
يَقُولُ عَنْهَا مَا لَمْ تَقُلْهُ.

45 ثُمَّ أَخَذَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي تَصْدِيقِ عِزَّتِهِ إِلَى الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ رَضِيَ  
اللَّهُ عَنْهُمْ، وَشَرَعَ فِي النُّقْلِ عَنْهُمْ، فَقَالَ: قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: كُنَّا،  
وَالتَّابِعُونَ مُتَوَافِرُونَ، نَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ - تَعَالَى ذَكَرَهُ - فَوْقَ عَرْشِهِ.

فَنَقُولُ لَهُ: أَوَّلُ مَا بَدَأَتْ بِهِ الْأَوْزَاعِيُّ وَطَبَقَتْهُ وَمِنْ بَعْدِهِمْ، فَأَيْنَ السَّابِقُونَ  
الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ؟ وَأَمَّا قَوْلُ الْأَوْزَاعِيِّ فَأَنْتَ قَدْ  
خَالَفْتَهُ، وَلَمْ تَقُلْ بِهِ، لِأَنَّكَ قُلْتَ: إِنَّ اللَّهَ لَيْسَ فَوْقَ عَرْشِهِ، لِأَنَّكَ  
قَرَّرْتَ أَنَّ الْعَرْشَ وَالسَّمَاءَ لَيْسَ الْمُرَادُ بِهِمَا إِلَّا جِهَةُ الْعُلُوِّ. وَقُلْتَ:

المُرَاد من فوق عَرْشِهِ، وَالسَّمَاءُ ذَلِكَ. فَقَدْ خَالَفت قول الأوزاعي صَرِيحًا، مَعَ أَنَّكَ لَمْ تَقُلْ قَطُّ مَا يَفْهَمُ، فَإِنْ قَرَرْتَ أَنَّ السَّمَاءَ فِي العَرْشِ كحَلْقَةِ مَلَقَاةٍ فِي فِلَاةٍ، فَكَيْفَ تَكُونُ هِيَ هُوَ؟ ثُمَّ مِنْ أَيْنَ لَكَ صِحَّةُ هَذَا النُّقْلِ عَنِ الأوزاعي؟ وَبَعْدَ مَسَامَحَتِكَ فِي كُلِّ ذَلِكَ. مَا قَالَ الأوزاعي: اللَّهُ فَوْقَ العَرْشِ حَقِيقَةً، فَمِنْ أَيْنَ لَكَ هَذِهِ الزِّيَادَةُ؟ وَنَقَلَ عَنِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَالثَّوْرِيِّ وَاللَّيْثِ وَالْأوزاعي، أَنَّهُمْ قَالُوا فِي أَحَادِيثِ الصِّفَاتِ: أَمْرُهَا كَمَا جَاءَتْ.

فَيُقَالُ لَهُ: لِمَ لَا أُمْسِكُ عَلَى مَا أَمَرْتُ بِهِ الأئمة؟ بَلِ وَصَفْتَ اللَّهَ بِجِهَةِ العُلُوقِ وَلَمْ يَرُدْ بِذَلِكَ خَبْرٌ. وَلَوْ بَدَلْتَ قَرَابَ الأَرْضِ ذَهَبًا عَلَى أَنْ تَسْمَعَهَا مِنْ عَالِمِ رَبَانِي لَمْ تَفْرَحْ بِذَلِكَ، بَلِ تَصْرَفْتَ وَنَقَلْتَ عَلَى مَا خَطَرَ لَكَ، وَمَا أَمَرْتُ وَلَا أَقَرَرْتُ وَلَا امْتَثَلْتُ مَا نَقَلْتَهُ عَنِ الأئمة.

47 وروى قول ربيعة ومالك: الاستواء غير مجهول، فليت شعري! من قَالَ إِنَّهُ مَجْهُولٌ؟ بَلِ أَنْتَ زَعَمْتَ أَنَّهُ لِمَعْنَى عَيْنَتِهِ، وَأَرَدْتَ أَنْ تَعْرُوهَ إِلَى الْإِيمَانِيِّينَ، وَنَحْنُ لَا نَسْمَحُ لَكَ بِذَلِكَ.

48 ثُمَّ نَقَلَ عَنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ لِلسَّائِلِ: الْإِيمَانُ بِهِ وَاجِبٌ وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدَعَةٌ وَمَا أَرَاكَ إِلَّا مُبْتَدِعًا. فَأَمْرٌ بِهِ فَأُخْرِجُ. فَيُقَالُ لَهُ: لَيْتَ شِعْرِي! مِنْ امْتَثَلْنَا قَوْلَ مَالِكٍ؟ هَلْ امْتَثَلْنَاهُ نَحْنُ، حَيْثُ أَمَرْنَا بِالْإِمْسَاكِ، وَالْجَمْعُ العَوَامِ عَنِ الخَوْضِ فِي ذَلِكَ، أَوِ الَّذِي جَعَلَهُ دِرَاسَةً، يُلْقِيهِ وَيُلْفِقُهُ (الحديث: باطل من مزين كرنا) وَيُلْقِنُهُ وَيَكْتِبُهُ وَيُدْرِسُهُ، وَيَأْمُرُ العَوَامَ بِالخَوْضِ فِيهِ؟ وَهَلْ أَنْكَرَ عَلَى المُسْتَفْتَى فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ بَعَيْنَهَا، وَأَخْرَجَهُ، كَمَا فَعَلَ مَالِكٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِيهَا بَعَيْنَهَا؟ وَعِنْدَ ذَلِكَ يَعْلَمُ أَنَّ مَا نَقَلَهُ عَنِ مَالِكٍ حُجَّةٌ عَلَيْهِ لَا لَهُ.

49 ثُمَّ نَقَلَ عَنِ عَبْدِ العَزِيزِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ المَاجِشُونَ، أَنَّهُ قَالَ: وَقَدْ سُئِلَ عَمَّا جَعَدْتَ بِهِ الْجَهْمِيَّةَ: أَمَا بَعْدًا فَقَدْ فَهَمْتَ فِيمَا سَأَلْتَ

فِيمَا تَتَابَعَتِ الْجَهْمِيَّةُ وَمَنْ خَالَفَهَا فِي صِفَةِ الرَّبِّ الْعَظِيمِ الَّتِي فَالَتِ  
عَظَمَتُهُ الوُصْفُ وَالْعُقْدِيرُ، وَكَذَلِكَ الألسنُ عَنْ تَفْسِيرِ صَفْعِهِ،  
وَالسَّحَسَرَتِ العُقُولُ دُونَ مَعْرِفَةِ قُدْرَتِهِ، رَدَّتْ عَظَمَتُهُ العُقُولَ فَلَمْ تَجِدْ  
مَسَاغًا فَرَجَعَتْ خَاسِئَةً وَهِيَ حَسِيرَةٌ، وَإِنَّمَا أَمْرُوا بِالنَّظَرِ وَالتَّفَكُّرِ فِيمَا  
خَلَقَ بِالتَّقْدِيرِ، وَإِنَّمَا يُقَالُ "كَيْفَ" لِمَنْ لَمْ يَكُنْ مَرَّةً ثُمَّ كَانَ. فَأَمَّا  
الَّذِي لَا يَحُولُ، وَلَا يَزُولُ، وَلَمْ يَزَلْ، وَلَيْسَ لَهُ مِثْلٌ، فَإِنَّهُ لَا يَعْلَمُ كَيْفَ  
هُوَ إِلَّا هُوَ، وَكَيْفَ يَعْرِفُ قَدْرَ مَنْ لَمْ يَبْدَأْ وَمَنْ لَا يَمُوتُ وَلَا يَبْلَى؟  
وَكَيْفَ يَكُونُ لَصِفَةِ شَيْءٍ مِنْهُ حَدٌّ أَوْ مُنْتَهَى يَعْرِفُهُ عَارِفٌ، أَوْ يَحُدُّ  
قُدْرَهُ وَاصِفٌ؟ عَلَيَّ أَنَّهُ الحَقُّ المُبِينُ، لَا حَقَّ أَحَقُّ مِنْهُ، وَلَا شَيْءَ أَبِينُ  
مِنْهُ.

50 وَالذَّلِيلُ عَلَيَّ عَجَزَ العُقُولُ عَنْ تَحْقِيقِ صِفَتِهِ عَجَزَهَا عَنْ تَحْقِيقِ صِفَةِ  
أَصْغَرَ خَلْقِهِ، فَلَا تَكَادُ تَرَاهُ صَغِيرًا يَحُولُ وَيَزُولُ، وَلَا يَرَى لَهُ سَمْعٌ وَلَا  
بَصَرٌ، بَلْ مَا يَتَقَلَّبُ (إِثْنِي مَرَضِي سَ تَصْرَفُ كَرْنَا) بِهِ وَيَحْتَالُ (حِيلَهُ كَرْنَا) مَنْ  
عَقَلَهُ أَعْضَلَ بَكَ وَأَخْفَى عَلَيْكَ مِمَّا ظَهَرَ مِنْ سَمْعِهِ وَبَصَرِهِ.  
فَتَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنَ الخَالِقِينَ وَخَالِقَ العَالَمِينَ، وَسَيِّدَ السَّادَاتِ  
وَرَبَّهُمْ.

51 ثُمَّ نَقَلَ عَنْهُ الأَحَادِيثَ الوَارِدَةَ فِي الصِّفَاتِ، وَذَكَرَ قَوْلَهُ: "وَالأَرْضُ  
جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ القِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ". قَالَ: فَوَاللَّهِ  
مَا دَلَّهُمْ عَلَيَّ عَظِيمٌ مَا وَصَفَ مِنْ نَفْسِهِ، وَمَا تَحِيطَ بِهِ قَبْضَتُهُ إِلَّا صَغَرَ  
نَظَرُهَا مِنْهُمْ عِنْدَهُمْ أَنَّ ذَلِكَ الَّذِي أَلْقَى فِي رُوعِهِمْ وَخَلَقَ عَلَيَّ  
مَعْرِفَةَ قُلُوبِهِمْ. فَمَا وَصَفَ مِنْ نَفْسِهِ فَسَمَاهُ عَلَيَّ لِلسَّانِ رَسُولَ اللهِ  
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَمِيئًا كَمَا سَمَاهُ، وَلَمْ تَتَكَلَّفْ مِنْهُ صِفَةَ مَا  
سَوَاهُ، لَا هَذَا وَلَا هَذَا، لَا نَجْحِدُ مَا وَصَفَ، وَلَا نَتَكَلَّفُ مَعْرِفَةَ مَا لَمْ  
يَصِفْ. وَبَسَطَ المَاجِسُونَ كَلَامَهُ فِي تَقْرِيرِ هَذَا. فَنَقُولُ لِهَذَا الحَاكِي:



نعم الحجّة اثبت بها، وَلَكِنْ لَنَا، وَنعم السّلاح حملت، وَلَكِنْ لِلْعِدَى  
(إعداد، جمع عَدُوٌّ كى بمعنى دشمن).

52 أما كلام عبد العزيز رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَمَا ذَكَرَ مِنْ كِبْرِيَاءِ اللهِ وَعَظَمَتِهِ،  
وَأَنَّهَا تَحِيرُ الْعُقُولَ وَتَشْدَهُ (دهش) الْفُهُومَ. فَهَذَا قَالَه الْعُلَمَاءُ نِظْمًا  
وَنَشْرًا. وَأَنْتَ أَرْزَيْتَ (عابه) عَلَى سَادَاتِ الْأَيْمَةِ وَأَعْلَامِ الْأُمَّةِ فِي ثَلَاثِي  
صَفْحَةٍ نَزَعْتَ بِهَا، حَيْثُ اعْتَرَفُوا بِالْعَجْزِ وَالتَّقْصِيرِ، وَنَعَيْتَ عَلَيْهِمْ  
ذَلِكَ، وَعَدَدْتَهُ عَلَيْهِمْ ذُنُوبًا، وَأَنْتَ مَعْدُورٌ وَهُمْ مَعْدُورُونَ، وَجَعَلْتَ  
قَوْلَ عَبْدِ الْعَزِيزِ حِجَّتَكَ. وَقَدْ ذَكَرَ فِي الْقَبْضَةِ مَا يَقُولُهُ الْمُتَكَلِّمُونَ  
فِي كُلِّ مَوْضِعٍ.

53 وَأَمْرَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَنْ يَصِفَ الرَّبَّ بِمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ، وَأَنْ يَسْكُتَ  
عَمَّا وَرَاءَ ذَلِكَ، وَذَلِكَ قَوْلُنَا وَفَعَلْنَا وَعَقَدْنَا. وَأَنْتَ وَصَفْتَهُ بِجِهَةِ  
الْعُلُوِّ، وَمَا وَصَفَ بِهَا نَفْسَهُ. وَجُوزَتْ الْإِشَارَةُ الْحَسِيَّةُ إِلَيْهِ، وَمَا  
ذَكَرْنَا. وَنَحْنُ أَمَرْنَا الصِّفَاتِ كَمَا جَاءَتْ. وَأَنْتَ جَمَعْتَ بَيْنَ الْعَرْشِ  
وَالسَّمَاءِ بِجِهَةِ الْعُلُوِّ، وَقُلْتَ: فِي السَّمَاءِ حَقِيقَةٌ، وَفِي الْعَرْشِ حَقِيقَةٌ.  
فَسَبْحَانَ وَاهِبِ الْعُقُولِ، وَلَكِنْ كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا.

54 ثُمَّ ذَكَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ اتِّفَاقَ الْفُقَهَاءِ عَلَى وَصْفِ الرَّبِّ مَا جَاءَ  
فِي الْقُرْآنِ وَأَحَادِيثِ الصِّفَاتِ.

فَنَقُولُ لَهُ: نَحْنُ لَا نَتْرُكُ مِنْ هَذَا حَرْفًا. وَأَنْتَ قُلْتَ: أَصِفِ الرَّبَّ  
تَعَالَى بِجِهَةِ الْعُلُوِّ، وَأَجُوزِ الْإِشَارَةَ الْحَسِيَّةَ إِلَيْهِ. فَأَيُّنَ هَذَا فِي الْقُرْآنِ  
وَأَخْبَارِ الثَّقَاتِ؟ مَا أَفَدْتَنَا فِي الْفَتَا مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا.

55 وَنَقَلَ عَنْ أَبِي عُبَيْدِ اللهِ الْقَاسِمِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ إِذَا  
سَأَلْنَا عَنْ تَفْسِيرِهَا لَا نَفْسِرُهَا، وَأَنَّهُ قَالَ: مَا أَدْرَكْنَا أَحَدًا يُفَسِّرُهَا.

فَنَقُولُ لَهُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ، حَصَلَ الْمَقْصُودُ. لَيْتَ شِعْرِي أَمِنْ فِسرِ السَّمَاءِ  
وَالْعَرْشِ. وَقَالَ: مَعْنَاهُمَا جِهَةُ الْعُلُوِّ، وَمَنْ تَرَكَ تَفْسِيرَهُمَا وَأَمْرَهُمَا

كَمَا جَاءَ ١٩.١

56 ثُمَّ نَقَلَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: يَعْرِفُ رَبَّنَا بِأَنَّهُ فَوْقَ سَمَائِهِ عَلَى عَرْشِهِ، بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهِ، وَلَا نَقُولُ كَمَا تَقُولُ الْجَهْمِيَّةُ إِنَّهُ هَاهُنَا فِي الْأَرْضِ.

فَنَقُولُ لَهُ: قَدْ نَصَّ عَبْدُ اللَّهِ أَنَّهُ فَوْقَ سَمَائِهِ عَلَى عَرْشِهِ، فَهَلْ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: إِنَّ السَّمَاءَ وَالْعَرْشَ وَاحِدٌ، وَهِيَ جِهَةٌ الْعُلُوُّ؟

57 وَنَقَلَ عَنِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ قَالَ: هَؤُلَاءِ الْجَهْمِيَّةُ إِنَّمَا يَحَاوِلُونَ أَنْ يَقُولُوا: لَيْسَ فِي السَّمَاءِ شَيْءٌ.

فَنَقُولُ لَهُ أَيْضًا: أَنْتَ قُلْتَ بِمَقَالَتِهِمْ، فَإِنَّكَ صَرَحْتَ بِأَنَّ السَّمَاءَ لَيْسَ هِيَ ذَاتُهَا، بَلِ الْمَعْنَى الَّتِي اشْتَقْتَ مِنْهُ، وَهُوَ السَّمَوُ، وَفَسَّرْتَهُ بِجِهَةِ الْعُلُوِّ، فَأَلْوَلَى لَكَ أَنْ تَنْعَى عَلَى نَفْسِكَ مَا نَعَاهُ حَمَّادٌ عَلَى الْجَهْمِيَّةِ.

58 وَنَقَلَ عَنِ ابْنِ خُزَيْمَةَ، أَنَّ مَنْ لَمْ يَقُلْ: إِنَّ اللَّهَ فَوْقَ سَمَوَاتِهِ عَلَى عَرْشِهِ، بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهِ، وَجَبَ أَنْ يُسْتَتَابَ، فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا ضُرِبَتْ عُنُقُهُ. ثُمَّ أَلْقَى عَلَى مَرْبَلَةٍ، لِنَلَا يَتَأَذَى بِهِ أَهْلُ الْقِبْلَةِ وَأَهْلُ الدُّمَّةِ.

فَيُقَالُ لَهُ الْجَوَابُ عَنْ مِثْلِ هَذَا قَدْ تَقَدَّمَ، عَلَى أَنَّ ابْنَ خُزَيْمَةَ قَدْ عَلِمَ الْخَاصَّ وَالْعَامَّ حَدِيثَهُ فِي الْعَقَائِدِ، وَالْكِتَابَ الَّذِي صَنَفَهُ فِي التَّشْبِيهِ، وَسَمَاهُ بِالتَّوْحِيدِ، وَرَدَ الْأَيْمَةَ عَلَيْهِ. أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يَذْكَرَ، وَقَوْلُهُمْ فِيهِ مَا قَالَهُ هُوَ فِي غَيْرِهِ، مَعْرُوفٌ.

59 وَنَقَلَ عَنِ عِبَادِ الْوَاسِطِيِّ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ، وَعَاصِمِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَاصِمٍ، نَحْوًا مِمَّا نَقَلَهُ عَنْ حَمَّادٍ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ.

60 ثُمَّ ذَكَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مَا صَحَّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَتْ زَيْنَبُ تَفْتَخِرُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَقُولُ: زَوْجُكَنْ أَهَالِيكَنْ. وَزَوْجُنِي اللَّهُ مِنْ فَرَقِ سَبْعِ سَمَوَاتٍ.

- فَنَقُولُ: لَيْسَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ أَنْ زَيْنَبُ قَالَتْ: إِنَّ اللَّهَ فَوْقَ سَبْعِ  
سَمَوَاتٍ، بَلْ إِنَّ تَزْوِيجَ اللَّهِ إِيَّاهَا كَانَ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَوَاتٍ.
- 61 ثُمَّ نَقَلَ عَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ الْخَطَّابِيِّ مَا نَقَلَهُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْمَاجْشُونِ،  
وَقَدْ بَيْنَا مَوَافَقَتَنَا لَهُ وَمُخَالَفَتَهُ لَذَلِكَ.
- 61 وَحِكَاةُ أَيْضًا عَنِ الْخَطَّابِيِّ، وَأَبِي بَكْرٍ الْإِسْمَاعِيلِيِّ، وَيَحْيَى بْنِ عِمَارٍ،  
وَأَبِي إِسْمَاعِيلِ الْهَرَوِيِّ، وَأَبِي عُثْمَانَ الصَّابُونِيِّ.
- 62 وَحَكَى عَنْ أَبِي نَعِيمٍ الْأَصْبَهَانِيِّ أَنَّ الْأَحَادِيثَ الثَّابِتَةَ فِي الْأَسْتَوَاءِ  
يَقُولُونَ بِهَا، وَيُشْتَوْنَهَا مِنْ غَيْرِ تَكْيِيفٍ وَلَا تَمَثِيلٍ وَلَا تَشْبِيهِ، وَهُوَ  
مَسْتَوْ عَلَى عَرْشِهِ فِي سَمَائِهِ دُونَ أَرْضِهِ.
- 63 وَحِكَاةُ عَنْ مَعْمَرِ الْأَصْبَهَانِيِّ، وَقَدْ بَيْنَا لَكَ غَيْرَ مَا مَرَّةً أَنَّهُ مُخَالَفٌ  
لِهَذَا، وَأَنَّهُ مَا قَالَ بِهِ طَرَفَةٌ عَيْنٍ إِلَّا وَنَقَضَهُ، لِأَنَّ السَّمَاءَ عِنْدَهُ لَيْسَتْ  
هِيَ الْمَعْرُوفَةُ وَأَنَّ السَّمَاءَ وَالْعَرْشَ لَا مَعْنَى لِهَمَا إِلَّا جِهَةَ الْعُلُوفِ.
- 64 وَحَكَى عَنْ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيلِيِّ أَنَّهُ قَالَ: اللَّهُ بِجِهَةِ الْعُلُوفِ مَسْوٍ عَلَى  
عَرْشِهِ.
- فَلَيْتَ شَعْرَى لِمَ اخْتَجَّ بِكَلَامِهِ وَتَرَكَ مِثْلَ جَعْفَرِ الصَّادِقِ، وَالشُّبَلِيِّ،  
وَالجَنِيدِ، وَذِي النُّونِ الْمِصْرِيِّ، وَجَعْفَرِ بْنِ نَصِيرٍ، وَأَضْرَابِهِمْ رَضِيَ  
اللَّهُ عَنْهُمْ.
- 65 وَأَمَّا مَا حَكَاةُ عَنْ أَبِي عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الْبَرِّ، فَقَدْ عِلِمَ الْخَاصُّ وَالْعَامُّ  
مَذْهَبَ الرَّجُلِ وَمُخَالَفَةَ النَّاسِ لَهُ، وَنَكِيرَ الْمَالِكِيَّةِ عَلَيْهِ، أَوَّلًا وَآخِرًا  
مَشْهُورًا، وَمُخَالَفَتَهُ لِإِمَامِ الْمَغْرِبِ أَبِي الْوَلِيدِ الْبَاجِيِّ مَعْرُوفَةً، حَتَّى إِنَّ  
فَضْلَاءَ الْمَغْرِبِ يَقُولُونَ: لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ بِالْمَغْرِبِ يَرَى هَذِهِ الْمَقَالَةَ  
غَيْرَهُ وَغَيْرَ ابْنِ أَبِي زَيْدٍ، عَلَى أَنَّ الْعُلَمَاءَ مِنْهُمْ مَنْ قَدْ اعْتَذَرَ عَنِ ابْنِ  
أَبِي زَيْدٍ، بِمَا هُوَ مَوْجُودٌ فِي كَلَامِ الْقَاضِي الْأَجَلِيِّ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ  
الرَّوَّابِ الْبَغْدَادِيِّ الْمَالِكِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ.

- 66 ثم إنه قال: إن الله في السماء على العرش، من فوق سبع سموات، ولم يعقل ما معنى في السماء على العرش من فوق سبع سموات.
- ثم إن ابن عبد البر ما تأول هذا الكلام، ولا قال كمقالة المُدْعِي إن المراد بالعرش والسماء جهة العلو.
- 67 ثم نقل عن البيهقي رحمه الله ما لا تعلق له بالمسألة: وأعاد كلام من سبق ذكره.
- 68 ثم ذكر بعد ذلك شيخنا أبا الحسن علي بن إسماعيل الأشعري، وأنه يقول: الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى، وَلَا نَتَقَدَّمُ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ تَعَالَى فِي الْقَوْلِ، بَلْ نَقُولُ اسْتَوَى بِلَا كَيْفٍ.
- 69 وهذا الذي نقله عن شيخنا هو نحلتنا وعقيدتنا، لكن نقله لكلامه ما أراه إلا قصد الإيهام أن الشيخ يقول بالجهة، فإن كان كذلك فلقد بالغ في البهت.
- 70 وكلام الشيخ في هذا أنه قال: كَانَ وَلَا مَكَانَ، فخلق العرش والكرسي، فلم يحتاج إلى مكان، وهو بعد خلق المكان كما كان قبل خلقه.
- 71 وكلام أصحابه رحمه الله يصعب حصره في إبطالها. ثم حكى ذلك عن القاضي أبي بكر وإمام الحرمين.
- 72 ثم تمسك برقع الأيدي إلى السماء، وذلك إنما كان لأجل أن السماء منزل البركات والخيرات، فإن الأنوار إنما تنزل منها والأمطار، وإذا ألفت الإنسان حضور الخيرات من جانب مال طبعه إليه. فهذا المعنى الذي أوجب رفع الأيدي إلى السماء. وقال الله تعالى: "وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ".
- 73 ثم إن اكتفى بمثل هذه الدلالة في مطالب أصول العقائد، فما يؤمنه من مدع يقول: الله تعالى في الكعبة، لأن كل مصل يوجه وجهه إليها،

وَيَقُولُ: "وَجِهْتَ وَجْهِي لِلدِّي لِمَطَرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ"، أَوْ  
 يَقُولُ: اللَّهُ فِي الْأَرْضِ، فَبِإِنِّ اللَّهِ تَعَالَى قَالَ: "كَلَّا لَا تَطَعَهُ وَاسْجُدْ  
 وَاقْتَرِبْ". وَالْإِقْتِرَابُ بِالسُّجُودِ فِي الْمَسَافَةِ إِنَّمَا هُوَ فِي  
 الْأَرْضِ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ فِي  
 سُجُودِهِ".

74  
 ثُمَّ ذَكَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مَا أَجْبَنَّا عَنْهُ مِنْ حَدِيثِ الْأَوْعَالِ. وَذَكَرَ بَعْدَ ذَلِكَ  
 مَا لَا تَعْلُقُ لَهُ بِالْمَسْئَلَةِ. وَأَخَذَ يَقُولُ: إِنَّهُ حَكَى عَنِ السَّلَفِ مِثْلَ  
 مَذْهَبِهِ، وَإِلَى الْآنَ مَا حَكَى مَذْهَبَهُ عَنْ أَحَدٍ، لَا مِنْ سَلَفٍ وَلَا مِنْ خَلْفٍ،  
 غَيْرَ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيلِيِّ، وَفِي كَلَامِ ابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ بَعْضُهُ، وَأَمَّا الْعِشْرَةُ  
 وَبَاقِي الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَمَا نَبَسَ (مَا تَحَرَّكَتْ شَفَتَاهُ) عَنْهُمْ  
 بِحَرْفٍ. ثُمَّ أَخَذَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي مَوَاعِظٍ وَأَدْعِيَةٍ لَا تَعْلُقُ لَهَا بِهَذَا. ثُمَّ  
 أَخَذَ فِي سَبِّ أَهْلِ الْكَلَامِ وَرَجْمِهِمْ وَمَا ضَرَّ الْقَمَرِ مِنْ نَبْحِهِ. وَقَدْ  
 تَبَيَّنَ بِمَا ذَكَرْنَاهُ أَنَّ هَذَا الْخَبَرَ الْحُجَّةُ بِرُجْمِ فَتْيَاهُ أَنَّهُ يَقُولُ مَا قَالَهُ اللَّهُ  
 وَرَسُولُهُ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، وَلَمْ يَنْقُلْ  
 مَقَالَتَهُ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ

## واجب المسلم تجاه نصوص

### الصفات

وَإِذَا قَدْ أَتَيْنَا عَلَى إِفْسَادِ كَلَامِهِ، وَإِضَاحِ إِيهَامِهِ، وَإِزَالَةِ إِيهَامِهِ، وَنَقْضِ إِيهَامِهِ، وَتَنْكِيسِ أَغْلَامِهِ، فَلِنَأْخُذْ بَعْدَ هَذَا فِي مَا يَتَعَلَّقُ بِغَرَضِنَا وَإِضَاحِ نَحْلَتِنَا. فَنَقُولُ وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقِ.

على سماع هذه الآيات والأخبار المتعلقة بالصفات ما قلناه من الوظائف، وهي: (١) التقديس (٢) والإيمان والتصديق (٣) والإعتراف بالعجز (٤) والسكوت (٥) والإمساك عن التصرف في الألفاظ الواردة وكف الباطن عن الفكر في ذلك واعتماده أن ما خفي عنه لم يخف عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا عن الصديق، ولا عن أكابر الصحابة رضي الله عنهم.

ولناخذ الآن في إبراز اللطائف من خفيات هذه الوظائف، فأقول وباللهم المستعان.

أما التقديس فهو أن يعتقد في كل آية أو خبر معنى يليق بجلال الله تعالى، مثال ذلك: إذا سمع قوله صلى الله عليه وسلم: "إن الله ينزل كل ليلة إلى سماء الدنيا". وكان النزول يطلق على ما يفتقر إلى جسم عال، وجسم سافل، وجسم منتقل من العالى إلى السافل،

والنزول: انْتَقَالَ جِسْمٌ مِنْ عُلُوٍّ إِلَى سَفَلٍ، وَيُطْلَقُ عَلَى مَعْنَى آخَرَ لَا يَفْتَقِرُ إِلَى انْتِقَالٍ وَلَا حَرَكَةٍ جِسْمٍ، كَمَا قَالَ تَعَالَى: "وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ لُحْمًا حَلَالًا" مَعَ أَنَّ النِّعْمَ لَمْ تَنْزَلْ مِنَ السَّمَاءِ بَلْ هِيَ مَخْلُوقَةٌ فِي الْأَرْحَامِ قِطْعًا. فَالنُّزُولُ لَهُ مَعْنَى غَيْرِ حَرَكَةِ الْجِسْمِ، لَا مَحَالَةَ.

۲ وَفَهُمْ ذَلِكَ مِنْ قَوْلِ الْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، دَخَلَتْ مِصْرَ قَلَمٌ يَفْهَمُوا كَلَامِي، فَنَزَلَتْ ثُمَّ نَزَلَتْ ثُمَّ نَزَلَتْ. وَلَمْ يَرُدَّ حِينَئِذٍ الْإِنْتِقَالَ مِنْ عُلُوٍّ إِلَى سَفَلٍ. فَلِيَتَحَقَّقَ السَّمَاعُ أَنَّ النُّزُولَ لَيْسَ بِالْمَعْنَى الْأُولَى فِي حَقِّ اللَّهِ تَعَالَى، فَإِنَّ الْجِسْمَ عَلَى اللَّهِ مَحَالٌ.

۳ وَإِنْ كَانَ لَا يَفْهَمُ مِنَ النُّزُولِ الْإِنْتِقَالَ، فَيُقَالُ لَهُ: مَنْ عَجَزَ عَنْ فَهْمِ نَزُولِ الْبَعِيرِ فَهُوَ عَنْ فَهْمِ نَزُولِ اللَّهِ عِزَّ وَجَلَّ أَعْجَزَ. فَأَعْلَمَ أَنَّ لِهَذَا مَعْنَى يَلِيْقُ بِجَلَالِهِ. وَفِي كَلَامِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْمَاجِشُونِ السَّابِقِ إِلَى هَذَا مِرَامِزٍ.

۴ وَكَذَلِكَ لَفْظَةُ "فَوْقَ" الْوَارِدَةُ فِي الْقُرْآنِ وَالْخَبَرُ فَلْيَعْلَمُ أَنَّ "فَوْقَ" تَارَةً تَكُونُ لِلْجِسْمِيَّةِ، وَتَارَةً لِلْمُرْتَبَةِ، كَمَا سَبَقَ. فَلْيَعْلَمُ أَنَّ الْجِسْمِيَّةَ عَلَى اللَّهِ مَحَالٌ. وَبَعْدَ ذَلِكَ: إِنْ لَهُ مَعْنَى يَلِيْقُ بِجَلَالِهِ تَعَالَى.

2 وَأَمَّا الْإِيْمَانُ وَالتَّصَدِيقُ بِهِ، فَهُوَ أَنْ يَعْلَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَادِقٌ فِي وَصْفِ اللَّهِ تَعَالَى بِذَلِكَ، وَمَا قَالَهُ حَقٌّ لَا رَيْبَ فِيهِ. بِالْمَعْنَى الَّتِي أَرَادَهُ، وَالْوَجْهَ الَّذِي قَالَهُ، وَإِنْ كَانَ لَا يَقِفُ عَلَى حَقِيقَتِهِ، وَلَا يَتَخَبَّطُ الشَّيْطَانُ فَيَقُولُ: كَيْفَ أَصْدَقَ بِأَمْرٍ جَمَلِي لَا أَعْرِفُ عَيْنَهُ، بَلْ يَخْزِي الشَّيْطَانُ، وَيَقُولُ: كَمَا إِذَا أَخْبَرَنِي صَادِقٌ أَنَّ حَيَوَانًا فِي دَارٍ، فَقَدْ أَذْرَكْتُ وَجُودَهُ، وَإِنْ لَمْ أَعْرِفْ عَيْنَهُ، فَكَذَلِكَ هَاهُنَا.

ثُمَّ لِيَعْلَمَ أَنَّ سَيِّدَ الرُّسُلِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ: "لَا أَحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسُكَ" وَقَالَ سَيِّدُ الصَّدِيقِينَ رَضِيَ

اللَّهِ عَنْهُ: الْعَجْزُ عَنْ فَرْكِ الْإِذْرَاقِ إِذْرَاقًا.

3 **وَأَمَّا الْإِغْتِرَافُ بِالْعَجْزِ:** فَوَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مَنْ لَا يَفْقَهُ عَلَى حَقِيقَةِ هَذِهِ الْمَعَانِي الْإِلْتِرَارَ بِالْعَجْزِ، فَإِنْ ادَّعَى الْمَعْرِفَةَ لَقَدْ كَلَفَ، وَكُلَّ عَارِفٍ وَإِنْ عَرَفَ فَمَا خَفِيَ عَلَيْهِ أَكْثَرَ.

4 **وَأَمَّا السُّكُوتُ فَوَاجِبٌ عَلَى الْعَوَامِ،** لِأَنَّهُ بِالسُّؤَالِ يَتَعَرَّضُ لِمَا لَا يَطِيقُهُ، فَهُوَ إِنْ سَأَلَ جَاهِلًا زَادَهُ جَهْلًا، وَإِنْ سَأَلَ عَالِمًا لَمْ يُمَكِّنِ الْعَالِمَ إِفْهَامَهُ، كَمَا لَا يُمَكِّنُ الْبَالِغُ تَعْلِيمَ الطِّفْلِ لِدَّةِ الْجَمَاعِ، وَكَذَلِكَ تَعْلِيمُهُ مَصْلَحَةَ الْبَيْتِ وَتَدْبِيرَهُ، بَلْ يَفْهَمُهُ مَصْلَحَتَهُ فِي خُرُوجِهِ إِلَى الْمَكْتَبِ.

فَالْعَامِيُّ إِذَا سَأَلَ عَنْ مِثْلِ هَذَا يَزُجِرُ وَيُرَدِّعُ، وَيُقَالُ لَهُ: لَيْسَ هَذَا بِعَشْكَ فَادْرَجِي.

وَقَدْ أَمَرَ مَالِكٌ بِإِخْرَاجِ مَنْ سَأَلَهُ، فَقَالَ: مَا أَرَاكَ إِلَّا رَجُلًا سَوِيًّا، وَعِلَاهُ الرَّحْضَاءُ.

وَكَذَلِكَ فَعَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِكُلِّ مَنْ سَأَلَ عَنِ الْآيَاتِ الْمُتَشَابِهَةِ. وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّمَا هَلَكْتَ مِنْ كَانَ قَبْلُكُمْ بِكَثْرَةِ السُّؤَالِ". وَوَرَدَ الْأَمْرُ بِالْإِمْسَاكِ عَنِ الْقُدْرِ فَكَيْفَ عَنِ الصِّفَاتِ.

5 **وَأَمَّا الْإِمْسَاكُ عَنِ التَّصْرِفِ فِي هَذِهِ الْأَخْبَارِ وَالْآيَاتِ،** فَهُوَ أَنْ يَقُولَهَا كَمَا قَالَهَا اللَّهُ تَعَالَى وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَتَصَرَّفَ فِيهَا بِتَفْسِيرٍ وَلَا تَأْوِيلٍ، وَلَا تَصْرِيفٍ وَلَا تَفْرِيقٍ وَلَا جَمْعٍ.

1 **فَأَمَّا التَّفْسِيرُ:** فَلَا يُبَدَّلُ لَفْظُ لُغَةٍ بِأُخْرَى، فَإِنَّهُ قَدْ لَا يَكُونُ قَائِمًا مَقَامَهُ، فَرُبَّمَا كَانَتْ الْكَلِمَةُ تَسْتَعَارُ فِي لُغَةٍ دُونَ لُغَةٍ، وَرُبَّمَا كَانَتْ مُشْتَرَكَةً فِي لُغَةٍ دُونَ لُغَةٍ، وَحِينَئِذٍ يَعْظُمُ الْخَطْبُ بِتَرْكِ الْإِسْتِعَارَةِ،



- وباعتقادٍ أن أحد المعنيين هو المراد بالمشعر ك.
- ٢ **وَأما التاويل:** فهو أن يصرف الظاهر، ويتعلق بالمرجوح فإن كان \*  
عامياً فقد خاض بحراً لا ساحل له، وهو غير سابع، وإن كان عالماً لم  
يجز له ذلك إلا بشرائط التأويل. ولا يدخل مع العامي فيه، لعجز  
العامي عن فهمه.
- ٣ **وَأما كف باطنه:** فلكل يتوغل في شيء يكون كفراً، ولا يتمكن  
من صرفه عن نفسه، ولا يمكن غيره ذلك.
- ٤ **وَأما اعتقاده** أن النبي صلى الله عليه وسلم يعلم ذلك، فليعلمه.  
ولا يقس نفسه به ولا بأصحابه، ولا بأكابر العلماء، فالقلوب معادن  
وجواهر.

## 4.1: فصل: في تنزيه الله تعالى عن الجهة

ثم الكلام بعد هذا في فصلين: أحدهما في تنزيه الله تعالى عن  
الجهة. فنقول:

## 4.2: مقاييس الحق والباطل

- الأول أن القوم إن بحثوا بالأخبار والآثار فقد عرفت ما فيها. وأنهم ما  
ظفروا بصحابي ولا تابعي يقول بمقاتلتهم، على أن الحق في نفس  
الأمم أن الرجال تعرف بالحق، ولا يعرف الحق بالرجال. وقد روى  
أبو داود في سننه عن معاذ رضي الله عنه، أنه قال:  
”أقبلوا الحق من كل ما جاء به وإن كان كافراً، أو قال: فاجراً،  
واحدروا زيغة الحكيم، قالوا: كيف نعلم أن الكافر يقول الحق؟ قال:  
إن على الحق نورا.“  
ولقد صدق رضي الله عنه. ولو تطوقت قلادة التقليد لم نؤمن أن

كَافِرًا يَأْتِينَا بِمَنْ هُوَ مُعْظَمٌ فِي مِلَّةِهِ وَيَقُولُ: اعْرِفُوا الْحَقَّ بِهَذَا.  
وَإِذَا قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ الْقَوْمَ لَا مَسْرُوحَ لَهُمْ فِي النُّقْلِ، فَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ  
سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لَمْ يُخَاطَبْ إِلَّا أَوْلَى الْعُقُولِ وَالْأَلْبَابِ وَالْبَصَائِرِ.  
وَالْقُرْآنُ طَافِحٌ بِذَلِكَ. وَالْعَقْلُ هُوَ الْمُعْرَفُ:

1 بِوُجُودِ اللَّهِ تَعَالَى وَوَحْدَتِهِ

ب وَمَبْرَهِنِ رِسَالَةِ أَنْبِيَائِهِ، إِذْ لَا سَبِيلَ إِلَيَّ مَعْرِفَةً إِثْبَاتِ ذَلِكَ بِالنُّقْلِ.  
ج وَالشَّرْعُ قَدْ عَدَلَ (مُعْتَبَرًا) الْعَقْلَ وَقَبْلَ شَهَادَتِهِ. وَاسْتَدْلُ بِهِ فِي  
مَوَاضِعَ مِنْ كِتَابِهِ كَالِاسْتِدْلَالِ بِالْإِنْشَاءِ عَلَى الْإِعَادَةِ. وَقَوْلُهُ تَعَالَى:  
”وَضَرَبْنَا لَنَا مِثْلًا لِنَاسٍ خَلَقْنَا“ . وَلَقَدْ هَدَمَ اللَّهُ تَعَالَى بِهَذِهِ الْآيَةِ  
مَبَاحِثَ الْفَلَسَفَةِ فِي إِنْكَارِ الْمَعَادِ الْجِسْمَانِيِّ.  
وَاسْتَدْلُ بِهِ عَلَى التَّوْحِيدِ:

1 فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ”لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا“.

2 وَقَالَ تَعَالَى: ”وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذَا لَدَّاهُ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّ  
بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ“.

3 وَقَالَ تَعَالَى: ”أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ“.

4 وَقَالَ تَعَالَى: ”قُلْ أَنْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ“.

5 وَقَالَ تَعَالَى: ”قُلْ إِنَّمَا أُعْطِكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مِثْلَ فِرْعَوْنَ ثُمَّ  
تَتَفَكَّرُوا“.

6 وَقَالَ تَعَالَى: ”سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ“.

فِيَا خِيَّةَ مَنْ رَدَّ شَاهِدًا قَبْلَهُ اللَّهُ، وَأَسْقَطَ دَلِيلًا نَصَبَهُ اللَّهُ. فَهَمَّ يَلْغُونَ  
مِثْلَ هَذَا وَيَرْجِعُونَ إِلَى أَقْوَالِ مُشَايخِهِمْ، الَّذِينَ لَوْ سُئِلَ أَحَدُهُمْ عَنْ  
دِينِهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ قُوَّةٌ عَلَى إِثْبَاتِهِ، وَإِذَا رَكِضَ عَلَيْهِ فِي مِيدَانِ التَّحْقِيقِ  
جَاءَ سَكِينًا (بِهِتْ چپ رہنے والا) وَقَالَ: سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا  
فَقُلْتُهُ.

وَفِي صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ فِي حَدِيثِ الْكُشُوفِ مَا يَعْرِفُ بِهِ حَدِيثَ هَذَا لِأَنَّ  
فِي قُبُورِهِمْ. وَبَعْدَ ذَلِكَ يَقُولُ الْعَقْلُ الَّذِي هُوَ مَنَاطُ الْعَكْلِيْفِ،  
وَحَاسِبُ اللَّهِ تَعَالَى النَّاسَ بِهِ، وَقَبْلَ شَهَادَتِهِ وَنَصْبِهِ، وَأَثَبَتْ بِهِ أَصُولَ  
دِينِهِ وَقَدْ شَهِدَ بِخَبْرِ هَذَا الْمَذْهَبِ، وَقَسَادَ هَذِهِ الْعَقِيدَةِ، وَإِنَّهَا آتَتْ  
إِلَى وَصْفِهِ تَعَالَى بِالنَّقَائِصِ. تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عَلُوا  
كَبِيرًا.

### 4.3: -براهين نفي الجهة عن الله عز وجل

وقد نبهت مشايخ الطريق على ما شهد به العقل، ونطق به القرآن،  
بأسلوب فهمته الخاصة، ولم تنفر منه العامة. ويبيان ذلك برؤوه:

#### 4.3.1: -البرهان الأول

وهو المقتبس من ذي الحسب الزكي، والنسب العلي، سيد العلماء،  
ووارث خير الأنبياء، جعفر الصادق، رضي الله عنه، قال: "لو كان  
الله في شيء لكان محصوراً".

1 وتقرير هذه الدلالة: أنه لو كان في جهة لكان مشاراً إليه بحسب  
الحسي، وهم يعلمون ذلك، ويجوزون الإشارة الحسية إليه.

2 وإذا كان في جهة مشاراً إليه لزم تناهيه، وذلك لأنه إذا كان في هذه  
الجهة دون غيرها، فقد حصل فيها دون غيرها، ولا معنى لتناهيه إلا  
ذلك. وكل متناه محدث، لأن تخصيبه بهذا المقدار دون سائر  
المقادير لا بد له من مخصص.

3 فقد ظهر بهذا البرهان الذي يبيده العقول: أن القول بالجهة يوجب  
كون الخالق مخلوقاً والرب مربوباً، وأن ذاته متصرف فيها، وتقبل  
الزيادة والنقصان. تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عَلُوا كَبِيرًا.

## 4.3.2: البرهان الثاني

- 1 المُسْتَفَاد من كَلام الشَّيْخِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، شَيْخِ الطَّرِيقِ وَعِلْمِ التَّحْقِيقِ، فِي قَوْلِهِ: "الرُّحْمَنُ لَمْ يَزَلْ، وَالْعَرْشُ مُحَدَّثٌ، وَالْعَرْشُ بِالرَّحْمَنِ اسْتَوَى".
- 2 وَتَقْرِيرُهُ: أَنَّ الْجِهَةَ الَّتِي يَخْتَصُّ اللهُ تَعَالَى بِهَا، عَلَى قَوْلِهِمْ. تَعَالَى اللهُ عَنْهَا. وَسَمَوِهَا الْعَرْشُ: إِمَّا أَنْ تَكُونَ مَعْدُومَةً أَوْ مَوْجُودَةً. وَالْقِسْمُ الْأَوَّلُ مَحَالٌ بِالِاتِّفَاقِ.
- 3 وَأَيْضًا فَإِنَّهَا تَقْبَلُ الْإِشَارَةَ الْحَبِيبَةَ. وَالْإِشَارَةَ الْحَسْبِيَّةَ إِلَى الْعَدَمِ مَحَالٌ. فَهِيَ مَوْجُودَةٌ، وَإِذَا كَانَتْ مَوْجُودَةً، فَإِنْ كَانَتْ قَدِيمَةً مَعَ اللهِ فَقَدْ وَجَدْنَا قَدِيمَ غَيْرِ اللهِ وَغَيْرَ صِفَاتِهِ. فَحِينَئِذٍ لَا يَدْرِي أَيُّهُمَا اللهُ. وَهَذَا خَبْرٌ هَذِهِ الْعَقِيدَةُ.
- 4 وَإِنْ كَانَتْ حَادِثَةً فَقَدْ حَدِثَ التَّحْيِيزُ بِاللَّهِ تَعَالَى. فَيَلْزَمُ أَنْ يَكُونَ اللهُ قَابِلًا لَصِفَاتِ نَفْسِيَّةِ حَادِثَةٍ. تَعَالَى اللهُ عَنِ ذَلِكَ.

## 4.3.3: البرهان الثالث

- المُسْتَفَاد من لِسَانِ الطَّرِيقَةِ وَعِلْمِ الْحَقِيقَةِ وَطَيْبِ الْقُلُوبِ وَالذَّلِيلِ عَلَيَّ الْمَحْبُوبِ، أَبِي الْقَاسِمِ الْجُنَيْدِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَتَى يَتَّصِلُ مِنْ لَا شَبِيهَ لَهُ وَلَا نَظِيرَ بِمَنْ لَهُ شَبِيهٌ وَنَظِيرٌ؟ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ! هَذَا ظَنٌّ عَجِيبٌ.
- 1 وَتَقْرِيرُهُ هَذَا الْبُرْهَانُ: أَنَّهُ لَوْ كَانَ فِي جِهَةٍ: فَإِمَّا أَنْ يَكُونَ أَكْبَرَ أَوْ مُسَاوِيًا أَوْ أَصْغَرَ. وَالْحَصْرُ ضَرُورِيٌّ.
  - 2 فَإِنْ كَانَ أَكْبَرَ، كَانَ الْقَدْرُ الْمَسَاوِي مِنْهُ لِلْجِهَةِ مَغَايِرًا لِلْقَدْرِ الْفَاضِلِ مِنْهُ، فَيَكُونُ مَرْكَبًا مِنَ الْأَجْزَاءِ وَالْأَبْعَاضِ. وَذَلِكَ مَحَالٌ. لِأَنَّ كُلَّ

- مركب فهو مفتقر إلى جزئه، وجزؤه غير ه، وكل مركب مفتقر إلى الغير، وكل مفتقر إلى الغير لا يكون إلها. ٣
- وإن كان مساويا للجهة في المقدار. والجهة منقسمة لإمكان الإشارة الحسية إلى أعضائها، فالمساوي لها في المقدار منقسم. ٣
- وإن كان أصغر منها. تعالى الله عن ذلك علوا كبيرا. ٤
- فإن كان مساويا لجوهر فرد، فقد رضوا لأنفسهم بأن إلههم قدر جوهر فرد. وهذا لا يقوله عاقل. وإن كان مذهبهم لا يقوله عاقل، لكن هذا في بادئ الرأي يضحك منه جهلة الزنج. ٥
- وإن كان أكبر منه انقسم. فانظروا إلى هذه النحلة. وما قد لزمتها. ٦
- تعالى الله عنها.

#### 4.3.4: البرهان الرابع

- المستفاد من جعفر بن نصير، رحمه الله، وهو أنه: "سئل عن قوله تعالى: "الرحمن على العرش استوى". فقال: استوى بعلمه بكل شيء، فليس شيء أقرب إليه من شيء". ١
- وتقرير هذا البرهان: أن نسبة الجهات إليه على التسوية فيمتنع أن يكون في الجهة. ١
- وبيان أن نسبتها إليه على التسوية: أنه قد ثبت أن الجهة أمر وجودي. فهي إن كانت قديمة مع الله لزم وجوده قديمين متميزين بذاتيهما، لأنهما إن لم يتميزا بذاتيهما. فالجهة هي الله تعالى. والله هو الجهة. تعالى الله عن ذلك. ٢
- وإن لم تكن قديمة، فاختصاصه بها إما أن يكون لأن ذاته اقتضت ذلك، فيلزم كون الذات فاعلة في الصفات النفسية، أو غير ذاتية، فنسبة الجهات إلى ذاته على التسوية فمرجح جهة على جهة أمر ٣

خارج عن ذاته، فَلَزِمَ افتقاره في اختصاصه بالجهة إلى غيره. والاختصاص بالجهة هو عين التحيز. والتحيز صفة قائمة بذات المتحيز. فَلَزِمَ افتقاره في صفة ذاته إلى غيره. وهو على الله تعالى محال.

#### 4.4: تعقيب على براهين نفي الجهة

١ ثم أعلم أن هذه البراهين التي سردناها وتلقيناها من مشايخ الطريق فإنما استنبطوها من الكتاب العزيز، ولكن ليس كل ما في الكتاب العزيز يعرفه كل أحد؟ فكل يعترف بقدر إنائه. وما نقصت قطرة من مائه.

٢ ولقد كان السلف يستنبطون ما يقع من الحروب والغلبة، من الكتاب العزيز. ولقد استنبط ابن بروجان رحمه الله من الكتاب العزيز. فتح القدس على يد صلاح الدين في سنته، واستنبط بعض المتأخرين من سورة الروم، إشارة إلى حدوث ما كان بعد سنة ثلاث وسبعين وست مائة. ولقد استنبط كعب الأخبار رضي الله عنه من التوراة أن عبد الله بن قلابة يدخل إرم ذات العماد، ولا يدخلها غيره، وكان يستنبط منها ما يجري من الصحابة رضي الله عنهم. وما يلاقيه أجناد الشام. وذلك مشهور.

٣ والله تعالى أنزل في كتابه ما يفهم أحد الخلق منه الكثير. ولا يفهم الآخر من ذلك شيئاً. ولقد تختلف المراتب في استنباط الأحكام من كلام الفقهاء، والمعاني من قصائد الشعراء.

#### 4.5: ماورد من القرآن في نفي الجهة

فأما ما ورد في الكتاب العزيز مما ينفي الجهة، فنعرفه الخاصة، ولا

- تشمئز منه العامة.
- ١ فَمَنْ ذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ". وَلَوْ حَصَرْتَهُ جِهَةً لَكَانَ مِثْلًا لِلْمَحْصُورِ فِي ذَلِكَ الْبُعْضِ.
- ٢ وَكَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: "هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا". قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هَلْ تَعْلَمُ لَهُ مِثْلًا؟
- ٣ وَيَفْهَمُ ذَلِكَ مِنْ "الْقِيَوْمِ" وَبِنَاءِ الْمُبَالَغَةِ، فِي أَنَّهُ قَائِمٌ بِنَفْسِهِ، وَمَا سِوَاهُ قَائِمٌ بِهِ. فَلَوْ قَامَ بِالْجِهَةِ لِقَامَ بِهِ غَيْرُهُ.
- ٤ وَيَفْهَمُ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى: "الْمَصُورُ"، لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ فِي جِهَةٍ لِتَصَوُّرٍ، فِيمَا أَنْ يَصُورَ نَفْسَهُ أَوْ يَصُورَهُ غَيْرَهُ. وَكِلَاهُمَا مَحَالٌ.
- ٥ وَيَفْهَمُ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى: "وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةَ". وَلَوْ كَانَ عَلَى الْعَرْشِ حَقِيقَةً لَكَانَ مَحْمُولًا.
- ٦ وَيَفْهَمُ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى: "كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ"، وَالْعَرْشُ شَيْءٌ يَهْلِكُ. فَلَوْ كَانَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لَأَفِي جِهَةٍ ثُمَّ صَارَ فِي جِهَةٍ ثُمَّ صَارَ لَأَفِي جِهَةٍ، لَوْجَدَ التَّغْيِيرَ. وَهُوَ عَلَى اللَّهِ مَخَالٌ.

## 4.6: رد ابن تيمية

وَالْمُدَّعَى لِمَا عَلِمَ أَنَّ الْقُرْآنَ طَافَ بِهَذِهِ الْأَشْيَاءِ، وَبِهَذَا الْإِشَارَاتِ. قَالَ هَذِهِ الْأَشْيَاءُ دَلَالَتَهَا كَالْإِلْغَازِ.

أَوْ مَا عَلِمَ الْمَفْرُورُ أَنَّ أَسْرَارَ الْعَقَائِدِ الَّتِي لَا تَحْمِلُهَا عَقُولُ الْعَوَامِ لَا تَأْتِي إِلَّا كَذَلِكَ. وَأَيْنَ فِي الْقُرْآنِ مَا يَنْفِي الْجِسْمِيَّةَ إِلَّا عَلَى سَبِيلِ الْإِلْغَازِ؟ وَهَلْ تَفْتَخِرُ الْأَذْهَانُ إِلَّا فِي اسْتِنْبَاطِ الْخَفِيَّاتِ، كَاسْتِنْبَاطِ الشَّافِعِيِّ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، الْإِجْمَاعَ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى: "وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ". وَكَاسْتِنْبَاطِ الْقِيَاسِ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى: "فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ". وَكَمَا اسْتَبْطَأَ الشَّافِعِيُّ: خِيَارَ الْمَجْلِسِ مِنْ نَهْيِهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبَيْعِ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ.  
 وَزَيْدَةُ الْمَسْأَلَةُ: أَنَّ الْعَقَائِدَ لَمْ يُكَلِّفِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 الْجُمْهُورَ مِنْهَا إِلَّا بِ"لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ"، كَمَا أَجَابَ  
 مَالِكُ الشَّافِعِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، وَوَكَّلَ الْبَاقِي إِلَى اللَّهِ، وَمَا سَمِعَ  
 مِنْهُ وَلَا عَنْ أَصْحَابِهِ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا كَلِمَاتٌ مَعْدُودَاتٌ. فَهَذَا الَّذِي  
 يَخْفَى مِثْلَهُ، وَيَلْغُزُ فِي إِفَادَتِهِ.

## 4.7: الْفَصْلُ الثَّانِي: فِي إِبْطَالِ تَمْوِيهِ الْمُدْعَى

فِي إِبْطَالِ مَا مَوَّءَ (جَهْلِيَّاتٍ خِلَافَ وَاقِعَاتِنَا) بِهِ الْمُدْعَى، مِنْ أَنَّ الْقُرْآنَ  
 وَالْخَبَرَ اشْتَمَلَا عَلَى مَا يُؤْمَرُ ظَاهِرُهُ مَا يَنْتَزِعُهُ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَلَى قَوْلِ  
 الْمُتَكَلِّمِينَ، فنقول:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: "هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ  
 مِنْ أَمْرِ الْكِتَابِ وَآخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ" الْآيَةُ.

دَلَّتْ هَذِهِ الْآيَةُ عَلَى أَنَّ مِنَ الْقُرْآنِ مُحْكَمًا وَمِنْهُ مُتَشَابِهًا. وَالمُتَشَابِهَ  
 قَدْ أَمَرَ الْعَبْدَ بِرَدِّ تَأْوِيلِهِ إِلَى اللَّهِ، وَإِلَى الرَّاسِخِينَ فِي الْعِلْمِ. فنقول بعد  
 ذَلِكَ: إِنَّمَا لَمْ تَأْتِ النُّبُوَّةُ بِالنُّصِّ ظَاهِرًا عَلَى الْمُتَشَابِهَةِ، لِأَنَّ جَلَّ  
 مَقْصُودَ النُّبُوَّةِ هِدَايَةَ عُمُومِ النَّاسِ. فَلَمَّا كَانَ الْأَكْثَرُ مُحْكَمًا، وَ  
 الْجَمِيعُ الْعَامَّةُ عَنِ الْخَوْضِ فِي الْمُتَشَابِهِ حَصَلَ الْمَقْصُودُ، لَوْلَا أَنَّ  
 يَقْبِضُ اللَّهُ تَعَالَى لَهُمْ شَيْطَانًا يَسْتَهْوِيهِمْ وَيَهْلِكُهُمْ. وَلَوْ أَظْهَرَ الْمُتَشَابِهَ  
 لَضَعُفَتْ عُقُولُ الْعَالَمِ عَنِ إِدْرَاكِهِ.

ثُمَّ مِنْ فَوَائِدِ الْمُتَشَابِهِ رَفْعَةُ مَرَاتِبِ الْعُلَمَاءِ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، كَمَا  
 قَالَ تَعَالَى: "وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ". وَتَحْصِيلُ زِيَادَةِ الْأَجُورِ

بِالسَّمْعِ فِي تَفْهَمِهَا وَتَفْهِيمِهَا وَتَعَلُّمِهَا وَتَعْلِيمِهَا.

وَأَيْضًا لَوْ كَانَ وَاضِحًا جَلِيًّا مَفْهُومًا بِدَاتِهِ، لَمَا تَعَلَّمَ النَّاسُ سَائِرَ



العلوم، بل هجرت بالكليّة، ووضح الكتاب بآياته، ولما أُخْبِجَ إِلَى  
علم من العلوم المعينة على فهم كلامه تعالى. ثمَّ خُوطِبَ فِي الْمُنْشَاهِ  
بِمَا هُوَ عَظِيمٌ بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهِمْ، وَإِنْ كَانَ الْأَمْرُ أَعْظَمَ مِنْهُ، كَمَا لَبَدَّ عَلَيْهِ  
عَبْدُ الْعَزِيزِ الْمَاجِشُونَ فِي الْقَبْضَةِ، وَكَمَا قَالَ تَعَالَى لِي لَعِيمِ أَهْلِ  
الْجَنَّةِ: "فِي سِدْرٍ مَخْضُودٍ، وَطَلْحٍ مَنضُودٍ، وَظِلِّ مَمْدُودٍ، وَمَاءٍ  
مَسْكُوبٍ" الْآيَةَ.

فَهَذَا عَظِيمٌ عِنْدَهُمْ، وَإِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ مَا هُوَ أَعْظَمُ مِنْهُ، كَمَا قَالَ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِكَايَةً عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: "أَعَدَدْتُ لِعِبَادِي  
الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أذنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ".  
نَسَأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ أَنْ يَجْعَلَ فِيهَا قَرَارَنَا، وَأَنْ يَنُورَ بِصِيرَتِنَا وَأَبْصَارَتِنَا،  
وَأَنْ يَجْعَلَ ذَلِكَ لَوَجْهِهِ الْكَرِيمِ، بِمَنِّهِ وَكَرَمِهِ.  
وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ مَا يَرُدُّ مِنْ تَمْوِيهِهِ وَفَسَادِهِ لِنُبَيِّنَ مَدَارِجَ زَيْفِهِ وَعِنَادِهِ،  
وَنَجَاهِدَ فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

بِحَمْدِ اللَّهِ

## مصنف کی چند کتب

- 1:- إِيضَاحُ الْمَرَامِ فِي تَرْكِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ  
(ترك قراءت مقتدی)
- 2:- رَاحَةُ الْعَيْنَيْنِ فِي تَرْكِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ (ترك رفع یدین)
- 3:- الدُّرُّ الثَّمِينُ فِي الْإِحْفَاءِ بِأَمِينٍ (اخفاء آمین)
- 4:- إِيضَاحُ الدَّلِيلِ فِي بَيَانِ صِفَاتِ الرَّبِّ الْجَلِيلِ  
(صفات باری تعالیٰ اور مسلک اہل سنت والجماعت)
- 5:- التَّنْزِيهُ فِي الرَّدِّ عَلَى أَهْلِ التَّشْبِيهِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى "استواء علی العرش"
- 6:- أَحْسَنُ الْبَيَانِ فِي تَنْزِيهِ اللَّهِ عَنِ الْجِهَةِ وَالْمَكَانِ  
"اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں"
- 7:- روشن حقائق اردو ترجمہ: الْحَقَائِقُ الْجَلِيَّةُ فِي الرَّدِّ عَلَى ابْنِ تَيْمِيَّةٍ فِي مَا أوردَهُ فِي الْفَتَاوَى الْحَمَوِيَّةِ (مصنف علامہ ابن جہل)
- 8:- التَّنْزِيهُ فِي الرَّدِّ عَلَى عَقَائِدِ أَهْلِ التَّجْسِيمِ وَالتَّشْبِيهِ  
صفات متشابہات اور غیر مقلدین کے عقائد
- 9:- عِقْدُ الْجَيْدِ فِي عَقِيدَةِ التَّوْحِيدِ ("لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کا مفہوم و مطلب)
- 10:- الْحَبْلُ الْمَتِينُ فِي صِفَةِ صَلَاةِ رَحْمَةِ الْعَالَمِينَ  
(رحمۃ للعالمین ﷺ کا طریقہ نماز)
- 11:- أَرْهَارُ الْقَلَائِدِ فِي تَوْضِيحِ الْعَقَائِدِ  
(عقائد اہل سنت والجماعت)
- 12:- أَنْوَارُ الْمَصَابِيحِ فِي صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ (نماز تراویح)
- 13:- اسلام کے بنیادی عقائد

## عقائد اور نماز کے بارے میں چند مفید کتابیں



- 1:- اِيضَاحُ الْمَوَامِرِ فِي تَزْكِ الْقِرَائَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ (ترك قراءت مقتدی)
- 2:- رَاحَةُ الْعَيْنَيْنِ فِي تَزْكِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ (ترك رفع یدین)
- 3:- أَلَدُّرُ الثَّمِينِ فِي الْإِخْفَائِ بِآمِينَ (اخفاء آمین)
- 4:- اِيضَاحُ الدَّلِيلِ فِي بَيَانِ صِفَاتِ الرَّبِّ الْجَلِيلِ (صفات باری تعالیٰ اور مسلک اہل سنت والجماعت)
- 5:- أَلْتَنْزِيهِ فِي الرَّدِّ عَلَى أَهْلِ التَّشْبِيهِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: أَلرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى "استواء علی العرش"
- 6:- أَحْسَنُ الْبَيَانِ فِي تَنْزِيهِ اللَّهِ عَنِ الْجِهَةِ وَالْمَكَانِ "اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں"
- 7:- روشن حقائق اردو ترجمہ: أَلْحَقَائِقُ الْجَلِيَّةُ فِي الرَّدِّ عَلَى ابْنِ تَيْمِيَّةٍ فِي مَا أوردَهُ فِي الْقَتَوِي الْحَمَوِيَّةِ (مصنف علامہ ابن چہیل)
- 8:- أَلْتَنْزِيهِ فِي الرَّدِّ عَلَى عَقَائِدِ أَهْلِ التَّجْسِيمِ وَالتَّشْبِيهِ صفات متشابہات اور غیر مقلدین کے عقائد
- 9:- أَلْسُنَةُ الْغُرَّةُ فِي وَضْعِ الْيَدَيْنِ تَحْتِ الشُّرَّةِ (نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ)
- 10:- أَلْحَبْلُ الْمَتِينِ فِي صِفَةِ صَلَاةِ رَحْمَةِ الْعَالَمِينَ (رحمۃ للعالمین ﷺ کا طریقہ نماز)
- 11:- خواتین کا مسنون طریقہ نماز
- 12:- أَلنُّوَارُ الْمَصَابِيحِ فِي صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ (نماز تراویح)
- 13:- اسلام کے بنیادی عقائد
- 14:- عِقْدُ الْجِيدِ فِي عَقِيدَةِ التَّوْحِيدِ ("لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کا مفہوم و مطلب)
- 15:- أَلزُّهَارُ الْقَلَائِدِ فِي تَوْضِيحِ الْعَقَائِدِ (عقائد اہل سنت والجماعت)